حیات القلوب

جلد 2

11/11

Page 860 to 1032

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی وَمَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

پیشِ لفظ !

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اس بے بضاعت کو اس کتاب حیات القلوب جلد دوم مؤلفہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے اُردو ترجمہ کی توفیق عطا فرمائی اور اس دینی خدمت کی تکمیل کا شرف بخشا جو جلد اوّل کتاب ہذا کے ترجمہ سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑا تھوڑا کر کے مکمل ہو گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اس جلیل القدر اور کثیر الفوائد کتاب میں جناب سرورِ کائنات فخرِ آدمؑ و بنی آدم باعثِ خلقتِ عالم، پیغمبرِ آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کے تمام و کمال حالات درج ہیں۔ ابتدائے خلقتِ نورؑ اور آپ کی ولادتِ باسعادت سے وفات حسرت آیات تک کے واقعات نہایت شرح و بسط کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں۔ یعنی آپؐ کے اور آپؐ کے اہلبیت علیہم السلام کے نور کی خلقت؛ آپ کا نسب؛ آپ کے آباؤ اجداد میں جناب ہاشمؑ سے جناب ابو طالبؑ تک کے حالات اور ان حضرات کی زندگی کے اہم واقعات؛ آنحضرتؐ کے متعلق پیشین گوئیاں؛ آپ کی ولادت؛ رضاعت؛ جناب ابو طالب کی آپ سے محبت اور جان سپارانہ حمایت؛ آنحضرتؐ کے اخلاقِ حسنہ اور خصائلِ حمیدہ؛ حضرتؐ کے معجزات بالتفصیل یعنی جمادات و نباتات و حیوانات و اجرام و سماوی وغیرہ وغیرہ سے متعلق معجزات؛ غزوات؛ معراج اور مباہلہ کے مکمل حالات؛ اصحاب اور اُمت کے فضائل؛ آپ کی تبلیغ؛ اسلام کی خوبیاں؛ آپ کے خاص خاص اصحاب یعنی جناب سلمان و ابو ذر و مقداد و عمار وغیرہم رضوان اللہ علیہم کے حالات؛ ان حضراتؓ کی دینداری اور حمایتِ اہل بیتؑ؛ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی روئیداد نہایت تشریح و تفصیل کے ساتھ مسطور و مرقوم ہیں۔

یہ کتاب صحیح اسلامی تعلیم و تبلیغ کا دفتر ہے جو نہ صرف عام مومنین کی دینی معلومات کی ضامن ہے بلکہ ان کی تہذیب و اخلاق؛ عادات و اطوار اور اعمال و کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی ذمہ دار ہے بشرطیکہ خلوص سے عمل کیا جائے۔ یہ کتاب عام واعظین کے لیے خصوصاً صرف اُردو دان ذاکرین کے لیے ایک انمول تحفہ اور معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔

مجھے اپنی بے بضاعتی اور علمی سرمایہ کی کمی کا اعتراف ہے۔ میں نے احادیث کا صرف لفظی ترجمہ کر دینے پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ اپنی اُردو زبان میں محاورات کے مطابق مفہوم ادا کرنے کی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ خَیۡرَۃِ الۡوَرٰی۔ امّا بعد احقر عباداللہ محمد باقر ابن محمد تقی عفی اللہ عن جرائمہما کی تالیف سے تاریخ ولادت و وفات و معجزات و غزوات اور تمام احوال شریفہ حضرت خاتم النبیین و اشرف المرسلین و سید المنتجبین محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب الٰہ العالمین اور آپ کے آبائے طاہرین اور اصحاب متدینین کے حالات میں "حیات القلوب" کی یہ دُوسری کتاب ہے اور اس کے چند ابواب ہیں۔

باب اوّل

حضرت سرورِ انبیاءؐ کا نسب مبارک اور آنحضرتؐ کے آباؤ اجدادؑ کے حالات

پہلی فصل | آنحضرتؐ کے نسب کا تذکرہ۔

آنحضرتؐ کا مشہور شجرۂ نسب یہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ وہ عبدالمطلب کے بیٹے وہ ہاشم کے وہ عبدمناف کے وُہ قصی کے وہ کلاب کے وہ مرہ کے وہ لوی کے وُہ غالب کے وُہ فہر کے وُہ مالک کے وہ نضیر کے وہ کنانہ کے وہ خزیمہ کے وہ مدرکہ کے وہ الیاس کے وہ مضر کے وہ نزار کے وُہ معد کے وہ عدنان کے وہ اُو کے وہ اُدد کے وہ الیسع کے وُہ الہمیسع کے وُہ سلامان کے وہ البنت کے وُہ حمل کے وہ قیدار کے وُہ اسمٰعیل کے وُہ ابراہیم خلیلؑ کے وہ تارخ کے وہ ناخور کے وہ شروغ کے وُہ ارغو کے وُہ فالغ کے وہ عابر کے وہ شالخ کے وہ ارفخشد کے وہ سام کے وہ نوحؑ کے وہ ملک کے وہ متوشلخ کے وہ اخنوخ کے وہ الیارذ کے وہ مہلائیل کے وہ قینان کے وہ انوش کے وہ شیث کے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ حضرت اُمِ سلمہ کی روایت کے مطابق عدنان اُو کے بیٹے وُہ زید کے وہ الثریٰ کے وہ اعراق الثریٰ کے بیٹے تھے۔ اُمِ سلمہ فرماتی ہیں کہ زید ہی ہمیسع ہیں اور ثریٰ بنت۔ اور اعراق الثریٰ اسماعیلؑ ہیں۔ اور ابن بابویہ کی روایت کے مطابق عدنان اُد کے وہ اُدد کے وہ زید کے وہ یقدد کے وہ ہمیسع کے وہ بنت کے وہ قیدار بن اسمٰعیلؑ کے بیٹے ہیں۔ اور ابن عباس کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ عدنان بن ادبن ادد بن الیسع بن الہمیسع بن یحشم بن منخز بن سالوغ بن الہمیسع بن بنت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ بن شروغ بن ارغو بن غابر بن ارفخشد بن متوشلخ بن سام بن نوحؑ بن ملک بن اخنوع بن مہلائیل بن زبازر۔ اور ایک روایت کے مطابق

دِنۡقًا کَرِیۡمًا ○ (آیت ۳۰ و ۳۱ سورۃ احزاب پ۲۱ و ۲۲) اے نبیؐ کی بیویو تم میں سے جو بدکاری اور رُسوائی کے کام کرے گی (مثل گھر سے نکلنے اور بصرہ جاکر امیرالمومنینؑ سے جنگ کرنے کے) تو اُس کے لیئے دوہرا عذاب دُنیا و آخرت میں ہوگا اور یہ امر خدا کے لیئے آسان ہے اور تم میں سے جو خدا و رسُولؐ کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک اعمال بجالائے گی تو ہم اُس کے عمل کا دوہرا بدلا دیں گے اور بہتر روزی عطا کریں گے۔

حضرت صادقؑ سے بسند صحیح روایت ہے کہ فاحشہ مبینہ اور رُسوا کرنے والا گناہ تلوار کے ساتھ خروج کرنا ہے جو عائشہ سے صادر ہوا۔

کلینی نے بسند ہائے معتبر بسیار امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کو اپنے پیغمبرؐ کے بارے میں غیرت آئی کہ بعض بیویوں نے سختی کی کہ محمدؐ گمان کرتے ہیں کہ اگر ہم کو طلاق دے دیں گے تو ہم کو اپنی قوم میں کوئی مرد نہ ملے گا جو ہم کو زوجہ بنائے۔ دُوسری روایت کے مطابق زینبؓ نے کہا کہ آپ ہمارے درمیان انصاف نہیں کرتے ہیں باوجودیکہ خدا کے رسُولؐ ہیں۔ اور حفصہؓ نے کہا اگر وُہ ہم کو طلاق دے دیں تو ہم اپنی قوم میں سے انتخاب کریں گے کہ وُہ ہم کو زوجہ بنالے۔ اور دوسری روایت کے مطابق یہ باتیں زینب نے ہی کہی تھیں۔ جب آیتِ تخییر نازل ہوئی حضرتؐ اُنتیس ۲۹ راتیں اپنی تمام بیویوں سے علیحدہ رہے اور ماریہؓ کے بالاخانہ پر قیام فرما تھے اور دُوسری روایت کے مطابق بیس ۲۰ روز حضرتؐ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ بعد اس کے آیت تخییر نازل ہوئی تو حضرتؐ نے بیویوں کو طلب فرمایا اور ان کو اختیار دے دیا۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ کو اختیار کیا۔ اگر دُنیا اختیار کرتیں تو حضرتؐ پر حرام ہو جاتیں جس کا مطلب طلاق بائن تھا۔ اور دُوسری روایت کے مطابق اگر وُہ دُنیا اختیار کرتیں تو آنحضرتؐ اُن کو طلاق دے دیتے پھر ہرگز ممکن نہ تھا کہ وُہ حضرتؐ کو اختیار کرتیں اور اُن کی جانب پھر حضرتؐ رغبت فرماتے۔ اور دُوسری روایت کے مطابق جب زینب بنت جحش کی باری آئی وُہ دوڑ کر حضرتؐ کے پاس آئیں اور حضرتؐ کے ہاتھ چُومے اور کہا میں نے خدا و رسُولؐ کو اختیار کیا۔

بہت سی معتبر حدیثوں میں وارد ہُوا ہے کہ یہ حکم مخصوص حضرتؐ کے لیئے تھا۔ دوسروں کے لیئے نہیں ہے کہ وُہ اپنی عورتوں کو ایسا اختیار دیں۔[1]

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ فقہائے امامیہ رضوان اللہ علیہم کے درمیان مشہور یہ ہے کہ عورت کا اپنے اختیار سے مرد سے جُدائی و علیحدگی اختیار کرنا صرف آنحضرتؐ سے مخصوص تھا لیکن بعض کا قول ہے کہ یہ حکم دوسروں کے لیئے بھی نافذ ہے لیکن اس کے واقع کرنے میں اختلاف ہے کہ آیا طلاق بائن سے وقوع ہو سکتا ہے یا طلاق رجعی سے۔ اور زیادہ واضح تو یہ ہے کہ یہ حکم آنحضرتؐ سے مخصوص تھا۔ لہٰذا اس کے فروع میں غور و فکر کرنا اور کچھ کہنا بیکار ہے۔ خدا صواب سے زیادہ آگاہ ہے۔ ۱۲

ترپنواں ۵۳ باب

جناب زینبؓ سے تزویج کا تذکرہ۔ اور زید بن حارثہ کے بعض حالات

ابن بابویہ وغیرہم نے معتبر سندوں کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز کسی کام سے زید بن حارثہ بن شراجیل کلبی کے گھر تشریف لے گئے۔ جب مکان کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ زید کی زوجہ زینب غسل کر رہی تھیں۔ حضرتؐ نے فرمایا سُبۡحَانَ الَّذِیۡ خَلَقَكِ (پاک ہے وُہ خدا جس نے تم کو خلق کیا) اس ارشاد سے آنحضرتؐ کی غرض یہ تھی کہ وُہ خدا کو پاک و منزہ سمجھیں اور اُس کو اُن کافروں کے اس قول سے پاک سمجھیں جو یہ کہتے ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ خود خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:۔ اَفَاَصۡفٰكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِيۡمًا ○ (آیت ۴۰ سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵) کیا خدا نے تم کو لڑکے دے کر بلند کر دیا اور اپنے واسطے فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنایا ہے۔ بیشک یہ بڑی سخت بات ہے"۔ تو جب آنحضرتؐ نے اُن کو غسل کی حالت میں مشاہدہ فرمایا تو کہا میں اُس خدا کو منزہ سمجھتا ہوں جس نے تم کو پیدا کیا اس سے کہ وُہ کوئی فرزند رکھتا ہو جو خود پاک کرنے اور غسل کرنے کا محتاج ہو۔ جب زیدؓ اپنے گھر واپس آئے تو زینبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد اُن سے بیان کیا کہ رسُولؐ اللہ نے ایسی بات کہی اور واپس چلے گئے۔ زیدؓ نے سمجھا کہ آنحضرتؐ نے یہ بات اس لیئے فرمائی کہ زینب کا حُسن اُن کو بھلا معلوم ہوا۔ پھر وُہ حضرتؐ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسُولؐ اللہ میری زوجہ بدخلق ہے میں اُس کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اپنی زوجہ کی حفاظت کرو اور خدا سے ڈرو۔ چونکہ خداوند عالم نے آپ کی بیویوں کی تعداد دُنیا میں اور آخرت میں اور اُن کے نام آپ کو بذریعہ وحی بتادیئے تھے اور زینبؓ بھی اُنہی میں تھیں اور یہ بات آنحضرتؐ کے دل میں تھی۔ اور آپ نے زید اور دُوسروں پر ظاہر فرمایا تھا اس خوف سے کہ لوگ کہیں گے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے غلام سے کہتے ہیں کہ تمہاری زوجہ اس کے بعد میری زوجہ ہوگی۔ اور دوسری روایت کے مطابق حضرتؐ کو یہ خوف ہُوا کہ منافقین کہیں گے جو عورت دُوسرے کی زوجہ ہے محمدؐ کہتے ہیں کہ وُہ میری بیویوں میں سے ہے اور مومنوں کی ماں ہے اور آنحضرتؐ پر تہمت لگائیں گے۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے دِل میں وُہ بات پوشیدہ رکھیں جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے اور لوگوں کے الزامات سے خوف کرتے رہیں۔ غرض زید بن حارثہ نے زینب کو طلاق دے دی اور عدّۃ کی مدت گزرنے کے بعد خدا نے ان کو پیغمبرؐ سے تزویج فرمایا اور وُہ آیتیں نازل فرمائیں۔ چونکہ جانتا تھا کہ حضرتؐ کو منافقین تہمت لگائیں گے اس لیئے یہ آیت نازل فرمائی

کہ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝ (آیت ۳۸ سورۃ الاحزاب پ ۲۲) یعنی پیغمبرؐ کے لیئے نہ کوئی گناہ نہ کوئی حرج تھا اُس امر میں جس کو خدا نے ان کے واسطے جائز یا واجب قرار دیا ہے مثل اس کے جو گزشتہ پیغمبروںؑ کے لیئے خدا نے قرار دیا تھا کہ ان میں سے بعض کے لیئے لذتیں مباح کر دی تھیں یا یہ کہ اُنہوں نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا تھا۔ خدا کا حکم ایک اندازہ کے مطابق مقرر ہوا تھا۔ جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم اپنی مخلوق میں سے کسی کی تزویج کا متولی نہیں ہوا سوائے حوّا و آدمؑ اور زینبؓ و جناب رسولِ خداؐ کے۔ کیونکہ زَوَّجْنٰكَهَا فرمایا ہے یعنی ہم نے ان عورتوں کو تزویج کیا، اور جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی تزویج حضرت علیؑ کے ساتھ فرمائی۔

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ چونکہ زینب دختر جحش جن کی والدہ امیمہ دختر عبدالمطلب تھیں، اور آنحضرتؐ نے ان کی خواستگاری زید کے لیئے فرمائی تھی تو زینب نے بہت انکار کیا اور کہا میں آپ کی پھوپھی کی لڑکی ہوں اور ہرگز راضی نہ ہوں گی کہ زید کی زوجہ بنوں۔ اور زینب کے بھائی عبداللہ بن جحش نے بھی یہی کہا تھا؛ اُس پر آیت وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ نازل ہوئی تو زینب نے کہا میں راضی ہوئی اور میں نے اپنا اختیار آنحضرتؐ کو دے دیا۔ حضرتؐ نے اُن کا نکاح زید سے کر دیا اور سونے کا سکہ دس ۱۰ دینار اور چاندی کا سکہ ساٹھ ۶۰ درم اُن کے مہر کے لیئے بھیجا اور مقنعہ اور ایک چادر اور ایک کُرتا اور ایک پاجامہ پچاس ۵۰ سیر کھانا اور تیس ۳۰ صاع (۱۲۰ سیر) خرما بھی بھیجا۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود زینب سے نکاح کیا چونکہ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے لہٰذا ولیمہ کی دعوت کی اور اصحاب کو طلب فرمایا۔ اور اصحاب جب کھانا کھا چکے تو بیٹھے ہوئے حضرتؐ سے گفتگو میں مشغول رہنا چاہتے تھے اور حضرتؐ چاہتے تھے کہ زینب سے خلوت فرمائیں اُس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (آیت ۵۳ سورۃ الاحزاب پ ۲۲) اے ایمان والو پیغمبرؐ کے گھر میں مت داخل ہو مگر جب تم کو کھانے کے لیئے بلایا جائے۔ مگر بیٹھ کر انتظار مت کیا کرو لیکن بُلائے جاؤ تو آؤ اور جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتیں کرنے کے لیئے مت بیٹھے رہا کرو کیونکہ اس سے پیغمبرؐ کو اذیت ہوتی ہے اور وُہ اس کے اظہار میں حیا کرتے ہیں اور خدا حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ اور جب پیغمبرؐ کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو یہ بات تمہارے اور پیغمبرؐ کی بیویوں کے لیئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور تم کو لازم نہیں کہ

خدا کے رسولؐ کو اذیت پہنچاؤ۔ اور ہرگز اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے نکاح مت کرو کیونکہ یہ امر خدا کے نزدیک بہت سخت ہے۔"

چونواں ۵۴ باب

جناب اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات

حضرت صادقؑ سے بسندِ معتبر ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ ایک روز اُمّ سلمہ کو خبر پہنچی کہ اُن کے کسی آزاد کردہ غلام نے جناب امیرؑ کو کچھ بُرا کہا ہے۔ آپ نے اُس کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا بیٹھ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے تاکہ میں تجھ کو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے آگاہ کروں۔ اُس کے بعد اپنے واسطے جو بہتر سمجھنا اختیار کرنا۔ بیشک ہم نو ۹ عورتیں آنحضرتؐ کے حبالۂ نکاح میں تھیں۔ ایک مرتبہ جبکہ میری باری کا دن تھا آنحضرتؐ میرے گھر تشریف لائے اور نورؐ آپ کے سر اور پیشانی سے چمک رہا تھا۔ اور حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیئے ہوئے تھے۔ مجھ سے فرمایا اے اُمّ سلمہ یہاں سے ہٹ جاؤ اور مکان ہمارے واسطے خالی کر دو۔ میں یہ سُنکر باہر چلی گئی اور آنحضرتؐ علیؑ سے راز کی باتیں کرنے میں مشغول ہوئے۔ میں اُن حضراتؑ کی آواز سُن رہی تھی لیکن باتیں نہیں سمجھ رہی تھی۔ جب بہت زیادہ دیر ہو گئی تو میں دروازہ کے قریب گئی اور عرض کی یا رسولؐ اللہ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں حاضر ہوں، فرمایا نہیں تو میں واپس چلی آئی۔ میرا دل سرور سے لبریز تھا میں پلٹ آئی اس خوف سے کہ میرا آنا آنحضرتؐ کو ناگوار گزرا ہو یا آسمان سے کوئی بُری خبر یا کوئی آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کے قریب آئی اور اجازت طلب کی مگر اجازت نہ ملی، اور پہلے سے زیادہ مسرور تھی۔ پھر تیسری مرتبہ گئی اور اجازت چاہی۔ حضرتؐ نے فرمایا آجاؤ۔ میں مکان میں داخل ہوئی تو دیکھا علیؑ دو زانو آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسولؐ اللہ اگر ایسا ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا میں تمہیں صبر کا حکم دیتا ہوں۔ علیؑ نے پھر دوبارہ یہی سوال کیا اور حضرتؐ نے پھر صبر کا حکم دیا۔ جب تیسری مرتبہ پھر وہی بات دریافت کی تو حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ! اے میرے بھائی جب معاملہ یہاں تک پہنچے تو نیام سے تلوار نکال لینا اور دوش پر چادر ڈال لینا اور جنگ کرنا اور پروا نہ کرنا یہاں تک کہ جب تم میرے پاس آؤ تو تمہاری تلوار سے خون ٹپکتا رہے۔ پھر آنحضرتؐ نے میری جانب رُخ کیا اور فرمایا کہ اے اُم سلمہؓ تمہارے چہرے سے رنج و ملال کیوں ظاہر ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ اس وجہ سے ہے کہ مجھ کو چند مرتبہ اپنے پاس سے آپ نے ہٹا دیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم تم کو غصہ کے سبب سے میں نے نہیں ہٹایا اور تمہاری ذات میں میرے نزدیک کوئی بُرائی نہیں۔ بیشک تم خدا اور رسولؐ کی طرف سے خیر پر ہو

لیکن جب تم آئی تھیں میری داہنی جانب جبرئیلؑ اور بائیں طرف علیؑ تھے اور جبرئیلؑ مجھے اُن واقعات سے آگاہ کر رہے تھے جو میرے بعد ہونے والے ہیں اور مجھے تاکید کر رہے تھے کہ علیؑ کو اُن امور کے بارے میں وصیت کر دوں کہ اُن فتنوں میں اِن کو کیا کرنا چاہیئے۔ اے اُمّ سلمہ سُنو اور گواہ رہنا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ دُنیا میں میرے وزیر ہیں اور آخرت میں میرے وزیر ہیں۔ اے اُمّ سلمہ سُنو اور گواہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالب دُنیا میں میرے علمدار اور قیامت میں میرے علمدار ہیں۔ اے اُمّ سلمہ سُنو اور گواہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالب میرے بعد میرے وصی اور جانشین ہیں اور میرے وعدوں کے پُورا کرنے والے ہیں اور حوضِ کوثر سے اپنے دُشمنوں کو ہنکانے والے ہیں۔ اے اُمّ سلمہ سُنو اور گواہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالب مسلمانوں کے سردار اور بزرگ ہیں، اور متقین کے برگزیدہ اور پیشوا ہیں، اور مومنین کو بہشت میں لے جانے والے ہیں، اور ناکثین وقاسطین اور مارقین کے قتل کرنے والے ہیں۔ مَیں نے عرض کی یارسُولؐ اللہ ناکثین کون ہیں؟ فرمایا وُہ لوگ ہیں جو علیؑ سے مدینہ میں بیعت کریں گے اور بصرہ میں اُس بیعت کو توڑیں گے میں نے پُوچھا قاسطین کون لوگ ہیں؟ فرمایا معاویہ اور شام کے وُہ باشندے جو اُس کی اطاعت کریں گے میں نے پُوچھا اور مارقین کون ہیں؟ فرمایا نہروان کے خوارج ہیں۔ جب جناب اُمّ سلمہ نے یہ حدیث اپنے غلام سے بیان فرمایا تو اُس نے کہا آپ نے مجھے نجات دلائی اور میرے دل کی گرہ کھول دی، خدا آپ کو کشائش بخشے خدا کی قسم اب آئندہ ہرگز علیؑ کے بارے میں نامناسب بات نہ کہوں گا۔

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر ابوذر کے غلام ثابت سے روایت کی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ مَیں جنگ جمل میں امیرؑ المومنین کے لشکر کے ساتھ تھا۔ جب مَیں نے عائشہ کو مخالفین کی صفوں کے آگے دیکھا میرے دل میں شک پیدا ہوا جس طرح کہ اور لوگ اُن کے سبب سے شک میں مُبتلا تھے۔ جب دوپہر ڈھلی تو خدا نے میرے دل سے وُہ شک زائل کر دیا اور مَیں امیرؑ المومنین کے لشکر کے ساتھ مخالفین سے جنگ میں مشغول ہوا۔ اُس کے بعد جناب اُمّ سلمہ زوجۂ رسُولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا قصہ اُن سے بیان کیا معظمہ نے فرمایا کہ تو نے کیا کیا جس وقت کہ لوگوں کے طائرِ دل اپنے آشیانوں سے پرواز کر چکے تھے۔ مَیں نے کہا میرے دل میں بھی شک پیدا ہو گیا تھا اور مَیں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے اُس شک کے پردہ کو میرے دل سے ہٹا دیا اور امیرؑ المومنینؑ کی خدمت میں حاضر رہ کر اُن کے دُشمنوں سے خُوب جنگ کی اُمّ سلمہؓ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔ مَیں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے وُہ فرماتے تھے کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ اور یہ آپس سے جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں۔

قرب الاسناد حمیری میں بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک عورت تھی جس کا نام حسرت تھا۔ وُہ جناب رسُولِ خدا کے بعد ہمیشہ حضرتؐ کے اہلبیتؑ کے پاس آتی جاتی تھی اور ان کو بہت دوست رکھتی تھی ایک روز ابوبکرؓ و عمرؓ نے راستہ میں اُس کو دیکھا۔ پُوچھا اے حسرت کہاں جاتی ہو کہا آلِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس تاکہ اُن کا حق ادا کروں اور اپنے عہد کو تازہ کروں۔ اُن دونوں نے

کہا تجھ پر وائے ہو اب اُن کا کوئی حق نہیں۔ وُہ تو جناب رسُولؐ خدا کے زمانہ میں مخصوص تھا۔ یہ سُنکر حسرت واپس چلی گئی۔ چند دنوں کے بعد پھر اہلبیتؑ رسالت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جناب ام سلمہ نے فرمایا اے حسرت اس مرتبہ بہت دنوں کے بعد آئی ہو؟ اُس نے کہا کہ فلاں اور فلاں سے راستہ میں ملاقات ہوئی اُنہوں نے ایسا کہا تھا۔ اُمّ سلمہؓ نے کہا اُنہوں نے غلط کہا۔ آلِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حق مسلمانوں پر قیامت تک واجب ہے۔

بصائرالدرجات میں اُمّ سلمہ کے فرزند عمر (بن ابی سلمہ) سے روایت ہے کہ اُمّ سلمہؓ نے بیان کیا کہ ایک روز جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو میرے گھر میں بٹھایا اور گوسفند کی ایک کھال طلب فرمائی۔ حضرتؐ بولتے جاتے تھے اور علیؑ لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ وُہ تمام چمڑا بھر گیا تو اُس چمڑے کو آنحضرتؐ نے میرے سپُرد فرمایا اور کہا کہ میرے بعد ایک شخص تمہارے پاس آئے گا اور فلاں فلاں نشانیاں تم سے بیان کرے گا تو اِس چمڑے کو اُسے دے دینا۔ جب جناب رسُولؐ خدا دُنیا سے تشریف لے گئے اور ابوبکرؓ نے ان کی خلافت غصب کرلی، میری ماں ام سلمہؓ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ مسجد میں دیکھو کہ یہ شخص کیا کرتا ہے۔ مَیں مسجد میں آیا دیکھا کہ ابوبکر منبر پر گئے اور خطبہ پڑھا اور منبر سے اُتر کر اپنے گھر چلے گئے۔ مَیں اپنی والدہ اُمّ سلمہؓ کے پاس آیا اور جو دیکھا اور سُنا تھا بیان کیا۔ وُہ خاموش ہو گئیں۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اُسی طرح میری والدہ نے پھر مجھ کو مسجد میں بھیجا۔ مَیں نے واپس جاکر اُن سے بیان کیا کہ عمرؓ نے بھی ابوبکرؓ کی طرح کیا۔ وُہ خاموش ہو گئیں۔ پھر جب عثمانؓ خلیفہ ہوئے میری مادرِ گرامی نے پھر مجھے مثلِ سابق مسجد میں بھیجا اور مَیں نے واپس جاکر بیان کیا کہ اُنہوں نے بھی اُنہی دونوں حضرات کے مطابق عمل کیا۔ پھر جب امیرؑ المومنین خلیفہ ہوئے میری ماں نے مجھے مسجد میں بھیجا اور فرمایا کہ دیکھو یہ مرد کیا کرتا ہے۔ مَیں مسجد میں آیا دیکھا کہ حضرت علیؑ نے منبر پر خطبہ پڑھا اور منبر سے اُترے تو مجھ کو بُلایا اور فرمایا کہ جاکر اپنی مادرِ گرامی سے میرے لیئے اجازت طلب کرو کہ مَیں بھی آتا ہوں۔ مَیں اپنی والدہ کی خدمت میں آیا تو امیرؑ المومنین کا پیغام عرض کیا۔ فرمایا خدا کی قسم مَیں خود اُن کو بُلانا چاہتی ہوں۔ پھر امیرؑ المومنین بھی آئے اور فرمایا کہ مجھے وُہ تحریر دے دیجیئے جو جناب رسُولؐ خدا نے آپ کو سپُرد فرمایا ہے۔ میری ماں اُٹھیں اور ایک صندوق کھولا اُس میں سے ایک چھوٹا صندوق نکالا، اُس کو کھول کر وُہ پوست گوسفند نکالا اور علیؑ کے سپُرد کر دیا اور مجھ سے فرمایا اے فرزند ہمیشہ علیؑ کی خدمت میں حاضر رہنا اور جُدا نہ ہونا۔ کیونکہ خدا کی قسم پیغمبرؐ کے بعد سوائے اُن کے کوئی اور پیشوا میں نہیں دیکھتی ہوں۔

کلینی نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسُولؐ خدا نے ام سلمہؓ کی خواستگاری کی عمر بن ابی سلمہؓ نے جو اُن کے لڑکے تھے ام سلمہؓ کو آنحضرتؐ سے تزویج کیا حالانکہ وُہ ابھی کمسن تھے بالغ نہ ہوئے تھے۔

کلینی نے بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ابوبکرؓ و عمرؓ جناب اُمّ سلمہ کے پاس آئے اور کہا آپ جناب رسُولؐ خدا سے پہلے دوسرے مرد کی زوجہ تھیں بتایئے کہ رسُول اللہ اُس شخص

کے مقابلہ میں قوت مجامعت میں کیسے ہیں۔ اُم سلمہ نے کہا کہ وُہ بھی مثل اور مردوں کے ہیں۔ اُن کے بعد آنحضرتؐ تشریف لائے۔ ام سلمہؓ اپنی بات پر پشیمان ہوئیں اور ڈریں کہ اُن کے بارے میں آسمان سے کوئی آیت نازل ہوجائے تو سبقت کرکے آنحضرتؐ سے اُن دونوں حضرات کی باتیں بیان کردیں۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ اس قدر غضبناک ہوئے کہ حضرتؐ کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہوگیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان غصّہ سے پسینہ ظاہر ہوگیا۔ اور گھر سے باہر آئے اس طرح کہ شدّتِ غضب سے ردائے مبارک زمین پر لٹک رہی تھی۔ اور مسجد میں تشریف لائے۔ منبر پر گئے اور انصار کو بلایا۔ جب اُن لوگوں نے حضرتؐ کو اس حال سے دیکھا سب نے جسم پر ہتھیار لگالیئے اور حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور فرمایا ایّھا النّاس! کیا سبب ہے کہ منافقین کا ایک گروہ میرے عیبوں کی جستجو کرتا ہے اور میرے عیب دریافت کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں تم سب میں حسب کے لحاظ سے بزرگ تر ہوں اور نسب کے لحاظ سے پاکیزہ تر ہوں اور لوگوں کی غیبت میں اپنے خدا کا سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہوں جو شخص تم میں سے پُوچھے کہ اُس کا باپ کون تھا تو میں اُسے بتادوں گا۔ یہ سُنکر ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور پُوچھا میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ فلاں چرواہا ہے۔ پھر دُوسرا شخص کھڑا ہوا، پوچھا میرا باپ کون ہے آپؐ نے فرمایا فلاں غلام سیاہ رنگ۔ پھر تیسرا شخص اُٹھا اور اُس نے پُوچھا میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ وہی ہے جس کی طرف تجھ کو لوگ نسبت دیتے ہیں۔ پھر انصار اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسُولؐ اللہ ہم کو معاف فرمایئے تاکہ خدا آپ کے مراتب بلند کرے۔ بلاشبہ خدا نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ کی عادت تھی کہ جب حضرتؐ کے پاس لوگ عاجزانہ گفتگو کرتے اور سفارش کرتے تو شرم و حیا کے سبب حضورؐ کی جبین اقدس عرق آلود ہوجاتی اور لوگوں کی برائیوں سے چشم پوشی فرماتے۔ غرض حضرتؐ منبر سے اُتر کر دولت سرا تشریف لے گئے۔ صبح ہوئی تو جبریلؑ نازل ہوئے اور بہشت کے ہریسہ کا ایک پیالہ حضرتؐ کے لیئے لائے اور عرض کی یارسُولؐ اللہ اس کو آپ کے لیئے حوروں نے تیار کیا ہے اس کو آپ نوش فرمائیں اور آپؐ اور علیؑ اور ان کے فرزندوں کے سوائے کوئی نہ کھائے کیونکہ آپ لوگوں کے سوا کسی میں یہ صلاحیت نہیں۔ غرض جناب رسُولؐ خدا، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام بیٹھے اور اُس ہریسہ سے تناول فرمایا؛ اس سبب سے خداوندِ عالم نے آنحضرتؐ کو چالیس مردوں کی قوّتِ مجامعت کرامت فرمائی۔ اس کے بعد ایسا تھا کہ جب حضرتؐ چاہتے ایک شب میں اپنی تمام بیویوں سے مقاربت فرماتے تھے۔

بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ مغیرہ کے فرزند ولید کی وفات ہوئی؛ ام سلمہؓ نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی کہ مغیرہ کے خاندان والوں نے فرشِ عزا بچھائی ہے اجازت دیجیئے کہ اُن کی تعزیت کے لیئے جاؤں۔ حضرتؐ نے اجازت دے دی۔ ام سلمہؓ نے اپنے کپڑے پہنے اور جانے کے لیئے تیار ہوئیں۔ وُہ حسن و جمال میں پری کے مانند تھیں۔ جب وُہ کھڑی ہوتی تھیں اور اپنے بالوں کو کھول دیتی تھیں تو تمام جسم ڈھک جاتا تھا۔ وُہ اپنے گیسوؤں کے کناروں کو اپنے خلخالوں سے باندھ دیتی تھیں۔ غرض اپنے فرزند پر حضرتؐ کے سامنے نوحہ کرنا شروع کیا اور آنحضرتؐ نے ان کو منع نہیں کیا اور نہ

کوئی عیب بتایا۔

بسندِ معتبر اُنہی حضرت سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُم سلمہؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تمہارے گھر میں برکت نہیں دیکھتا ہوں۔ اُم سلمہؓ نے کہا میں خدا کی حمد کرتی ہوں کہ آپؐ کے سبب سے میرے گھر میں بہت برکت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا نے تین برکتیں بھیجی ہیں۔ آب و آتش و گوسفند۔

بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا حضرتؐ کو وُہ اچھی معلوم ہوئی تو فوراً اُم سلمہؓ کے گھر آئے اُنہی کی باری کا دن تھا حضرتؐ نے اُن سے مقاربت کی اور غسل کرکے باہر تشریف لائے، غسل کا پانی آپؐ کے سرِ اقدس سے ٹپک رہا تھا پھر فرمایا لوگو نظر کرنا شیطان کے سبب ہے لہٰذا جس شخص کو دیکھنے کے بعد خواہش پیدا ہو وُہ اپنی زوجہ کے پاس آئے اور مقاربت کرے تاکہ اُس کی شہوت ساکن ہوجائے۔

پچپنواں باب
حضرت عائشہؓ و حضرت حفصہؓ کے حالات

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o (آیت ۱ و ۲ سورۃ تحریم پ ۲۸) یعنی اے پیغمبر بزرگ و بلند! کیوں وُہ چیز اپنے لیئے حرام قرار دیتے ہو جس کو خدا نے حلال کیا ہے کیا اپنی بیویوں کی خوشی کے لیئے ایسا کرتے ہو اور اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ بیشک خدا نے تمہارے لیئے قسم برطرف کرنے کا کفارہ مقرر کیا ہے اور خدا تمہارا دوست و مددگار ہے اور وُہ جاننے والا حکیم ہے۔" علی بن ابراہیم نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیتیں اُس وقت نازل ہوئیں جبکہ عائشہ و حفصہ کو اطلاع ہوئی کہ آنحضرتؐ نے ماریہ کے ساتھ قربت فرمائی ہے اور حضرتؐ نے اُن دونوں سے قسم کھاکر کہا کہ آئندہ ماریہؓ کے پاس نہ جائیں گے تو خدا نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ اپنی قسم کا کفارہ دیں اور ماریہؓ سے مقاربت ترک نہ کریں نیز یہ روایت بھی کی ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ آنحضرتؐ ایک روز حفصہ کے گھر تھے اور ماریہ قبطیہؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں مشغول تھیں۔ اسی اثنا میں حفصہ کسی کام سے کہیں گئیں اور آنحضرتؐ نے ماریہؓ سے مقاربت فرمائی۔ حفصہ کو اس کی خبر ملی تو بہت غصہ آیا اور کہا یارسُولؐ اللہ میری باری کے دن میرے ہی بستر پر آپ نے

ایک کنیز کے ساتھ مقاربت کی۔ آنحضرتؐ یہ سُنکر شرمندہ ہوئے اور فرمایا کہ اچھا درگزر کرو آیندہ ماریہؓ کو مَیں نے اپنے اُوپر حرام کر لیا پھر کبھی اُس سے مقاربت نہ کروں گا۔ اُس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کا یہ معمول تھا کہ نمازِ صبح سے فارغ ہو کر اپنی سب بیویوں کے گھر جاتے اور اُن کی مزاج پُرسی کرتے خیریت دریافت فرماتے اور اگر کبھی حفصہؓ کے واسطے کوئی شہد ہدیہ بھیجتا تو حضرتؐ شہد کھانے کے لیئے ان کے یہاں کچھ دیر ٹھہر جایا کرتے تھے۔ جب عائشہؓ نے یہ حال دیکھا تو چند دُوسری بیویوں کے ساتھ مِل کر یہ سازش کی کہ تمہارے پاس آنحضرتؐ جب آئیں تو اُن سے کہو کہ آپ کے دہن سے مغافیر کی بُو آتی ہے اور وُہ ایک بدبُو دار گوند ہوتا ہے جس پر شہد کی مکھی بیٹھ جاتی ہے تو شہد میں وُہ بُو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عائشہؓ جانتی تھیں کہ آنحضرتؐ کو یہ امر بہت ناگوار ہوتا ہے کہ آپؐ کے مُنہ سے بدبُو آئے۔ غرض جب آنحضرتؐ سودہؓ کے پاس گئے تو اُنہوں نے عائشہؓ کے خوف سے کہا یا رسُولؐ اللہ یہ کیسی بدبُو ہے کہ جو آپ کے مُنہ سے سُونگھ رہی ہوں۔ شاید آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا نہیں البتہ حفصہؓ کے یہاں شہد کھایا ہے۔ پھر حضرتؐ جس بیوی کے پاس جاتے وُہ اسی طرح حضرتؐ سے کہتیں یہاں تک کہ آپ عائشہؓ کے پاس آئے تو اُنہوں نے اپنی ناک بند کر لی اور کہا کہ آپ کے دہن سے مغافیر کی بُو مجھے کیوں محسوس ہو رہی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا حفصہؓ کے یہاں مَیں نے شہد کھایا ہے حضرت عائشہ نے کہا شاید اُس شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہو گی۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم اب پھر کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے شہد اُم سلمہؓ کے پاس کھایا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ زینبؓ بنت جحش کے یہاں کھایا تھا اور عائشہ اور حفصہ نے آپس میں یہ سازش کی تھی کہ جب آنحضرتؐ ان دونوں کے پاس آئیں تو ہر ایک ایسی بات کرے کہ مجھے آپ کے مُنہ سے مغافیر کی بُو معلوم ہوتی ہے اسی سبب سے حضرتؐ نے اپنے لیئے شہد حرام کر لیا۔

شیخ طبرسی اور عامہ کے مفسّرین کے ایک گروہ نے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ حفصہؓ کے گھر میں تھے اور اُنہوں نے اجازت طلب کی کہ اپنے باپ کے یہاں جائیں۔ حضرتؐ نے اجازت دے دی اور وُہ چلی گئیں۔ حضرتؐ نے ماریہؓ کو بلایا اور اُن سے خلوت فرمائی۔ حفصہؓ واپس آئیں تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے تو انتظار کیا یہاں تک کہ حضرتؐ نے دروازہ کھولا۔ حضرتؐ کے چہرۂ اقدس سے پسینہ ٹپک رہا تھا تو حفصہ نے آنحضرتؐ پر بہت خفگی ظاہر کی۔ حضرتؐ نے فرمایا وُہ میری کنیز ہے خدا نے اس کو مجھ پر حلال کیا ہے اور تمہاری خاطر سے مَیں نے اب حرام کر لیا۔ لیکن یہ راز ہے کسی سے مت کہنا۔ پھر حضرتؐ اُن کے پاس سے باہر چلے گئے وُہ فوراً ہی ایک پتھر سے وُہ دیوار پیٹنے لگیں جو اُن کے اور عائشہؓ کے گھر کے درمیان تھی۔ اور کہا مبارک عائشہ تم کو خوشخبری ہو کہ آنحضرتؐ نے اپنی کنیز ماریہؓ کو اپنے لیئے حرام قرار دے لیا اور ہم کو اُس کی طرف سے چھٹکارا ملا، اور اطمینان ہوا۔ پھر جو گزرا تھا عائشہ سے بیان کیا کیونکہ وُہ اور عائشہؓ آپس میں متفق تھیں اور حضرتؐ کی تمام بیویوں کو آزار پہنچانے میں ایک دُوسرے کی مددگار تھیں۔ اُس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں تو حضرتؐ نے حفصہ کو طلاق دے دی اور اپنی تمام عورتوں سے اُنتیس ۲۹ روز تک کنارہ کش رہے، اور ماریہؓ کے بالاخانہ پر بسر کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے آیۂ تخییر نازل فرمائی۔ بعض کا قول ہے کہ حضرتؐ نے عائشہؓ کی باری کے دن ماریہؓ سے خلوت کی تھی، اور حفصہؓ کو معلوم ہو گیا تھا۔ حضرتؐ نے حفصہؓ سے فرمایا تھا کہ عائشہؓ سے مت کہنا کیونکہ مَیں نے ماریہؓ کو اپنے اُوپر حرام کر لیا ہے۔ لیکن اُنہوں نے فوراً ہی عائشہ کو خبر دے دی اور کہا یہ بات کسی سے مت کہنا۔ اُس وقت خدا نے یہ آیتیں نازل فرمائیں :- وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (آیت ۳ سورۃ تحریم پ ۲۸) اے ایمان والو! وُہ وقت یاد کرو جبکہ پیغمبرؐ نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی (یعنی ماریہؓ کو حرام کرنے کے لیئے یا شہد، یا ابوبکرؓ و عمرؓ کی حکومت کے بارے میں جیسا کہ اس کے بارے میں مذکور ہو گا) تو جب حفصہ نے عائشہ کو اُس راز سے آگاہ کر دیا تو خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو مطلع کر دیا اور افشا کرنے والی کو بھجوا دیا۔ اور پیغمبرؐ نے حفصہؓ کو وُہ باتیں کچھ بتا دیں اور کہہ دیا کہ تم نے خیانت کی ہے اور کچھ باتیں نہیں بتائیں اور مروت کے سبب سے اُن کے مُنہ پر نہیں کہیں تو حفصہ نے پُوچھا آپ سے یہ حال کس نے کہا کہ مَیں نے آپ کا راز فاش کر دیا حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے خدائے علیم و خبیر نے مطلع فرمایا۔

علی بن ابراہیم اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ جب حفصہؓ کو ماریہؓ کے بارے میں اطلاع ہوئی اور وُہ حضرتؐ پر غضبناک ہوئیں حضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا درگزر کرو مَیں نے تمہاری خاطر سے ماریہؓ کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا اور تم سے ایک راز کہتا ہوں اگر تم نے کسی سے کہہ دیا تو تم پر خدا کی لعنت ہو گی اور فرشتوں کا قہر و عتاب اور تمام دُنیا کے لوگوں کی طعن۔ حفصہؓ نے کہا ایسا ہی ہو گا فرمایئے وُہ راز کیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا وُہ راز یہ ہے کہ ابو بکر میرے بعد ظلم و جور کے ساتھ خلیفہ ہوں گے ان کے بعد تمہارے باپ خلیفہ ہوں گے حفصہؓ نے کہا آپ کو کس نے خبر دی ہے حضرتؐ نے فرمایا خدا نے مجھے مطلع فرمایا ہے۔ حفصہ نے اُسی روز عائشہؓ سے یہ راز کہہ دیا۔ اور عائشہ نے اپنے باپ ابوبکرؓ سے بیان کیا۔ ابوبکرؓ عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ عائشہ نے حفصہ سے بات سُنی ہے لیکن مجھے اس کی بات پر اعتماد نہیں ہے تم خود حفصہ سے پُوچھو کہ یہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔ حضرت عمرؓ حفصہ کے پاس آئے اور پُوچھا یہ خبر کیسی ہے جو عائشہ نے تمہارے حوالہ سے بیان کی ہے حفصہؓ نے پہلے تو انکار کیا کہ مَیں نے عائشہؓ سے کوئی ایسی بات نہیں کہی ہے۔ عمر نے کہا اگر یہ خبر سچی ہے تو مجھ سے مت چھپاؤ تاکہ ہم پہلے سے اس کے لیئے تدبیریں کریں۔ حفصہؓ نے جب یہ سُنا تو کہا ہاں آنحضرتؐ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ پھر وُہ دونوں عورتیں اور دونوں مردوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ آنحضرتؐ کو زہر سے شہید کر دیا جائے اُس وقت جبریلؑ نازل ہوئے اور یہ آیتیں لائے۔ اور وُہ راز جو خدا نے کہا ہے یہی راز ہے اور اس کے علاوہ خدا نے جو کچھ اپنے پیغمبرؐ کو آگاہ فرمایا اس راز کا افشا کرنا اور آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ تھا جس پر وُہ لوگ عازم ہوئے تھے۔ اور خدا نے یہ جو فرمایا کہ حضرتؐ نے بعض کا اظہار فرمایا اور بعض کو چھوڑ دیا اور ظاہر نہ کیا اس سے مُراد یہ ہے کہ حضرتؐ نے حفصہؓ سے فرمایا کہ کیوں تم نے اس راز کو افشا کیا اور تم کو خدا و رسُولؐ اور فرشتوں کی لعنت کا خوف نہ ہُوا۔ اور اُن لوگوں نے جو حضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور خدا نے آنحضرتؐ کو ان کے اس ارادہ سے آگاہ فرما دیا تھا حضرتؐ نے اُس کا اظہار نہ کیا۔ تو خدا نے عائشہؓ و حفصہؓ پر عتاب ظاہر کرنے اور حجت تمام کرنے کے لیئے

فرمایا کہ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا وَاِنۡ تَظٰھَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوۡلٰىہُ وَجِبۡرِیۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَھِیۡرٌ ۝ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبۡکَارًا ۝ (آیت ۴ و ۵، سورۃ تحریم پ۲۸) یعنی اے عائشہ وحفصہ اگر خدا کی بارگاہ میں توبہ کرلو اُس گناہ سے جو تم نے کیا (تو تمہارے واسطے بہتر ہے) کیونکہ بلاشبہ تمہارے قلوب کفر وضلالت کی طرف مائل ہوئے۔ اور اگر آنحضرتؐ کی اذیت پر تم ایک دُوسرے کی آپس میں مددگار ہوجاؤ تو (کچھ پروا نہیں) پیغمبرؐ کا مددگار خدا ہے اور جبرئیلؑ اور صالح المومنینؑ ہیں جس سے مُراد باتفاق خاصہ وعامہ امیر المومنینؑ ہیں اور اُن کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔ اگر پیغمبرؐ تم کو طلاق دے دیں تو خدا تمہارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں عطا کرے گا جو مسلمان ہوں گی، ایمان والی ہوں گی، نماز پڑھنے والی، فرمانبردار، عبادت گذار اور روزہ رکھنے والی ہوں گی۔ اُن میں سے بعض شوہر کرچکی ہوں گی اور بعض کنواری ہوں گی۔ اس کے بعد خدا نے اس اشکال کو دُور کرنے کے لیئے کہ جاہل لوگ یہ نہ کہیں کہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر کی بیویاں کافرہ ومنافقہ ہوں خدا نے ایک مثال ان کے لیئے بیان فرمائی جس میں ان کا کفر ہر عاقل پر ظاہر کردیا جیسا کہ ان آیتوں کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّامۡرَاَتَ لُوۡطٍ کَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَیۡنِ مِنۡ عِبَادِنَا صَالِحَیۡنِ فَخَانَتٰھُمَا فَلَمۡ یُغۡنِیَا عَنۡھُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا وَّقِیۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیۡنَ ۝ (آیت ۱۰ سورۃ تحریم پ۲۸) یعنی خدا نے اُن کے لیئے جو کافر ہوگئیں ایک مثال بیان کی ہے اور وُہ نوحؑ ولُوطؑ کی بیویوں کی مثال ہے وُہ دونوں عورتیں ہمارے دو شائستہ بندوں کی زوجہ تھیں پھر اُن دونوں نے میرے اُن دونوں بندوں سے کفر ونفاق کے ساتھ خیانت کی تو اُن دونوں پیغمبروں نے اُن عورتوں سے خدا کا عذاب کچھ دفع نہیں کیا اور اُن عورتوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا یا عالم برزخ میں کہ کافروں کے ساتھ آتشِ جہنم میں داخل ہوجاؤ"۔ علی بن ابراہیمؒ نے روایت کی ہے کہ ان کی ایک خیانت عائشہؓ کا طلحہ وزبیر کے ساتھ امیر المومنینؑ سے جنگ کے لیئے بصرہ جانا تھا اور حضرت صاحب الامر عائشہ کو بحکم خدا زندہ کریں گے اور اس خیانت کے سبب حد جاری کریں گے۔[1]

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ جناب اقدس الٰہی نے ان آیتوں میں عائشہ وحفصہ کا کفر ونفاق اور اُن کا آنحضرتؐ کی ایذا پر متفق ہونا اس طرح ظاہر وواضح فرمایا ہے جو کسی صاحبِ عقل سے پوشیدہ نہیں ہے اور اِن آیتوں کی صراحت ووضاحت کی وجہ سے جو ان کے کفر کے بارے میں نمایاں ہے زمخشری اور فخر رازی نے انتہائی تعصب کے باوجود کہا ہے کہ ان دونوں مثالوں میں خداوندِ عالم نے جو اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیت میں جو زنِ فرعون کے بارے میں بیان کی ہے عظیم اشارہ اُن دونوں مومنین کی ماؤں کے بارے میں فرمایا ہے جو آنحضرتؐ کے آزار پر اتفاق اور حضرتؐ کے راز افشا کرنے میں اُن سے صادر ہوُا۔ اور حق تعالیٰ نے ان مثالوں میں اُن کو بیان کیا ہے کہ بوجہ کفر ونفاق نسبی اور سببی رشتہ فائدہ نہیں دیتا (باقی بر صفحہ ۹۰۱)

شیخ طوسی وسید ابن طاؤس نے بسند معتبر حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے۔ وُہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوُا۔ ابوبکرؓ وعمرؓ وہاں موجود تھے۔ مَیں بھی آنحضرتؐ کے اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گیا۔ عائشہ نے کہا میری اور آنحضرتؐ کی گود کے سوا کہیں اور جگہ نہ تھی۔ حضرتؐ نے فرمایا خاموش اے عائشہ علیؑ کے بارے میں مجھے اذیت مت دو۔ بے شبہ وُہ آخرت میں میرا بھائی ہے اور مومنوں کا امیر ہے۔ حق تعالیٰ اس کو روزِ قیامت صراط پر بٹھائے گا اور وُہ اپنے دوستوں کو بہشت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ تین اشخاص ہیں جنہوں نے جناب رسُولؐ خدا پر جھُوٹ بہت باندھا ہے۔ ابوہریرہ، انس بن مالک اور عائشہ۔ اور ابن بابویہ اور برقی نے بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت قائم آلِ محمدؐ ظاہر ہوں گے تو وُہ عائشہ کو زندہ کریں گے اور اُن پر حد جاری کریں گے اور جناب فاطمہؑ کا انتقام لیں گے۔ راوی نے پُوچھا میں آپ پر فدا ہوں اُن پر کس سبب سے حد جاری کریں گے۔ امامؑ نے فرمایا کہ مادرِ ابراہیمؑ پر جو افترا کی تھی۔ راوی نے پُوچھا کہ خود آنحضرتؐ نے اُن پر کیوں نہ حد جاری فرمائی اور خدا نے قائم آلِ محمدؐ تک ملتوی کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا اس لیئے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے اور حضرت قائم المنتظر کو انتقام لینے کے لیئے بھیجے گا۔

(بقیہ از صفحہ ۹۰) اگرچہ وُہ نسبت اشرف خلق کے ساتھ ہو جو انبیا ومرسلینؑ ہیں اور ایمان ہونے کے سبب سے کافروں کے ساتھ نسبت ہونا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اگرچہ وُہ کافر فرعون کے مانند ہو۔

واضح ہو کہ ابتدائے سورۃ میں جو خداوندِ عالم نے جناب رسُولؐ خدا پر عتاب فرمایا وُہ ظاہر ہے کہ انتہائی لطف ومرحمت ہے یعنی اے حبیبؐ کیوں اپنی عورتوں کی خاطر سے اُن لذتوں کو اپنے اُوپر حرام کرتے ہو جو خدا نے تمہارے لیئے حلال کی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُن لذتوں کو خود ترک کرنا خصوصاً" ایسے وقت میں جبکہ مصلحت ہو حرام نہیں تھا اور نہ وُہ فعل حضرتؐ کا معصیت ہوسکتا ہے اور عتاب جو آنحضرتؐ پر آیت سے ظاہر ہوتا ہے حقیقت میں وُہ بھی اُنہی دونوں بیویوں پر تعریض ہے کہ اُن کی خاطرداری کے لیئے کیوں اپنے کو چند لذتوں سے محروم کرتے ہو۔ اور اُن دونوں کا ابوبکر وعمر کی خلافت کے بارے میں کہنا اگر واقعی حدیث ہو تو بہت سی مصلحتیں ہیں جس میں اُن کا امتحان اور اُن کے کفر ونفاق کا اظہار ہے اور بہت سی مصلحتیں ہیں جن کے ادراک سے اکثر انسانوں کی عقلیں قاصر ہیں مثل شیطان کو خلق کرنے کی مصلحت، اور نفس انسانی میں خواہشیں اور اُن کا فساد پر قادر بنانا وغیرہ۔ اور مومن کو چاہیئے کہ ہر معاملہ میں ایمان پر ثابت وقائم رہے اور شبہ واعتراض کا دروازہ اپنے اُوپر نہ کھولے اور شیطان کے وسوسوں میں نہ پھنسے اور ائمہ دین سے جو کچھ اس کو حاصل ہو اُس سے انکار نہ کرے اور اُن معاملات کا علم اُنہی پر چھوڑ دے۔ ۱۲

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں اپنی تمام بیویوں کو ساتھ لے گئے تھے اور ایک ایک رات ودن ایک ایک کے ساتھ بسر فرماتے تھے اس سبب سے کہ ان کے محرم تھے اور اُن کے درمیان عدالت ورعایتِ حقوق کے لئے ایسا کرتے تھے۔ جب جناب عائشہؓ کی باری آئی اُن کی باری کے دن ورات حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنینؑ علیہ السلام کے ساتھ تنہائی میں اُن کے ساتھ راز کی باتیں کیں اور گفتگو کو طول دیا؛ تو یہ امر عائشہ پر بہت گراں گزرا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ عائشہ نے مجھ سے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ علیؑ کے پاس جاکر اُن کو سخت وسُست کہوں کہ رسولِ خدا کو کیوں مجھ سے باز رکھا ہے۔ میں نے ہر چند اُن کو منع کیا مگر وُہ نہ مانیں اور اپنا اونٹ دوڑا کر ان کے پاس پہنچیں۔ پھر روتی ہوئی میرے پاس واپس آئیں۔ میں نے رونے کا سبب پُوچھا۔ کہا میں جناب رسولِ خدا کے پاس گئی اور علیؑ سے کہا اے پسرِ ابو طالب تم ہمیشہ جناب رسولِ خدا کو مجھ سے روکے رکھتے ہو۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا اے عائشہ میرے اور علیؑ کے درمیان حائل مت ہو یقیناً میرے حق میں اُس سے کوئی نہیں ڈرتا اُسی خدا کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ اُس کو کوئی مومن دشمن نہیں رکھتا اور کوئی کافر دوست نہیں رکھتا بیشک میرے بعد حق علیؑ کے ساتھ ہے جس طرف علیؑ رُخ کریں گے حق اُن کے ساتھ پھرتا رہے گا اور حق کبھی اُس سے جُدا نہ ہو گا یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں۔ اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے عائشہ میں نے تم کو منع کیا تھا تم نے میری بات نہ مانی۔

ابن طاؤس نے بسند ہائے معتبر حضرت امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے۔ وُہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ حجاب کے نازل ہونے سے قبل ایک مرتبہ میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؐ خانۂ عائشہ میں تشریف فرما تھے۔ میں عائشہ اور آنحضرتؐ کے درمیان بیٹھ گیا۔ وُہ بولیں اے ابو طالب کے بیٹے میری گود کے سوا کہیں اور جگہ نہیں ملی۔ میرے پاس سے دُور رہو۔ یہ سُنتے ہی آنحضرتؐ نے ان کے دونوں شانوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تجھ پر وائے ہو تو مومنوں کے حاکم پیغمبرؐوں کے اوصیا سے افضل اور نورانی چہروں اور نورانی ہاتھ پیر والوں کے کھولنے والے سے کیا چاہتی ہے۔

کلینی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ ابن ام مکتوم سے جو نابینا اور رسولؐ اللہ کے موذن تھے ایک روز آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ عائشہؓ وحفصہؓ آنحضرتؐ کے پاس موجود تھیں۔ حضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ اُٹھو اور حجرہ میں چلی جاؤ۔ اُن دونوں نے کہا کہ وُہ تو نابینا ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر وُہ تم کو نہیں دیکھتے ہیں تم تو اُن کو دیکھتی ہو۔ اور دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ اگر وُہ نابینا ہیں تو تم تو نابینا نہیں ہو۔

بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ماہِ شوال میں عقد کیا۔ نیز بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا ایک شب عائشہؓ کے پاس سوئے ہوتے تھے؛ رات کو اُٹھے اور نماز نافلہ میں مشغول ہو گئے۔ جب حضرت عائشہ کی آنکھ کھلی آنحضرتؐ کو اُن کے بستر پر نہیں دیکھا۔ گمان کیا کہ حضرتؐ اُن کی کنیز کے پاس گئے ہوں گے لہٰذا بے تابانہ اُٹھیں اور آنحضرتؐ کو تلاش کرنے لگیں۔ ناگاہ اُن کا پیر آنحضرتؐ کی گردن مبارک پر پڑا جبکہ آنحضرتؐ سجدہ میں

گریہ فرما رہے تھے اور مناجات میں کہہ رہے تھے سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وخيالي وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِي وابوء اليك بالنعم واعترف لك بالذنب العظيم عملت سوء اوظلمت نفسي فاغفر لي انه لا يغفر الذنب العظيم الا انت اعوذ بعفوك من عقوبتك واعوذ برضاك من سخطك واعوذ برحمتك من نقمتك واعوذ بك منك لا ابلغ مدحك والثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك استغفرك واتوب اليك۔ جب حضرتؐ سجدہ سے فارغ ہوئے فرمایا اے عائشہ میری گردن میں تم نے درد پیدا کر دیا کس بات سے تم کو خوف ہوا۔ کیا تم کو یہ ڈر تھا کہ میں تمہاری کسی کنیز کے پاس گیا ہوں [1]

چھپنواں باب

آنحضرتؐ کے اکثر عزیزوں، خادموں، ملازموں اور غلاموں کے حالات

شیخ طبرسی اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے نو چچا تھے جو حضرت عبد المطلب کے فرزند تھے۔ حارث، زبیر، ابو طالب، حمزہ، عیداق، مزار، مقوم، ابولہب اور عباس۔ جن میں چار بیٹے زندہ رہے۔ حارث، ابو طالب، عباس، اور ابو لہب۔ حارث عبد المطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو ابو الحارث کہتے تھے اور وُہ عبد المطلب کے ساتھ چاہ زمزم کھودنے میں شریک تھے اور حارث کے پانچ بیٹے سفیان، مغیرہ، نوفل، ربیعہ اور عبد شمس تھے۔ اور ابوسفیان فتح مکہ کے سال مسلمان ہوتے۔ نوفل جنگِ خندق میں مسلمان ہوئے اور اُن کی اولاد بھی باقی رہی۔ اور عبد شمس کا نام جناب رسولِ خدا نے بدل کر عبد اللہ رکھا۔ ان کی اولاد شام میں آباد ہوئی۔ اور ابو طالب وعبد اللہ پدر جناب رسالتمآبؐ ایک ماں سے تھے۔ ان کی ماں فاطمہ دختر عمرو بن عابد بن عمران بن مخزوم تھیں۔ حضرت ابو طالب کا نام عبد مناف تھا ان کے چار فرزند تھے طالب، عقیل، جعفر اور حضرت علی۔ اور دو لڑکیاں ام ہانی جن کا نام فاختہ تھا اور جمانہ تھیں۔ ان سب کی والدہ جناب فاطمہ بنت اسد تھیں۔ ان کی سب اولادیں سوائے طالب کے زندہ رہیں جناب ابو طالب ہجرت سے پہلے رحمتِ الٰہی سے واصل ہو چکے تھے۔ جب ان کی وفات کی خبر رسولؐ اللہ کو پہنچی آپ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ ان کو غسل دو اور کفن وحنوط کر کے جب جنازہ اُٹھانے لگو تو مجھے اطلاع دینا۔ غرض جناب رسولِ خدا ان کے جنازہ کے ساتھ ہوئے۔ فرماتے تھے کہ اے چچا خدا آپ کو

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ عائشہ کے شقاوت وگمراہی کے بہت سے حالات جنگِ جمل میں مذکور ہوں گے انشاء اللہ ۱۲

جزائے خیر دے آپ نے میرے ساتھ صلہ رحم کیا۔ بیشک آپ نے میری کفالت کی اور میرے بچپن میں میری تربیت فرمائی اور میری جوانی میں میری مدد کی۔ پھر لوگوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ میں اپنے چچا کی ایسی شفاعت کروں گا جس سے جن وانس کو حیرت ہوگی۔ اور حضرتؐ کے چچا عباس جن کی کنیت ابوالفضل تھی زمزم کی سقایت ان سے متعلق تھی۔ وُہ جنگِ بدر میں مسلمان ہوئے اور عثمان کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ میں وفات پائی وُہ آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ ان کے نو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ عبداللہ، عبیداللہ، فضل، قثم، سعید، عبدالرحمٰن، تمام، کثیر، اور حارث۔ لڑکیاں، ام حبیب، آمنہ اور صفیہ تھیں۔ اور ابولہب جس کے تین بیٹے عتبہ، عتیبہ، اور معتب تھے جن کی ماں ابوسفیان کی بہن ام جمیل تھی جس کو خدا نے حمالۃ الحطب فرمایا ہے۔

حضرتؐ کی چھ پھوپھیاں، امیمہ، ام حکیمہ، برہ، عاتکہ، صفیہ، اور اروی تھیں۔ یہ سب ایک ماں سے تھیں۔ امیمہ کی شادی جحش بن رباب اسدی سے، ام حکیمہ کی کریز بن ربیعہ سے، برہ کی عبدالاسد بن ہلال مخزومی سے ہوئی اُن سے ام سلمہؓ کا شوہر پیدا ہوا۔ اور عاتکہ کی شادی ابی میبہ بن مغیرہ مخزومی سے اور صفیہ کی حارث بن حرب بن اُمیہ سے ہوئی۔ اُس کے بعد عوام بن خویلد نے اُن کی خواستگاری کی اور زبیر اُن سے پیدا ہوئے۔ اروی کی شادی عمیر بن عبدالعزیٰ سے ہوئی۔ حضرتؐ کی پھوپھیوں میں صفیہ کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوئیں، لیکن بعض کا قول ہے کہ اروی اور عاتکہ بھی مسلمان ہوئی تھیں۔

حضرتؐ کے رضاعی اعزا میں ماں کی طرف سے کوئی نہ تھا مگر رضاعی ماں کی طرف سے تھے کیونکہ آنحضرتؐ کی مادرِ گرامی جناب آمنہؓ بنت وہب کے کوئی بھائی یا بہن نہ تھے جو آنحضرتؐ کے ماموں یا خالہ ہوتیں۔ لیکن قبیلۂ بنی زہرہ کے لوگ جن سے جناب آمنہؓ تھیں، کہتے تھے کہ ہم حضرتؐ کے ماموں ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے باپ عبداللہؑ اور ماں آمنہؓ کے کوئی اولاد سوائے آنحضرتؐ کے نہ تھی جو نسبی بھائی بہن ہوتیں۔ حضرتؐ کی ایک رضاعی خالہ تھیں جن کو سلمیٰ کہتے تھے۔ جو جناب حلیمہؓ بنت ابی ذویب کی بہن تھیں وُہ حلیمہؓ جو حضرتؐ کی دایہ تھیں۔ اور حضرتؐ کے دو رضاعی بھائی تھے جن کے نام عبداللہ بن الحارث اور انیتہ بن الحارث تھے۔ اور آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلاموں میں اوّل زید بن حارثہ تھے جن کو حکیم بن حزام نے جناب خدیجہؓ کے لیئے چار سو درم میں خرید کیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے ان کو آنحضرتؐ کو بخش دیا تھا۔ حضرتؐ نے اُن کو آزاد کر کے ام ایمن کے ساتھ تزویج فرمایا اور اُسامہ پیدا ہوئے آنحضرتؐ زید کو اپنا بیٹا کہتے تھے اسی لیئے اور لوگ بھی اُن کو پسرِ رسولؐ اللہ کہنے لگے تھے یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے نازل فرمایا اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ (سورۃ الاحزاب پ۲۱ آیت) لوگوں کو اُن کے باپ سے منسوب کر کے پکارو۔ پھر اُس کے بعد لوگوں نے اُن کو پسرِ رسولؐ کہنا ترک کر دیا۔ **دوسرے**:۔ ابورافع ان کا نام اسلم تھا۔ وُہ پہلے جناب عباسؓ کے غلام تھے اُنہوں نے آنحضرتؐ کو بخش دیا تھا۔ جب حضرت عباسؓ مسلمان ہوئے تو ابورافع یہ خوشخبری حضرتؐ کو دینے آئے تو حضرتؐ بہت خوش ہوئے اور ابورافع کو آزاد کر دیا اور سلمیٰ کے ساتھ جو حضرتؐ کی آزاد کردہ کنیز تھیں تزویج فرمایا اُن سے عبداللہ بن ابی رافع پیدا ہوئے جو امیر المومنینؑ کے کاتب تھے۔ **تیسری صفیہ**۔ ان کا نام رباح تھا؛ بعض مفلح اور بعض رومان بلخی کہتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جناب ام سلمہؓ نے ان کو آزاد کر دیا تھا اس شرط پر کہ آنحضرتؐ کی خدمت کرتی رہیں۔ اکثر لوگوں کا قول ہے کہ

حضرتؐ نے اُن کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ چوتھے **ثوبان** ہیں جن کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ان کو قبیلۂ حمیر نے غلام بنا رکھا تھا۔ آنحضرتؐ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں رہے اور بعد میں آپؐ کی اولاد وامجاد کی خدمت میں معاویہ کے زمانہ تک رہے۔ پانچویں **یسار**۔ وُہ رومی غلام تھے بعض کہتے ہیں کہ **نوبی** تھے۔ بنی ثعلبہ کی جنگ میں گرفتار ہوئے، حضرتؐ نے ان کو آزاد فرمایا اور اُن منافقوں نے اُن کو قتل کر دیا تھا جو آنحضرتؐ کے اُونٹ کو عقبہ میں بھڑکا کر گرانا چاہتے تھے۔ چھٹے **شقران** ہیں اُن کا نام صالح تھا اور حضرتؐ کو اپنے پدر بزرگوار سے میراث میں ملے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ وُہ رتبے کے اہبوں کی اولاد سے تھے۔ ساتویں **ابولیشہ** تھے ان کا نام سلیمان یا سلیم تھا حضرتؐ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا اور ان کی وفات حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے روز واقع ہوئی۔ آٹھویں **ابوضمیرہ** تھے جن کو حضرتؐ نے آزاد کر دیا تھا۔ اور وُہ آزادنامہ اُن کی اولاد میں آج تک موجود ومحفوظ ہے۔ نویں **مدعم** تھے جن کو فروہ بنتِ عمرو جذامی نے آنحضرتؐ کو ہدیہ کیا تھا اور وادی القریٰ میں ان کو ایک تیر لگا جس سے شہید ہوگئے۔ دسویں **ابومویہبہ** ہیں جو قبیلہ مزینہ میں پیدا ہوئے۔ حضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ گیارہویں **ابنیہ** ابن کردی ہیں جو عجمی تھے اور جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کی وفات حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ہوئی۔ بارھویں **فضالہ** ہیں جن کو رفاعہ بن زید نے حضرتؐ کو بخشا تھا اور وادی القریٰ میں شہید ہوئے۔ تیرھویں **طہمان**۔ چودھویں **ابوایمن** ان کا نام رباح تھا۔ پندرھویں **ابوھند**۔ سولھویں **انجشہ**۔ سترھویں **صالح**۔ اٹھارہویں **ابوسلمیٰ**۔ اُنیسویں **ابوعیب**۔ بیسویں **عُبید**۔ اکیسویں **افلح**۔ بائیسویں **ساودبقع**۔ تیئسویں **ابویقیط**۔ چوبیسویں **ابورافع اصغر**۔ پچیسویں **یسار اکبر**۔ چھبیسویں **کرکرہ**۔ جن کو ہودہ بن علی نے حضرتؐ کو ہدیہ کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اُن کو آزاد فرمایا۔ بعض کا قول ہے کہ وُہ غلام ہی رہے اور وفات واقع ہوگئی۔ ستائیسویں **ریاح**۔ اٹھائیسویں **ابولبابہ** جن کو حضرتؐ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اُنتیسویں **ابوالیسیر**۔ تیسویں **سلمان فارسیؓ**۔ اکتیسویں **بلالؓ حبشی**۔ بتیسویں **صہیبؓ رومی**۔ تینتیسویں **ابوبکرہؓ** جن کا نام نقیع تھا۔ وُہ قلعۂ طائف سے حضرتؐ کی خدمت میں آئے تھے اور آزاد کیئے گئے۔ چونتیسویں **اسلم رُومی**۔ پینتیسویں **حبشہ حبشی**۔ چھتیسویں **ماھر** جن کو مقوقس نے حضرتؐ کے لیئے ہدیہ بھیجا تھا۔ سینتیسویں **ابوثابت**۔ اڑتیسویں **ابونیرز**۔ اُنتالیسویں **مہران**۔

حضرتؐ کی آزاد کردہ کنیزوں میں دو کنیزیں مقوقس بادشاہِ اسکندریہ نے حضرتؐ کے لیئے بھیجی تھیں جن میں سے ایک جناب ماریہؓ مادرِ جناب ابراہیمؑ تھیں جن کو حضرتؐ نے اپنے لیئے مخصوص فرما لیا تھا۔ حضرتؐ کی وفات کے پانچ سال بعد ان کی وفات ہوئی، اور دوسری کنیز کو حضرتؐ نے حسانؓ بن ثابت کو بخش دیا تھا۔ **تیسری** ام ایمن تھیں جنہوں نے جناب رسولؐ کی تربیت فرمائی تھی۔ وُہ سیاہ فام تھیں حضرتؐ کی والدہ سے میراث میں ملی تھیں۔ ان کا نام برکہ تھا۔ حضرتؐ نے ان کو مکہ میں آزاد فرمایا اور عبید بن خزرجی سے تزویج فرمایا اُن سے ایمن پیدا ہوئے۔ جب عبید کا انتقال ہوگیا حضرتؐ نے ان کو زید سے تزویج فرمایا اور اُن سے اُسامہ پیدا

ہوئے۔ ایمن اور اُسامہ ماں کی طرف سے بھائی بھائی تھے **چوتھی**:۔ ریحانہ بنت شمعون تھیں جن کو بنی قریظہ سے غنیمت میں حضرتؐ نے اپنے لیئے مخصوص فرما لیا تھا۔ اور بعضوں نے آنحضرتؐ کی کنیزوں کے بارے میں نقل کیا ہے کہ مارِیہ دختر شمعون کو جن کو بادشاہِ حبشہ نے حضرتؐ کے لیئے بھیجا تھا سلمیٰ، رضوی اور اسلمہ اور آنسہ تھیں۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرتؐ کے ایک خواجہ سرا تھے جن کو مایورا کہتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے خادموں میں آزاد لوگوں میں انس بن مالک تھے؛ اور ہند دختر خارجہ، اور اسما دختر خارجہ تھیں۔ اور حضرتؐ کے کاتبوں میں حضرت امیر المومنینؑ کاتب وحی تھے اور غیر وحی بھی لکھتے تھے؛ اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت بھی کبھی کبھی وحی لکھتے تھے؛ اور زید اور عبداللہ بن ارقم بادشاہوں کو خط لکھتے تھے؛ اور علا ابن عقبہ اور عبداللہ بن ارقم قبالے لکھا کرتے تھے۔ زبیر بن العوام اور جہم بن صلت کاتب صدقات وزکوٰۃ تھے؛ حذیفہ کاتب صدقاتِ خرما تھے؛ اور کاتبوں میں ان لوگوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ عثمانؓ بن عفان، خالد بن سعید، ابان بن سعید، مغیرہ بن شعبہ، حصین بن نمیر، علا بن حضرمی، شرجیل بن حسنہ؛ حنظلہ بن ربیع؛ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ جس نے وحی کی کتابت میں خیانت کی حضرتؐ نے اُس پر لعنت کی۔ وُہ مرتد ہو گیا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک روز معاویہ کو طلب کیا کہ ایک خط لکھے۔ لوگوں نے کہا کہ وُہ کھانا کھاتا ہے حضرتؐ نے دوبارہ بلایا معلوم ہوا کہ ابھی کھانا کھا رہا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا اس کا شکم کبھی سیر نہ کرے۔ لہٰذا حضرتؐ کی نفرین کے سبب ہمیشہ وُہ بھوک کی تکلیف میں مبتلا رہا یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا۔

آنحضرتؐ کے دربان انس بن مالک تھے۔ اور حضرتؐ کے چند مؤذن تھے۔ **بلالؓ**، اور وُہ سب سے پہلے مؤذن تھے جنہوں نے حضرتؐ کے لیئے اذان کہی؛ دُوسرے عمر بن ام مکتوم تھے جن کے والد کا نام قیس تھا۔ تیسرے زیاد بن الحارث؛ چوتھے اوس بن مغیرہ؛ پانچویں عبداللہ بن زید انصاری؛ اور حضرتؐ کے منادی کرنے والے ابو طلحہ تھے اور جو لوگ آنحضرتؐ کے سامنے کافروں کی گردن مارتے تھے وُہ علیؑ بن ابی طالب، زبیر، محمد بن مسلمہ، عاصم ابن افلح اور مقدادؓ تھے۔ اور جو لوگ بعض موقعوں پر حضرتؐ کی پاسبانی کیا کرتے تھے وُہ سعدؓ بن معاذ تھے جو روز بدر حضرتؐ کی حفاظت میں گشت کر رہے تھے اور زکوان بن عبداللہ بھی اُس روز حضرتؐ کی حفاظت کر رہے تھے اور جنگ اُحد میں محمد مسلمہ، جنگ خندق میں زبیر حارس تھے اور جس شب صفیہ سے زفاف فرمایا سعد بن ابی وقاص اور ابو ایوب انصاری اور وادی قریٰ میں بلالؓ اور شب فتح مکہ میں زیاد بن اسد تھے۔ اور کچھ لوگ حضرتؐ کی حفاظت پر مقرر تھے۔ لیکن جب خدا نے وَاللّٰہُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل فرمایا تو حضرتؐ نے اپنی حفاظت کرنے والوں کو جواب دے دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمال میں عمرو بن حزام تھے جن کو حضرتؐ نے نجران کا والی بنایا تھا؛ زیاد بن اسید کو حضرموت کا؛ خالد بن سعید کو صنعا کا؛ ابوامیہ غزوی کو کندہ و صدق کا؛ ابو موسیٰ اشعری کو زبید و زمعہ عدن کا اور ساحل کا؛ اور معاذ بن جبل کو یمن کے بعض قصبات کا۔ عمرو بن عاص کو ابو زید انصاری کے ساتھ عمان کا؛ یزید بن ابو سفیان کو صدقات نجران کا؛ حذیفہؓ اور بلالؓ کو پھلوں کے صدقات کا؛ عباد

ابن بشیر انصاری کو بنی المصطلق کے صدقات کا؛ افرع بن حابس کو صدقات بنی یربوع کا؛ ادی بن حاتم کو صدقات بنی دارم کا؛ زبرقان بن بدر کو صدقات عوف کا؛ مالک بن نویرہ کو بنی یربوع کے صدقات کا؛ عدی بن حاتم کو صدقات بنی اسد کا؛ عیینہ بن حصین کو صدقات فزارہ کا، اور ابو عبیدہ بن الجراح کو صدقات مزینہ اور ہذیل و کنانہ کا والی مقرر فرمایا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد چھ تھے۔ حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس کی طرف بھیجا؛ شجاع بن وہب کو حارث بن شمر کی طرف؛ دحیہ کلبی کو بادشاہ روم کے پاس؛ سلیط بن عمرو کو ذہ بن علی حنفی کے پاس؛ عبداللہ بن حذافہ کو بادشاہ عجم کی طرف اور عمرو بن امیہ کو بادشاہِ حبشہ کے پاس بھیجا۔

حضرتؐ کے مداح شعرا یہ لوگ تھے:۔ کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، حسّانؓ بن ثابت، نابغہ جعدی، کعب بن زہیر، قیس بن صرمہ، لبید، ابن الزبعری، امیہ بن الصلت، عباس بن مرداس، طفیل غنوی، کعب ابن نمط، مالک بن عوف، قیس بن بحرا شجعی، عبداللہ بن حرب اسہمی، بخیر بن ابی سلمیٰ اور ابو وہبل جمحی۔

کلینی نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عثمان بن مظعون کی زوجہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور کہا یا رسولؐ اللہ عثمانؓ اکثر دنوں کو روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور میرے پاس نہیں آتے۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ غضبناک گھر سے باہر نکلے اس صورت سے کہ نعلین مبارک ہاتھوں میں لیئے ہوئے تھے۔ اور عثمان کے مکان پر پہنچے۔ وہاں اُن کو نماز میں مشغول دیکھا۔ عثمان نے حضرتؐ کو دیکھا تو نماز سے فارغ ہو کر حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے اُن سے کہا کہ اے عثمان خدا نے مجھے رہبانیت (ترکِ دُنیا) کے ساتھ نہیں بھیجا ہے بلکہ سہل و آسان شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں بھی روزہ رکھتا ہوں، نمازیں پڑھتا ہوں اور اپنی عورتوں سے مقاربت بھی کرتا ہوں۔ لہٰذا جو شخص میرا دین و فطرت چاہتا ہے اُس کو چاہیئے کہ میری سُنّت اور میرے طریقہ کو اختیار کرے اور عورتوں سے نکاح میری سنّت سے ہے۔

اُنہی حضرتؐ سے روایت ہے کہ جب عثمان بن مظعون رحمتِ الٰہی سے واصل ہوئے آنحضرتؐ نے اُن کی وفات کے بعد اُن کو بوسہ دیا۔ نیز اُنہی حضرتؐ سے روایت ہے کہ جب جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان بن مظعون کے جنازہ کے ساتھ جاتے تھے حضرتؐ نے ایک عورت کی آواز سُنی جو کہہ رہی تھی کہ اے ابو صائب تم کو بہشت گوارا ہو۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تجھ کو کیا معلوم کہ وُہ بہشتی ہے۔ تیرے لیئے یہی کہنا مناسب ہے کہ تو کہے کہ وُہ خدا و رسُولؐ کو دوست رکھتے تھے۔ اور جب آنحضرتؐ کے فرزند ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے شائستہ سلف عثمان بن مظعون سے ملحق ہو جاؤ۔[1]

[1] **مؤلف** فرماتے ہیں کہ عثمانؓ بن مظعون بڑے زاہدوں اور صلحائے صحابہ سے تھے اور حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کی تھی۔ اور مدینہ میں سب سے پہلے مہاجروں میں سے جس کی وفات ہوئی وُہ عثمان ہی تھے اور ان کی وفات بقولے ہجرت کے تیس ماہ بعد ہوئی اور دُوسرے قول کے مطابق بائیس ماہ بعد ہوئی (باقی بر صفحہ ۹۰۸)

کلینی نے بسندِ صحیح امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو جو آنحضرت کی چچازاد بہن تھیں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے تزویج فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں نے اِس واسطے ضباعہ کو مقداد سے تزویج کیا تاکہ نکاح پست ہوجاتے اور لوگ حسب ونسب کی مواصلت میں رعایت نہ کریں اور رسولِ خدا کی سنت کی تاسی واقتدا کریں۔ کیونکہ تم میں جو زیادہ پرہیزگار ہے خدا کے نزدیک وہی زیادہ عزت والا ہے۔ اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ زبیر، عبداللہ اور ابوطالب ایک ماں باپ کے فرزند تھے۔

بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تو کہا کہ ہم ابولہب کا علاج کیا کریں کہ وُہ ہمارے اس ارادہ میں مزاحم وحائل نہ ہو۔ ام جمیل ابولہب کی زوجہ نے کہا میں اُس کے شر سے تم کو محفوظ رکھوں گی۔ میں اُس سے کہوں گی کہ آج صبح گھر میں رہو تاکہ ہم شراب صبوحی پییں۔ چنانچہ دُوسرے روز جب ارادہ سے چلے توام جمیل نے ابولہب کو روک لیا اور اس کو شراب نوشی میں مشغول کر لیا۔ جناب ابوطالب نے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا اور کہا اے فرزند اپنے چچا ابولہب کے گھر پر جاؤ اور دروازہ کھولواؤ اگر دروازہ نہ کھولیں تو توڑ ڈالو اور گھر میں داخل ہو جاؤ۔ اور کہنا کہ میرے والد فرماتے ہیں کہ جس شخص کا چچا اپنی قوم کا سردار ہو نہیں ممکن ہے کہ وُہ ذلیل ہو۔ جناب امیرؑ ابولہب کے گھر آئے، دروازہ کو بند پایا اور ہر چند کھٹکھٹایا کسی نے دروازہ نہ کھولا، تو حضرتؑ نے دروازہ توڑ دیا اور گھر میں داخل ہوئے۔ ابولہب نے دیکھا تو کہا اے برادر زادے تم کو کیا کام ہے؟ حضرتؑ نے جناب ابوطالب کا پیغام پہنچایا۔ ابولہب نے کہا تمہارے باپ نے سچ کہا ہے لیکن کیا واقع ہوا؟ آپ نے فرمایا تمہارا برادر زادہ قتل کیا جارہا ہے اور تم شراب پینے میں مشغول ہو۔ یہ سُنتے ہی ابولہب نے جست کی اور اپنی تلوار اُٹھائی۔ اور چاہا کہ گھر سے باہر نکلے۔ ام جمیل منافقہ اُس سے لپٹ گئی۔ ابولہب نے ایک طمانچہ اُس کے رُخسار پر مارا کہ اُس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی اور ننگی تلوار لیتے ہوتے باہر نکلا۔ قریش نے جب اُس کو غضبناک دیکھا تو پُوچھا کہ اے ابولہب کیا ہُوا تجھ کو۔ ابولہب نے کہا میں نے اپنے بھائی کے لڑکے کی مخالفت پر تمہاری موافقت کی تو تم اُس کے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ لات وعزیٰ کی قسم میں نے ارادہ کیا ہے کہ مُسلمان ہوجاؤں۔ اور جب مسلمان ہوجاؤں گا تو دیکھو گے کیا کروں گا۔ یہ حال دیکھ کر قریش معذرت کرنے لگے اور اُس کو راضی کر کے واپس گھر بھیجا۔

بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ام ایمن اہل بہشت سے تھیں۔

بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کی رضاعی بہن حضرتؐ کی خدمت میں آئیں۔ جب حضرتؐ کی نگاہ مبارک اُن پر پڑی خوش ہوگئے اور اپنی چادر اُن کے لیئے بچھادی۔ اور اُس پر بٹھایا اور نہایت

(بقیہ ص۹۰۷) اور خاصہ وعامہ نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے ان کی وفات کے بعد ان کو بوسہ دیا اور جب دفن سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ وُہ ہمارے واسطے بہتر سلف ہیں۔ ۱۲

خندہ پیشانی سے اُن سے گفتگو کی۔ وُہ چلی گئیں تو اُن کے بھائی آتے۔ حضرتؐ نے ان کے ساتھ یہ اکرام نہ کیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ کیا سبب ہے کہ آپ نے اس کی بہن کا زیادہ اکرام فرمایا۔ حضرتؐ نے فرمایا اس لیئے کہ وُہ اپنے ماں باپ کے لیئے ان سے زیادہ نیک کردار ہے۔

بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے دو مؤذن تھے۔ ایک بلالؓ تھے اور دُوسرے ابن ام مکتومؓ۔ چونکہ ابن ام مکتوم نابینا تھے وُہ رات کو اذان کہتے تھے اور بلالؓ طلوعِ صبح کے بعد۔ اس سبب سے حضرتؐ فرماتے تھے کہ جب ماہِ رمضان میں بلالؓ کی اذان سُنو تو کھانا پینا ترک کر دیا کرو اور سمجھ لو کہ صبح ہوگئی ہے۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز دوشنبہ کو نبوت پر مبعوث ہوئے اور روز سہ شنبہ کو امیرالمومنینؑ ایمان لائے[1]۔ اُن کے بعد جناب خدیجہؓ حضرتؐ کی زوجہ طاہرہ ایمان لائیں۔ جناب ابوطالب جناب رسُولِ خدا کے خانۂ اقدس میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرتؐ نماز میں مشغول ہیں اور حضرت علیؑ آپ کی داہنی جانب کھڑے آپؐ کی اقتدا کر رہے ہیں۔ تو ابوطالب نے حضرت جعفر طیارؓ سے فرمایا کہ اپنے پسر عم کے بازو درست کرلو اور تم بائیں جانب کھڑے ہوجاؤ۔ یہ سُنکر جناب جعفرؓ بائیں طرف کھڑے ہوگئے تو حضورؐ آگے بڑھ گئے۔ غرض اسی طرح ایک مدت تک آنحضرتؐ کے ساتھ علیؑ وجعفرؓ وزیدؓ بن حارثہ اور خدیجہؓ کے سوا کسی نے نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ خداوندِ عالم نے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (آیت ۹۴ سورۃ الحجر پ۱۴) نازل فرمائی (یعنی جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے اُسے واضح طور پر سُنا دو اور مشرکین سے رُوگردانی کرو)۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سب سے بہتر بھائی علیؑ اور سب سے بہتر چچا حمزہؓ ہیں اور عباسؓ میرے باپ سے ایک اصل سے ہیں۔ اور امامؑ نے فرمایا کہ حضرتؐ نے جناب حمزہؓ کے جنازہ پر ستر تکبیریں کہی تھیں۔ نیز بسندِ معتبر ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسُولِ خدا خانۂ اقدس سے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوتے باہر آئے اور فرمایا اے گروہِ انصار اے فرزندان ہاشم وعبدالمطلب میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کا رسُولؐ ہوں۔ اور تین اشخاص میرے اہلبیتؑ میں سے علیؑ وحمزہؓ وجعفرؓ میرے ساتھ طینت مرحومہ سے خلق ہوئے ہیں اور مخالفوں کے طریق سے انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا نے فرمایا کہ ہم فرزندانِ عبدالمطلب بہشت کے بزرگ لوگوں میں سے ہیں۔ میں خدا کا رسُولؐ، حمزہ سیدالشہدا، جعفرؓ جن کو خدا دو پر عطا فرمائے گا، اور علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ اور مہدی۔ اور قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہیں جناب رسُولِ خدا جو اولین وآخرین کے سردار اور خاتم المرسلین ہیں اور اُن کا وصی اوصیائے پیغمبران میں سب سے بہتر ہے اور اُن کے دو فرزند حسن وحسین علیہم السلام

[1] امیرالمومنین کے ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے نبوت کی تصدیق کی ورنہ آپ کا نُور تو حضرتؐ کے نُور سے متصل رہا ہے جس کی تفصیل اس کتاب کی پہلی جلد میں ذکر ہوچکی۔ ۱۲ مترجم

بہترین فرزندانِ پیغمبران ہیں اور بہترین شہدا حمزہؑ ہیں جو اُن کے چچا ہیں۔ اور جعفرؑ جو فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اور قائم آلِ محمدؐ۔ اور علی بن ابراہیم نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ جناب رسُولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھے میرے اہلبیتؑ میں سے تین اشخاص سے برگزیدہ کیا ہے۔ مَیں اُن میں سب سے بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہوں مگر فخر نہیں کرتا۔ اور اُس نے مجھے اور ابوطالب کے دونوں بیٹے علیؑ وجعفرؑ کو اور حمزہؑ پسر عبدالمطلب کو برگزیدہ فرمایا۔ ایک روز ہم لوگ ابطح میں اپنی اپنی چادروں سے مُنہ چھپاکر سوئے ہوتے تھے۔ علیؑ میری داہنی جانب، جعفرؑ بائیں طرف اور حمزہؑ میرے پائنتی سو رہے تھے ناگاہ فرشتوں کے پروں کی آواز اور اپنے سینہ پر علیؑ کے ہاتھ کی ٹھنڈک سے میں بیدار ہو گیا۔ تو میں نے تین دوسرے فرشتوں کے ساتھ جبرئیلؑ کو دیکھا۔ ایک فرشتے نے جبرئیلؑ سے پُوچھا کہ ان چاروں اشخاص میں سے کس کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں۔ یہ سُنکر جبرئیلؑ نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا یہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بہترین پیغمبران ہیں، اور یہ علیؑ بہترین اوصیا ہیں اور وُہ جعفرؑ ہیں کہ دُو رنگین پروں کے ساتھ بہشت میں پرواز کریں گے اور وُہ شہیدوں میں سب سے بہتر حمزہؑ ہیں۔ نیز قولِ خدا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ (آیت ۲۳ پ ۲۱ سورۃ الاحزاب) **ترجمہ** "مومنین میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے خدا سے جو عہد کیا تھا اُسے پُورا کر دکھایا (بعض اُن میں سے وُہ ہیں جو مرکر) اپنا وقت پُورا کر گئے اور بعض اُن میں سے حکم خدا کے منتظر ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی بات میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔" امامؑ نے فرمایا کہ مُراد یہ ہے کہ مومنین میں سے وُہ لوگ ہیں جنہوں نے اُس عہد کو پُورا کر دکھایا جو خدا سے کیا تھا کہ ہرگز جنگ سے نہ بھاگیں گے یہاں تک کہ قتل ہو جائیں تو اُن میں سے بعض کی اجل آگئی اور وُہ اپنے عہد پر باقی رہے یہاں تک کہ دُنیا سے گزر گئے یعنی حمزہؑ اور جعفرؑ۔ اور اُن میں سے بعض اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت آنے پر شہادت سے مشرف ہوں اور وُہ علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اور انہوں نے کوئی امرِ دین تبدیل نہیں کیا۔ نیز اس آیت کی تفسیر میں اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ (آیت ۳۹ پ ۱۷ سورۃ الحج) جن مسلمانوں سے کفار جنگ کیا کرتے تھے اُن کو بھی جہاد کی اجازت دے دی گئی کیونکہ اُن پر بہت ظلم کیا گیا اور خدا ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔ روایت ہے کہ یہ پہلے علیؑ وحمزہؑ وجعفرؑ کی شان میں نازل ہوئی اُس کے بعد تمام لوگوں کے لیئے اُس کا حکم جاری ہوا یعنی اُن کے لیئے یہ ایک قانون بنا دیا گیا جن سے کفار لڑتے ہیں اور اُن پر ظلم کیا گیا ہے اور خدا اُن کی مدد پر قادر ہے۔

خصال میں بسندِ معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ لوگ مختلف درختوں سے پیدا ہوتے، اور مَیں اُس درخت سے تعلق رکھتا ہوں جس کی جڑ علیؑ ہیں اور شاخ جعفرؑ ہیں۔ نیز روایت ہے کہ جناب امیرؑ نے روزِ شوریٰ فرمایا کہ مَیں تم سے قسم دے کر پُوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی ہے جس کا کوئی بھائی جعفرؑ کے مانند ہو کہ خدا نے جس کو دو رنگین پروں سے آراستہ کیا ہو۔ جن سے وُہ بہشت کے درجوں میں جس جگہ چاہے پرواز کرے۔ اور اُس کا کوئی چچا مثل میرے چچا حمزہؑ کے ہو جو شیرِ خدا اور شیرِ رسُولؐ اور بہترین شہدا ہو۔ سب نے کہا ہم میں کوئی ایسا نہیں ہے۔ اور بصائر میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ساقِ عرش پر لکھا ہے کہ حمزہؑ خدا کے شیر اور رسُولؐ کے شیر اور سیّد الشہدا ہیں۔

کلینی نے بسندِ معتبر امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ کبھی کی حمیت نے صاحبِ حمیت کو داخلِ بہشت نہیں کیا سوائے حمیتِ حمزہؑ کے کہ وُہ جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیئے غصہ میں مسُلمان ہوئے جبکہ کفارِ مکہ نے اُونٹ کی آنتیں آنحضرتؐ کی پُشت مبارک پر ڈالیں۔

فرات بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (آیت ۵ سورۃ عنکبوت پ ۲۰) "جو شخص خدا سے ملنے کی اُمید رکھتا ہو تو خدا کی مقرر کی ہوئی میعاد ضرور آنے والی ہے۔" اور یہ آیت۔ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ (آیت ۶ سورۃ عنکبوت پ ۲۰) یعنی جس نے جہاد کیا اُس نے اپنے لیئے کیا۔" دونوں جناب حمزہؓ بن عبدالمطلب کی شان میں نازل ہوئیں۔

کلینی نے بسندِ حسن روایت کی ہے کہ سدیر نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ بنی ہاشم کی عزت وشوکت وکثرت کہاں تھی کہ امیرالمومنین جناب رسُولؐ خدا کے بعد ابوبکر وعمر اور تمام منافقوں سے مغلوب ہو گئے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ بنی ہاشم میں کون باقی تھا۔ جعفر وحمزہ جو سابقین اولین میں انتہائی ایمان ویقین کے مالک تھے عالمِ بقا کی جانب رحلت فرما چکے تھے، اور دُو مرد ضعیف الیقین اور کمزور نفس تھے جو تازہ مسلمان ہوتے تھے یعنی عباس وعقیل۔ وُہ دونوں جنگِ بدر میں اسیر کیئے گئے تھے اور آزاد کر دیئے گئے تھے۔ اُن کے ایمان میں اتنی قوت نہیں تھی۔ خدا کی قسم اگر حمزہؑ اور جعفرؑ زندہ ہوتے اُس فتنہ میں ابوبکر وعمر کی مجال نہ تھی کہ حضرت امیرالمومنین کا حق غصب کر لیتے۔ اور اگر اس کی کوشش کرتے تو یقیناً یہ حضرات ان کو قتل کر دیتے اسی حدیث کے مانند احتجاج میں بھی امیرالمومنین سے مروی ہے۔

فصل } اُس صدیق کے حالات جو بعثت سے پہلے حضرتؐ کا دوست تھا۔

کلینی اور حمیری نے بسندہائے معتبر امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ بعثت سے پہلے ایک مرتبہ ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے اُس نے آپ کی بڑی عزت کی۔ جب آنحضرتؐ مبعوث برسالت ہوئے لوگوں نے اُس سے کہا جانتے ہو کہ وُہ پیغمبرؐ کون مبعوث ہُوا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وُہ جو فلاں روز تمہارے پاس بیٹھے تھے اور تم نے اُن کی بڑی عزت وتکریم کی تھی۔ یہ سُنکر وُہ شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضری کے لیئے روانہ ہُوا۔ جب حضرتؐ کے پاس پہنچا کہا یا رسُولؐ اللہ آپ مجھے پہچانتے ہیں حضرتؐ نے فرمایا تم کون ہو؟ عرض کی مَیں وُہ ہوں کہ فلاں مقام پر فلاں روز آپ جس کے پاس بیٹھے تھے اور فلاں اور فلاں قسم کا کھانا مَیں آپ کے لیئے لایا تھا حضرتؐ نے فرمایا مرحبا تم خوب آئے جو چاہو مجھ سے سوال کرو۔ اُس نے کہا مَیں سو گوسفند مع اُن کے چرواہوں کے چاہتا ہوں حضرتؐ نے کچھ دیر تامل کیا پھر حکم دیا تو اُس کو دے دیئے گئے۔ حضرتؐ نے صحابہ سے کہا کہ اس مرد کو کون سا امر مانع ہُوا کہ مثل اُس بڑھیا کے سوال کرتا جو بنی اسرائیل سے تھی۔ لوگوں نے پُوچھا یا رسُولؐ اللہ اُس بڑھیا کا سوال کیا تھا؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے جناب مُوسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ جب شہر مصر سے باہر نکلو تو اپنے ساتھ استخوانہائے یوسفؑ قبر سے نکال کر بیت المقدس اپنے ساتھ لے جاؤ۔ جناب مُوسیٰؑ نے لوگوں سے پُوچھا کہ یوسفؑ کی قبر کہاں ہے؟ کسی نے نشانِ قبر نہ بتایا۔ ایک پیر مرد نے کہا کہ فلاں بُوڑھی عورت کو معلوم ہے حضرت

موسیٰؑ نے اُس کو طلب کیا اور دریافت کیا کہ تو جناب یوسفؑ کی قبر جانتی ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا مجھے بتا دے میں تیرے لیئے بہشت کا ضامن ہوتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا خدا کی قسم میں نہیں بتاؤں گی جب تک کہ آپ میرے لیئے وُہ عمل میں نہ لائیں جو میں کہوں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تیرے لیئے بہشت کی ضمانت کرتا ہوں۔ اُس نے کہا نہیں جو میں مانگوں جب تک آپ وُہ نہ دیں گے میں نہ بتاؤں گی؛ اُس وقت وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰؑ جو کچھ وُہ کہے اُسے قبول کرو کیونکہ مجھ پر کوئی امر دشوار نہیں ہے تو موسیٰؑ نے اُس سے کہا جو چاہے طلب کر۔ اُس نے کہا میں یہ فیصلہ کرتی ہوں کہ میں آپ کے ساتھ اُسی درجہ میں رہوں گی بہشت کے جس درجہ میں آپ ہوں گے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس مرد نے کیوں نہ اُس بُوڑھی عورت کے مانند مجھ سے سوال کیا۔

نیز کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے ایک شخص سے راہ و رسم تھی جس سے لین دین رکھتے تھے۔ جب رسالت پر مبعوث ہوئے اُس شخص سے ملاقات ہوئی تو اُس نے حضرتؐ سے کہا خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ میرے اچھے دوست تھے۔ آپ نے ہمیشہ میری موافقت کی اور کبھی لڑائی جھگڑا نہیں کیا۔ حضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ خدا تم کو بھی جزائے خیر دے کہ تم نے ہمیشہ مجھ سے اچھی طرح معاملہ کیا اور مجھ پر کوئی سُود وارد نہیں کیا اور نہ میرے مال میں طمع کیا۔

بسندِ حسن اُنہی حضرتؐ سے مروی ہے کہ عرب جاہلیت میں دو فرقے تھے حلم اور حمس۔ حمس قریش کو کہتے تھے، اور تمام عرب حلم کہلاتے تھے۔ اور ہر حلم پر لازم تھا کہ وُہ کسی حمس سے مصاحبت رکھے جو حرم میں سکونت رکھتا ہو۔ اور اگر کوئی عرب میں سے مکہ میں آتا جو کسی مکہ والے سے مصاحبت نہیں رکھتا تھا تو اُس کو خانہ کعبہ کے طواف کرنے کی اجازت نہیں تھی مگر برہنہ ہو کر کر سکتا تھا۔ کیونکہ اہلِ مکہ کے خیال میں ایسے لوگوں کا لباس وُہ ہوتا جس میں گناہ کیئے گئے ہوتے تھے۔ لہٰذا اُس لباس کو پہن کر طوافِ کعبہ نہیں کرنا چاہیئے تھا اور اگر اہلِ حرم میں سے کسی سے دوستی ہوتی تو اپنا لباس اُتار کر اُس دوست کا لباس پہن کر طواف کر لیتے تھے۔ جناب رسولِ خدا عیاض بن جماز مجاشعی کے مصاحب تھے اور عیاض اپنی قوم میں بہت گرامی اور صاحب عزت تھا اور اہل عکاظ کا قاضی تھا۔ جب عیاض مکہ میں آتا اپنا لباس اُتار کر حضرتؐ کے طاہر و پاکیزہ کپڑے پہن کر طواف کرتا پھر حضرتؐ کے کپڑے واپس دے دیتا۔ جب آنحضرت مبعوث ہوئے عیاض آنحضرتؐ کے لیئے ہدیہ لایا۔ حضرتؐ نے قبول نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو تیرا ہدیہ قبول کر دوں گا کیونکہ خداوندِ عالم میرے لیئے مشرکوں کا ہدیہ پسند نہیں فرماتا۔ اُس کے بعد عیاض مسلمان ہو گیا اور اُس کا اسلام بہتر ہوا۔ پھر وُہ حضرتؐ کے لیئے ہدیہ لایا اور حضرتؐ نے قبول فرمایا۔

ستاونواں باب

مہاجرین و انصار اور صحابہ و تابعین کی فضیلت اور اُن کے بعض مجمل حالات

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوشحال اُس کا جو مجھے دیکھے اور مجھ پر ایمان لاتے۔ یہی بات سات مرتبہ ارشاد فرمائی۔

بسندِ حسن حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے اصحاب بارہ ہزار تھے۔ مدینہ کے آٹھ ہزار، مکہ کے دو ہزار اور دو ہزار آزاد کیئے ہوئے لوگ تھے۔ اُن میں کوئی قدری نہ تھا جو خداوندِ عالم کے جبر کے قائل ہیں اور نہ کوئی مرجی تھا جو کہتے ہیں کہ ہر ایک کا ایمان ایک قسم کا ہے اور نہ کوئی حروری تھا جو امیرالمومنین کو ناسزا کہتے ہیں اور نہ کوئی معتزلی تھا جو کہتے ہیں کہ خدا کو بندوں کے عمل میں کوئی دخل نہیں اور خدا کے دین میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ اور وُہ شب و روز گریہ کرتے اور کہتے تھے کہ خداوندا ہماری روحوں کو قبض کر لے قبل اس کے کہ امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ہم کو پہنچے۔ دُوسری روایت کے مطابق وُہ کہتے تھے کہ ہم کو موت دے دے قبل اس کے کہ ہم میدہ کی روٹی کھائیں۔

بسندِ دیگر جناب رسولِ خدا سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ خوشحال اُس کا جس نے مجھے دیکھا اور کیا کہنا ہے اُس کا کہ اُس نے اُس کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا ہو۔ اور کیا کہنا ہے اُس کا کہ اُس نے اُسے دیکھا ہو جس نے اُسے دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا ہو۔[1]

شیخ طوسی نے بسند معتبر حضرت امیرالمومنین سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ میں تم کو تمہارے پیغمبرؐ کے اصحاب کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کو گالی مت دو اور تمہارے پیغمبرؐ کے اصحاب وُہ ہیں جو اُن کے بعد دین میں کوئی بدعت نہ کیئے ہوں گے اور نہ کسی بدعت کرنے والے کو پناہ دی ہو گی۔ بیشک جناب رسولِ خدا نے اُن کے بارے میں مجھ سے سفارش فرمائی ہے۔

نیز بسندِ صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ نے عراق میں لوگوں کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو موعظہ فرمایا اور روئے اور سب کو خوفِ خدا سے رُلایا پھر فرمایا کہ خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اپنے خلیل رسولِ خدا کے زمانہ میں ایک گروہ کو دیکھا جو صبح و شام اس حال میں گزارتے تھے کہ اُن کے بال بکھرے ہوئے گرد آلود، غذا سے اُن کے پیٹ خالی، اُن کی پیشانیاں زیادہ سجدے کرنے سے مانند

[1] مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حدیث مخالفوں کے طریقہ سے ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس فضیلت میں ایمان شرط ہے ۱۲

بکریوں کے زانو کے۔ وُہ راتیں عبادتِ الٰہی میں بسر کرتے تھے۔ کبھی قیام میں ہوتے، کبھی رکوع میں، کبھی سجود میں۔ اور اپنے پیروں اور پیشانیوں کو تعب میں مبتلا کرتے اور ہمیشہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتے رہتے اور رو رو کر اُس سے التجا کرتے تھے کہ اُن کے بدنوں کو آتشِ جہنم سے آزاد فرمائے۔ اور خدا کی قسم ہمیشہ اُن کو اسی حال میں عذابِ الٰہی سے خوفزدہ میں پاتا تھا۔

بسندِ دیگر عبدالرحمٰن جہنی سے روایت ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں جناب رسُولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ دو سوار دکھائی دیئے۔ حضرتؐ نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ دو اشخاص قبیلۂ مذحج سے ہیں وُہ قریب آئے تو معلوم ہوا کہ اُسی قبیلہ سے ہیں۔ اُن میں سے ایک حضرتؐ کے پاس آیا تاکہ بیعت کرے جب آنحضرتؐ نے اُس کا ہاتھ بیعت کے لیئے پکڑا تو اُس نے کہا یارسُولؐ اللہ مجھے آگاہ فرمایئے کہ جو شخص آپؐ کی زیارت سے مشرف ہو، آپ پر ایمان لائے، آپ کی رسالت کی تصدیق کرے اور آپؐ کی پیروی کرے تو اُس کے لیئے کیا اجر و ثواب ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اُس کے لیئے طوبیٰ ہے۔ یہ سُنکر اُس نے بیعت کی اور واپس چلا گیا۔ پھر دوسرا شخص حضرتؐ کے پاس آیا اور بیعت کرنے کے لیئے حضرتؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا یارسُولؐ اللہ مجھے مطلع فرمایئے کہ جو شخص آپ پر ایمان لائے، آپ کے ارشادات پر یقین کرے اور آپ کی پیروی کرے لیکن آپ کی زیارت نہ کیئے ہو تو اس کے لیئے کیا اجر و ثواب ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اُس کے واسطے بھی طوبیٰ ہے۔ یہ سُنکر اُس نے بھی بیعت کی اور واپس گیا۔

بسندِ دیگر آنحضرتؐ کے بعض اصحاب سے روایت ہے وُہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرتؐ کی خدمت میں ہم بیٹھے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی یارسُولؐ اللہ کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہے؟ کیونکہ ہم نے اسلام قبول کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر جہاد کیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہاں تم سے بہتر میری اُمت میں وُہ لوگ ہیں جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے۔

بسندِ معتبر کلینی نے روایت کی ہے کہ ابوعمر وزبیری نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا ایمان کے درجے ہیں جن کے سبب سے خدا کے نزدیک مومنین ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے عرض کی بیان فرمایئے تاکہ میں بھی سمجھوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے مومنین کے درمیان مسابقت قرار دی ہے۔ جس طرح میدان میں شرط لگا کر گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں اسی طرح خدا نے ایک دوسرے پر بقدر سبقت فوقیت دی ہے اور اُن کو ایک دوسرے پر ایمان و اعمالِ صالحہ میں آگے بڑھ جانے کے سبب سے فضیلت و کرامت بخشی ہے اور کوئی شخص اپنے سے آگے بڑھ جانے والے پر فضیلت نہیں رکھتا اور کوئی مفضول اپنے سے افضل پر فوقیت نہیں رکھتا اسی سبب سے جو لوگ اس اُمت کے آخر میں ایمان لائے ہیں۔ اور اگر ایمان میں آگے بڑھ جانے والوں کو فضیلت حاصل نہ ہوتی تو ہر وُہ شخص جو بعد میں ایمان لاتا تو بیشک اس اُمت کا آخر اُن کے اوّل سے مل جاتا بلکہ اعمالِ نیک کی زیادتی کے باعث اُس پر بھی فوقیت حاصل کر سکتا تھا۔ لہٰذا کوئی فضیلت اُن کو جو پہلے ایمان لائے ہیں اُن پر نہیں ہوگی جو بہت بعد میں ایمان لائے ہیں۔ مگر ایمان کے درجوں کے سبب خداوندِ عالم نے سابقین کو مقدم رکھا ہے اور دیر میں ایمان

لانے والوں کو پیچھے رکھا ہے۔ کیونکہ ہم بعض مومنین کو دیکھتے ہیں جو آخر میں ایمان لائے ہیں کہ اُن کی نماز، اُن کا روزہ اور حج و زکوٰۃ و جہاد و صدقات اگلے لوگوں سے زیادہ ہے۔ اگر ایمان میں سبقت کی فضیلت نہ ہوتی تو بیشک وُہ لوگ جو آخر میں ایمان لائے ہیں عمل کی زیادتی کے سبب اگلے لوگوں پر مقدم ہوتے۔ لیکن خداوندِ عالم نے انکار کیا ہے اس سے کہ آخر درجاتِ ایمان کو اوّل درجات پر اختیار کرے۔ اور اُس کو مقدم نہیں کیا جا سکتا جس کو خدا نے پیچھے رکھا ہے، اور اُس کو پیچھے نہیں کیا جا سکتا جس کو خدا نے مقدم کیا ہے۔ ابوعمرو نے کہا مجھے آگاہ فرمایئے اُن اُمور سے جن کی خدا نے ایمان کی جانب سبقت کرنے میں ترغیب دی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند کا ارشاد فرماتا ہے:۔ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (آیت ۲۱ سورۃ حدید پ ۲۷) اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنّت کی جانب تیزی سے بڑھو جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے مانند ہے۔ جو اُن لوگوں کے لیئے تیار کی گئی ہے جو خدا اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔" پھر فرمایا کہ :۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ آیت ۱۰ و ۱۱ سورۃ واقعہ پ ۲۷) یعنی ایمان اور اعمالِ صالحہ میں آگے بڑھ جانے والے بہشت کی جانب سبقت کرنے والے ہیں اور وہی لوگ مقرب بارگاہِ الٰہی ہیں۔" پھر فرمایا ہے:۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (آیت ۱۰۰ سورۃ توبہ پ ۱۱) مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے اور اُن لوگوں سے جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی خدا راضی ہوا اور وُہ خدا سے ہوئے۔" حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا نے درجۂ ایمان کے مطابق ان لوگوں کا پہلے ذکر کیا جنہوں نے پہلے ہجرت کی تھی، پھر دوسرے درجہ میں انصار کا ذکر کیا جنہوں نے مہاجرین کے بعد آنحضرتؐ کی مدد کی تھی، پھر تیسرے درجہ میں اُن کے تابعین کا نیکی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ غرض ہر گروہ کو اُس درجہ اور منزلت میں قرار دیا جو اُن کے لیئے اُس کے نزدیک ہے۔ اور اپنے دوستوں میں سے بعض کو بعض پر تفضیل دی ہے۔ پھر فرمایا کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (آیت ۲۵۳ سورۃ بقرہ پ ۳) یہ سب رسُول جو ہم نے بھیجے ہیں اُن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اُن میں سے بعض وُہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور بعض کے بہت درجے بعض پر بلند کیئے۔" پھر فرمایا:۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (آیت ۵۵، پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل) ہم نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت دی ہے۔" اور فرمایا:۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ (آیت ۲۱ سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵) غور کرو ہم نے بعض کو بعض پر کیسی فضیلت دی ہے اور آخرت میں سب سے بڑا درجہ اور سب سے زیادہ فوقیت عطا فرمائی۔" پھر فرمایا:۔ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ (آیت ۱۶۳ پ ۴ سورۃ آلِ عمران) خدا کے نزدیک اُن کے درجے (بلند) ہیں۔" اور فرمایا کہ:۔ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (آیت ۳ سورۃ ھود پ ۱۱) ہر صاحبِ فضیلت کو اُس کی فضیلت دی گئی ہے۔" ان تمام آیتوں کا مضمون پیغمبروں کے مرتبہ کی زیادتی پر مشتمل ہے۔ یعنی بعض کو بعض پر اور بعض کو دوسروں پر تفضیل کی دلالت کرتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ

دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (آیت ۲ سورۃ توبہ پ ۱) یعنی جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا خدا کے نزدیک اُن کے درجے بہت بلند ہیں" پھر فرمایا ہے کہ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً (آیت ۹۵، ۹۶ سورۃ النسآء پ ۵) یعنی خدا نے جہاد کرنے والوں کو اُن لوگوں پر جو گھروں میں بیٹھ رہے اجرِ عظیم کے ساتھ فضیلت دی ہے اور اُن کے لیئے خدا کی طرف سے درجے اور بڑی بخششیں اور عظیم رحمتیں ہیں" پھر فرمایا ہے کہ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا (آیت ۱۰ سورۃ حدید پ ۲۷) یعنی وُہ تم میں سے جس نے راہِ خدا میں فتح مکہ سے قبل اپنے مال صرف کیئے اور جہاد کیا اور وُہ جس نے بعد میں کیا درجہ میں برابر نہیں ہیں۔ وُہ لوگ درجہ میں اُن لوگوں سے بلند ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد راہِ خدا میں مال صرف کیا اور جہاد کیا"

شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک انصار دشمنوں کے دفع کرنے میں میری سپر ہیں۔ لہٰذا اُن سے غلطیاں ہو جائیں تو اُن کو معاف کر دو اور درگزر کرو، اور اُن کے نیک لوگوں کی مدد کرو۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب لوگ جوق در جوق رسُولِ خدا کے دین میں داخل ہو رہے تھے کہ ازد کے قبیلہ والے آئے جن کے دِل نازک اور زبان شیریں تھی۔ صحابہ نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ ہم نے دلوں کی نزاکت کو تو سمجھ لیا، لیکن اُن کی زبان کیوں شیریں ہے؟ فرمایا اس لیئے کہ زمانۂ جاہلیت میں مسواک کرتے تھے۔

اور شیخ طوسی نے بسندِ معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مسلمانوں کی تلواریں نیاموں سے باہر نہیں نکلیں اور ان کی صفیں نماز اور جہاد میں نہیں قائم ہوئیں اور اذان بلند آواز سے نہیں کہی گئی، اور قرآن میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ نازل نہیں ہوئی قبل اس کے کہ قبیلۂ اوس و خزرج کے لوگ مسلمان ہوں جو کہ انصار ہیں۔ [1]

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے ایک قریشی کو ایک مردِ شیعہ

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ صحابہ و مہاجرین اور انصار کے لیئے ان آیتوں اور حدیثوں میں جو مدح اور فضیلتیں وارد ہوئی ہیں وُہ اُن کے لیئے ہیں جو دین سے خارج نہیں ہوتے اور نہ منافق ہوتے اور نہ امیرؑ المؤمنین کے سوا کسی غیر حق خلیفہ کی متابعت کی ہے اور جو صحابہ کافر اور مرتد ہو گئے اور انہوں نے امیرؑ المؤمنین کی مخالفت کی اور اُن کے دُشمنوں کی مدد کی ہے وُہ کافروں سے بھی بدتر ہیں۔ چنانچہ رسُولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے بہت سے اصحاب روزِ قیامت حوضِ کوثر سے دُور کر دیئے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں تو خداوندِ عالم فرمائے گا کہ اے محمدؐ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد ان لوگوں نے کیا کیا۔ یہ تمہارے بعد دین سے ایڑیوں کے بل پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے۔ اس کے بعد خاصہ و عامہ کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں اس بارے میں انشاء اللہ لکھی جائیں گی۔ ۱۲

سے گفتگو کرتے ہوتے سُنا۔ کہ وُہ اُس پر فخر کرتا تھا اور اپنے نسب کی فوقیت ظاہر کرتا تھا۔ حضرتؑ نے اس کے جواب میں مردِ شیعہ سے فرمایا کہ تو اُس سے کہہ دے کہ ولایت و محبتِ اہلبیت کے سبب تو اُس سے شریف تر ہے۔

بسندِ صحیح حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ جناب رسُولؐ خدا چار قبیلہ والوں۔ انصار، عبدالقیس، اسلم، اور بنی تمیم کو دوست رکھتے تھے اور چار قبیلوں بنی اُمیہ و بنی حنیف و ثقیف اور بنو ہذیل کو دشمن رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میری ماں نے مجھے اس واسطے نہیں جنا ہے کہ میں بکری ہوں یا ثقفی ہوں۔ اور فرماتے تھے کہ ہر قبیلہ میں کوئی نجیب ہے سوائے بنی اُمیہ کے کہ اُس میں کوئی نجیب نہیں۔

شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ ایک روز امیرؑ المومنین نے فرمایا کہ قبیلۂ غنی اور قبیلہ باہلہ کو بُلاؤ کہ اپنے حصّہ کے عطیئے لے جائیں۔ اُسی خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور خلق کو پیدا کیا ہے کہ ان کو اسلام سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ اور میں حوضِ کوثر اور مقامِ محمود و شفاعت کے پاس گواہی دوں گا کہ یہ لوگ دُنیا و آخرت میں میرے دشمن ہیں۔ اور اگر خلافت پر میرے قدم قائم ہو گئے تو یقیناً چند قبیلوں کو چند قبیلوں کی طرف منتقل کر دوں گا اور بیشک ساٹھ قبیلوں کا قتل مباح کر دوں گا کیونکہ ان کو اسلام میں کچھ حصّہ نہیں ہے۔

اٹھاونواں باب

بعض اکابر صحابہ کے فضائل کا تذکرہ

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر کریزہ بن صالح سے روایت کی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذرؓ سے سُنا وُہ فرماتے ہیں کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرؑ کے بارے میں تین باتیں بیان فرمائی ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک میرے حق میں ہوتی میں اُس کو دُنیا اور دُنیا میں جو کچھ ہے اُن سب سے بہتر سمجھتا۔ اوّل یہ کہ خداوندا اعانت کر اُس کی اور اُسی کے ذریعہ سے مدد حاصل کر اور اُس کی مدد کر اور اُس کے دُشمنوں سے انتقام لے۔ بیشک وُہ تیرا بندہ ہے اور تیرے رسُول کا بھائی ہے۔ پھر ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ خدا کے ولی ہیں اور رسُولؐ کے بھائی ہیں اور وصی ہیں۔ پھر کریزہ نے کہا کہ اُن حضرتؑ کے لیئے یہی گواہی تمام مسلمانوں، سلمان فارسیؓ، عمار یاسرؓ، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابوالہیثم بن التیہانؓ، خزیمہؓ بن ثابت ذوشہادتین، ابوایوب انصاری اور ہاشم بن عتبہ مرقال رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے دی ہے جو افاضل اصحاب رسُولؐ تھے۔

بسندِ معتبر منقول ہے کہ امیرؑ المومنین سے لوگوں نے جناب ابوذرؓ کے بارے میں دریافت کیا آپؑ نے فرمایا کہ وُہ علوم حق سے آگاہ تھے اور اُس کا سر مضبوط باندھ رکھا تھا کہ اُس سے کوئی چیز باہر نہیں نکلتی تھی۔

پھر حضرت حذیفہؓ کے بارے میں پوچھا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ منافقین کے نام اُن کو خوب یاد تھے۔ پھر جناب عمارؓ کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا وُہ ایسے مومن تھے کہ اُن کی ہڈیوں کا مغز ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اور کام بھُول جایا کرتے۔ جب ان کو لوگ یاد دلاتے تو فوراً یاد آجاتا۔ پھر عبداللہؓ بن مسعود کا حال دریافت کیا۔ فرمایا اُنہوں نے قرآن پڑھا اور اُن کے سامنے قرآن نازل ہوا۔ لوگوں نے عرض کی جناب سلمان فارسیؓ کا حال بیان فرمایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ان کو علم اوّل وآخر مل گیا اور وُہ علم کے دریا تھے بے پایاں ہیں اور ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ لوگوں نے التجا کی کہ یا امیرالمومنین اپنا حال بیان فرمایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں ایسا تھا کہ جب میں سوال کرتا تھا تو رسُولؐ اللہ علم عطا فرماتے تھے اور جب خاموش رہتا تھا تو خود سے ابتدا کرتے تھے۔

ایضاً۔ حبہ عرنی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے دسؓ اشخاص کو عمارؓ کے بارے میں لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ ہر ایک کہتا تھا کہ میں نے اُن کو قتل کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا اس بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں کہ اُن میں سب سے پہلے کون جلد سے جلد جہنم میں جائے گا کیونکہ میں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ عمارؓ کا قاتل، اُن کے اسلحے لینے والا اور اُن کے کپڑے اُتارنے والا جہنم میں جائے گا۔ نیز روایت ہے کہ جب حضرت عمارؓ قتل ہو گئے لوگ حذیفہؓ کے پاس آئے اور کہا وُہ حضرتؓ مارے گئے اور لوگ اُن کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں کہ آیا حق پر تھے یا ناحق۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ حذیفہؓ نے کہا میں نے رسُولؐ خدا سے سُنا ہے آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ابوالیقظان فطرتِ اسلام پر قائم ہیں اور اپنے مرتے دَم تک اس کو ترک نہ کریں گے۔ نیز حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ کو دو باتوں میں جب اختیار دیا جاتا ہے تو وُہ اس کو اختیار کرتے ہیں جو اُن پر زیادہ دُشوار ہوتی ہے۔

قرب الاسناد میں بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسُولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھے چار اشخاص سے دوستی کا حکم دیا ہے۔ صحابہ نے پُوچھا یا رسُولؐ اللہ وُہ کون کون ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اُن میں سے ایک علیؑ بن ابی طالب ہیں اور یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ خدا نے مجھے چار شخصوں سے دوستی کا حکم دیا ہے۔ پُوچھا وُہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا وُہ علیؑ بن ابی طالب، مقدادؓ بن اسود، ابوذرؓ غفاری اور سلمانؓ فارسی ہیں۔

بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (آیت ۲۳ سورۃ الشوریٰ پ۲۵) یعنی اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی اُمت سے کہہ دو کہ میں تم سے تبلیغ رسالت کی اُجرت اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔ تو جناب رسُولِؐ خدا اُٹھے اور فرمایا اے لوگو! خدا نے میرے واسطے تمہارے اُوپر ایک فریضہ قرار دیا ہے کیا تم اس کو ادا کرو گے۔ یہ سُنکر اصحاب میں سے کسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ حضرتؐ ناکام واپس آئے۔ دُوسرے روز پھر صحابہ کے پاس آئے اور اُن کے درمیان کھڑے ہو کر وہی بات کہی پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسرے روز پھر حضرتؐ نے اُسی بات کا اعادہ کیا جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرتؐ

نے فرمایا ایہا النّاس! جو کچھ خدا نے میرے لیئے تم پر واجب قرار دیا ہے وُہ چاندی اور سونے کی قسم سے نہیں ہے اور نہ کھانے پینے کی قسم سے ہے۔ تب لوگوں نے پُوچھا کہ اچھا فرمایئے وُہ کیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور میری رسالت کا اجر میرے اہلبیتؑ کی محبت قرار دیا ہے۔ تب لوگوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا۔ اس کے بعد جناب صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اس عہد کو سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارؓ، مقدادؓ بن اسود، جابرؓ بن عبداللہ انصاری آزاد کردہ رسُولِؐ خدا جن کو ثبیت کہتے تھے، اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم؛ ان سات آدمیوں کے سوا کسی نے نہیں پُورا کیا۔

علی بن ابراہیم نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (آیت سورۃ کہف پ۱۶) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال نیک کرتے رہے اُن کی منزل جنّت الفردوس ہے۔ یہ آیت ابوذر، مقداد، سلمان اور عمار رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی اور خدا نے جنّت الفردوس کو ان کی منزل اور مسکن قرار دیا ہے۔

ابن بابویہ اور شیخ مفید وغیرہم نے بسندہائے معتبر روایت کی ہے کہ جناب رسُولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے میرے اصحاب میں سے چار شخصوں سے دوستی کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وُہ خود بھی ان کو دوست رکھتا ہے۔ صحابہ نے پُوچھا وُہ کون لوگ ہیں۔ یقیناً ہم سب چاہتے ہیں کہ اُنہی میں سے ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وُہ علیؑ بن ابی طالب، سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ ہیں۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ عمار یاسرؓ جنگِ صفین میں کہتے تھے کہ اس عَلَم کے نیچے میں نے رسُولؐ خدا کی خدمت میں رہ کر تین مرتبہ جنگ کی ہے اور یہ چوتھی مرتبہ ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں یا نخلستان ہجر میں ہم کو پہنچا دیں پھر بھی ہم سمجھیں گے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر۔

نیز امام رضا علیہ السّلام سے بسندِ معتبر روایت ہے کہ جناب رسُولؐ خدا نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ بہشت تمہاری، سلمان، ابوذر، عمار اور مقداد کی مشتاق ہے۔

بسندِ معتبر حضرت امیرالمومنین سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایمان کی جانب سبقت کرنے والے پانچ افراد ہیں۔ میں عرب میں سب سے پہلا شخص ہوں۔ سلمان اہلِ فارس میں سب سے پہلے ہیں صہیب اہلِ روم میں سب سے سابق؛ بلال حبشہ والوں میں سب سے سابق اور خباب قبط میں سب سے پہلے ہیں۔

بسندِ معتبر حضرت صادق اور حضرت امام رضا علیہم السّلام سے روایت ہے کہ اُن مومنوں کی محبت اور ولایت واجب ہے جنہوں نے اپنے پیغمبرؐ کے بعد خلیفۂ خدا اور دینِ خدا میں تغیّر و تبدّل نہیں کیا مثل سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود کندی، عمار بن یاسر، جابر بن عبداللہ انصاری، حذیفہ بن الیمان، ابوالہیثم بن تیہان، سُہیل بن حنیف، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن صامت، عبادہ بن صامت، خزیمہ بن صامت ذوالشہادتین اور ابوسعید خدری کے اور جو لوگ ان کے طریقہ پر چلے اور اُن کے ایسے کام کیئے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ زمین سات اشخاص کے واسطے پیدا کی گئی جن کے سبب سے اہلِ زمین روزی پاتے ہیں اور اُنہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ انہی کی برکت سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ اور وُہ ابوذر، سلمان، مقداد، عمار، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ میں ان کا امام اور پیشوا ہوں۔ اور یہی لوگ ہیں جو فاطمہ زہرا (صلواۃ اللہ وسلامہٗ علیہا) کی میت پر نماز کے لیئے حاضر تھے۔[1]

بسندِ معتبر حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ حق پر ہوں گے جبکہ دو لشکروں کے درمیان قتل کیئے جائیں گے جن میں سے ایک لشکر میرے دین و سُنت پر ہوگا اور دُوسرا دین سے خارج ہوگیا ہوگا۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں مذکور ہے کہ جب جناب سلیمانؓ نے آنحضرتؐ کے سامنے عبداللہ بن صوریا سے جو یہودیوں کا عالم تھا مناظرہ کیا تو عبداللہ نے اثنائے مناظرہ میں کہا کہ فرشتوں میں جبریلؑ ہمارے دُشمن ہیں۔ یہ سُنکر جناب سلمانؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو شخص جبریلؑ کا دُشمن ہے وُہ میکائیل کا دُشمن ہے۔ اور وُہ دونوں اُس شخص کے دشمن ہیں جو اُن کو دشمن رکھتا ہے اور دوست ہیں اُس کے جو اُن کو دوست رکھتا ہے۔ تو خداوندِ عالم نے جناب سلمانؓ کے قول کے موافق یہ دو آیتیں نازل فرمائیں۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝ (آیت ۹۷ و ۹۸ سورۃ بقرہ پ۱) اے رسُولؐ اُن سے کہہ دو کہ جو شخص جبریلؑ کا دشمن ہے اُس کا خدا دُشمن ہے، کیونکہ اُسؑ نے خدا کے حکم سے اس قرآن کو تمہارے دِل پر ڈالا ہے جو اُن کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اُن کے سامنے موجود ہیں اور یہ قرآن ایمانداروں کے واسطے خوشخبری ہے۔ تو جو شخص خدا اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے رسُولوں کا اور جبریلؑ و میکائیلؑ کا دُشمن ہے تو یقیناً خدا بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔" امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص جبریلؑ کا اس سبب سے دُشمن ہے کہ وُہ دشمنانِ خدا کے خلاف خدا کے دوستوں کی مدد کرتے تھے اور اس سبب سے کہ وُہ علیؑ ابن ابی طالب کے فضائل خدا کی جانب سے لاتے کہ وُہ خدا کے ولی ہیں تو اے رسُولؐ یہ قرآن اُنہوں نے تمہارے قلب پر بحکمِ خدا نازل کیا ہے اور اُس کے احکام لاتے ہیں ایسی حالت میں کہ وُہ کتاب خدا کی سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور راہِ حق کی ہدایت کرنے والی ہے اور ان لوگوں کو خوشخبری دینے والی ہے جو محمدؐ کی

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محتاج تاویل ہے شاید اس سے یہ مُراد ہو کہ اگر یہ لوگ اُس روز امیرالمومنینؑ کی متابعت نہ کرتے اور سب ابوبکرؓ کی بیعت کر لیتے تو خداوندِ عالم اہلِ زمین پر عذاب نازل کر دیتا پھر کوئی شخص زمین پر زندہ نہ باقی بچتا۔ اور جو کچھ اس حدیث میں ابن مسعود کے بارے میں وارد ہوا ہے دُوسری حدیث کے مخالف ہے جو ان کی مذمت میں وارد ہوئی ہے۔ اور اُن کا معاملہ مشتبہ ہے اگرچہ ان کی بدی راجح ہے۔ ۱۲

پیغمبری اور علیؑ اور اُن کے بعد کے اماموں کی ولایت پر ایمان لاتے ہیں اور اس لیئے وُہ خدا کے سچے دوست ہیں اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور علیؑ اور آلِ طیبینؑ کی محبت پر مرے۔ جناب رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے سلمانؓ بیشک خدا نے تمہارے قول کی تصدیق فرمائی اور تمہاری رائے کو صحیح قرار دیا۔ کیونکہ جبریلؑ خداوندِ جلیل کی جانب سے مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سلمان و مقداد آپس میں بھائی بھائی ہیں جو تمہاری محبت اور تمہارے بھائی، وصی اور تمہارے برگزیدہ علیؑ کی مودت میں سچے اور خالص ہیں اور یہ دونوں اشخاص تمہارے اصحاب میں جبریلؑ و میکائیلؑ کے مانند ہیں جیسے وُہ فرشتوں میں ہیں سلمانؓ اور مقدادؓ اُس کے دُشمن ہیں جو اُن میں سے کسی کا دُشمن ہے اور اُس کے دوست ہیں جو اُن سے دوستی رکھتا ہو اور محمدؐ و علیؑ کو دوست رکھتا ہو اور اُس کے دُشمن ہیں جو محمدؐ اور علیؑ کو دشمن رکھتا ہو۔ اگر اہلِ زمین سلمان اور مقداد کو دوست رکھیں محض اس لیئے کہ وُہ محمدؐ و علیؑ کو دوست رکھتے ہیں اور اُن کے دوستوں کو دوست اور اُن کے دشمنوں کو دشمن رکھتے ہیں جس طرح اُن کو آسمانوں کے حجابات اور عرش و کرسی کے فرشتے دوست رکھتے ہیں تو یقیناً خدا اُن میں سے کسی پر کسی طرح کا عذاب نہ کرتا۔

کتاب احتجاج میں امیرالمومنین سے روایت ہے۔ وُہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسُولِ خداؐ کی وفات ہوئی اور میں نے حضرتؐ کو غسل و کفن دے کر دفن کر دیا اور قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور جب فارغ ہوا تو میں نے فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور تمام اہلِ بدر اور اُن لوگوں کے گھروں پر گیا جو دین میں سبقت لے گئے تھے اور اُن کو اپنے حق کی قسم دی اور مدد کا طالب ہوا۔ لیکن اُن میں سے سوائے چار آدمیوں کے کسی نے قبول نہ کیا، اور وُہ ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ اور عمارؓ تھے۔ اور دُوسری روایت کے مطابق چوبیس ۲۴ آدمیوں نے اُن سے بیعت کی۔ حضرتؑ نے ان کو حکم دیا کہ صبح کو اپنے بال مونڈوا ئیں اور ہتھیار لگا کر میرے پاس آئیں اور بیعت کریں کہ جب تک قتل نہ کیئے جائیں گے آپ کی مدد سے باز نہ آئیں گے، لیکن جب صبح ہوئی تو سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور زبیرؓ[1] کے سوا کوئی نہ آیا۔ حضرتؑ نے تین رات مسلسل یُونہی لوگوں کو بُلایا مگر ان چار اشخاص کے سوا کوئی نہ آیا۔

بسندِ معتبر حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ جب امیرالمومنینؑ حضرت سرورِ عالمؐ کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو مجھ کو، ابو ذرؓ، مقدادؓ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بُلایا۔ خود ہمارے آگے کھڑے ہوئے اور ہم نے حضرتؑ کے پیچھے صف باندھی اور آنحضرتؐ پر نماز پڑھی۔ عائشہؓ اُسی حجرہ میں تھیں۔ جبریلؑ نے اُن کی آنکھوں کو بند رکھا تھا وُہ ہم کو نہ دیکھ سکیں۔

اصبغ بن نُباتہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن کوا نے حضرتؑ کے اصحاب کا حال دریافت کیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ اصحاب میں سے کس کا حال پُوچھتے ہو؟ کہا ابوذر غفاریؓ کا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے حضرتؐ فرماتے تھے کہ آسمانِ سبز نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین گرد آلود نے بار نہیں اُٹھایا کسی بات کرنے والے کا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ پھر حضرت سلمانؓ کا حال دریافت کیا۔ آپؑ نے

[1] اصل کتاب میں زبیرؓ ہی کا نام ہے مگر قرائن سے حضرت عمار ہی کا نام معلوم ہوتا ہے شاید کاتب کی غلطی سے بجائے عمار کے زبیر درج ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

فرمایا ہاں ہاں سلمانؓ ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں۔ اور اُن کے سوا دُنیا کہاں پیدا کرسکتی ہے کسی کو جو لقمانؑ حکیم کے مانند ہو۔ وُہ علمِ اوّل اور علمِ آخر کے جاننے والے تھے۔ عرض کی یا حضرتؑ مجھے عمارؓ کا حال سُنائیے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ وُہ ایسے تھے جن کا گوشت اور خون خدا نے آتشِ دوزخ پر حرام کر دیا ہے اور اُن کے گوشت و خون میں سے کسی کو جہنم کی آگ چھو نہیں سکتی۔ عرض کی یا حضرتؑ مجھے حذیفہ ابن الیمان کے حال سے آگاہ کیجیے۔ حضرتؑ نے فرمایا وُہ ایسے تھے جو منافقوں کے نام جانتے تھے اور اگر اُن سے حدودِ الٰہی کے بارے میں دریافت کرو گے تو اُن کو عارف و دانا پاؤ گے۔ عرض کی یا حضرتؑ کچھ اپنے بارے میں فرمائیے۔ حضرتؑ نے فرمایا جب میں حضرت رسُولؐ خدا سے دریافت کرتا تھا تو آپ اپنے علوم بتاتے تھے۔ اور خاموش رہتا تھا تو حضرتؐ خود سے ابتدا کر کے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔

بسندِ معتبر روایت ہے کہ ایک گروہ جناب امام رضا علیہ السلام کے دروازہ پر حاضر ہوا اور کہا ہم لوگ امیرؑ المومنین کے شیعہ ہیں۔ حضرتؑ نے اُن کو حاضری کی اجازت نہ دی اور ایک عرصہ تک اُن سے ملاقات نہ کی۔ جب ایک مدّت کے بعد اُن کو حاضری کی اجازت دی تو اُن لوگوں نے شکایت کی کہ اتنے دنوں تک آپ نے ہم سے ملنا پسند نہ فرمایا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ کیونکر تم کو آنے سے منع نہ کرتا حالانکہ تم جھُوٹا دعوےٰ کرتے ہو کہ ہم شیعۂ امیرالمومنین ہیں اور آنحضرتؑ کے شیعہ نہ تھے مگر حسنؑ، حسینؑ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ اور محمدؓ بن ابی بکر۔ یہ وُہ لوگ تھے جنہوں نے اُن میں سے کسی امر کی مخالفت نہ کی جن کی حضرتؑ نے اُن کو ہدایت کی تھی۔

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر حسین اسباط سے روایت کی ہے وُہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ سے سُنا جبکہ وُہ حضرتؑ جنگِ صفین کی طرف متوجہ تھے۔ حضرتؑ فرما رہے تھے کہ خداوندا اگر میں یہ جان لوں کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں اپنے تئیں اس پہاڑ سے گرا دوں تو ضرور گرا دوں گا۔ اور اگر تیری رضا اس میں ہے کہ آگ جلا کر اُس میں جل جاؤں تو ضرور جل جاؤں گا۔ اور میں اہلِ شام سے جنگ نہیں کر رہا ہوں مگر تیری خوشنودی کے لیے اور اُمید وار ہوں کہ مجھے تُو نا اُمید نہ کرے گا اُس سے جس کا قصد میں نے کیا ہے۔

سیّد ابن طاؤس نے مخالفوں کے طریقہ سے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسُولؐ اللہ نے فرمایا کہ بہشت میری اُمّت میں سے چار شخصوں کی مشتاق ہے اور آنحضرتؐ کا رُعب مانع ہوا کہ میں حضرتؐ سے دریافت کروں کہ وُہ کون لوگ ہیں۔ میں ابوبکر کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ آپ حضرتؐ سے دریافت کیجیے۔ ابوبکر نے کہا کہ میں اُن چار دل اشخاص میں اگر نہ ہوا تو بنی تمیم مجھ کو سرزنش کریں گے۔ یہ سُن کر میں عمر کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ آپ پُوچھیے۔ اُنہوں نے بھی یہی کہا کہ اگر میں اُن میں سے نہ ہوا تو بنی عدی مجھ کو طعنہ دیں گے۔ پھر میں عثمان کے پاس گیا۔ اور اُن سے خواہش کی کہ وُہ دریافت کریں۔ انہوں نے بھی کہا کہ اگر میں اُن میں سے نہ ہوا تو بنی اُمیہ مجھ کو ملامت کریں گے۔ آخر میں حضرت علیؑ کی خدمت میں گیا وُہ حضرتؑ اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے۔ میں نے کہا کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت

چار اشخاص کی مشتاق ہے۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ حضرتؐ سے دریافت فرمائیے کہ وُہ کون لوگ ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اُن سے پُوچھوں گا۔ میں اگر اُن چار شخصوں میں ہوا تو خدا کا شکر کروں گا اور اگر اُن میں میرا شمار نہ ہوا تو خدا سے سوال کروں گا کہ مجھے اُن میں سے قرار دے اور میں اُن کو دوست رکھوں گا۔ غرض حضرتؑ روانہ ہوئے اور میں بھی آپؑ کے ساتھ چلا۔ جب ہم آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ حضورؐ کا سرِ اقدس دحیہؓ کلبی کی گود میں ہے۔ جب دحیہ کلبیؓ نے امیرؑ المومنین کو دیکھا تعظیم کے لیے اُٹھے اور اُن کو سلام کیا اور کہا لو اپنے پسرِ عم کے سر کو اے امیرؑ المومنین کہ تم مجھ سے زیادہ سزاوار ہو۔ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور اپنا سر علیؑ کی گود میں دیکھا تو فرمایا کہ اے علیؑ شاید تم کسی حاجت کے لیے آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں یا رسُولؐ اللہ جب میں یہاں آیا تو دیکھا کہ آپ کا سرِ مُبارک دحیہ کلبیؓ کی گود میں تھا۔ تو وُہ اُٹھے اور مجھے سلام کر کے بولے کہ اپنے پسرِ عم کے سر کو گود میں لو۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے پہچانا کہ وُہ کون تھے عرض کی دحیہ کلبیؓ تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وُہ جبریلؑ تھے جنہوں نے تم کو امیرالمومنین کہا۔ جناب امیرؑ نے کہا میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں یا رسُولؐ اللہ انس نے مجھے بتایا کہ آپ نے فرمایا کہ بہشت میری اُمّت میں سے چار شخصوں کی مشتاق ہے لہٰذا فرمائیے کہ وُہ کون کون ہیں۔ حضرتؐ نے جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا کہ خدا کی قسم تم اُن میں سے پہلے ہو۔ پھر جناب امیرؑ نے عرض کی میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں یا رسولؐ اللہ اور وُہ تین اشخاص کون ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وُہ مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ ہیں۔

ابن ادریس نے بسندِ معتبر مفضل سے روایت کی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے ایک جماعت کے بارے میں دریافت کیا جو آنحضرتؐ کے بعد مرتد ہو گئی تھی۔ میں ہر ایک کا نام لے رہا تھا۔ حضرتؑ فرماتے جاتے تھے کہ دُور ہو میرے پاس سے یہاں تک کہ میں نے حذیفہؓ بن مسعود کا نام لیا۔ حضرتؑ نے ہر ایک کے بارے میں یُوں ہی فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو معلوم کرنا چاہتے ہو جن کے دلوں میں مطلق شک داخل نہیں ہوا تو وُہ ابوذر، مقداد اور سلمان تھے۔

عیاشی نے بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا سے رحلت فرمائی چار اشخاص علیؑ بن ابی طالبؑ، مقدادؓ، سلمانؓ اور ابوذرؓ کے سوا سب مرتد ہو گئے۔ راوی نے پُوچھا عمارؓ کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر اُن کو پُوچھتے ہو جن کے دلوں میں مُطلق شک داخل نہ ہوا ہو تو وُہ یہی تین اشخاص تھے۔

امام حسنؑ عسکری کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ایک روز صبح کو آنحضرتؐ مسجد میں تشریف فرما تھے اور مسجد صحابہ سے بھری ہوئی تھی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کس شخص نے آج اپنے برادرِ مومن کی اپنی شان کے شایان مدد کی؟ امیرؑ المومنین نے فرمایا کہ میں نے۔ حضرتؐ نے پُوچھا کیا مدد کی؟ جناب امیرؑ نے عرض کی کہ میرا گذر عمارؓ یاسر کی طرف ہوا ایک یہودی اُن سے لپٹا ہوا تھا جس کا تیس۳۰ درم عمارؓ کے ذمّہ قرض تھا جب عمارؓ نے مجھ کو دیکھا تو کہا اے برادرِ رسُولؐ اللہ یہ یہودی مجھ سے لڑ رہا ہے اور مجھے اذیت پہنچاتا ہے اور

ذلیل کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ آپ اہلبیت سے مَیں محبت کرتا ہوں۔ لہٰذا اپنی عزت وشان کے صدقہ میں مجھے اس سے رہائی دلوا دیجئے۔ جب مَیں نے چاہا کہ اس یہودی سے اُن کے بارے میں کچھ گفتگو کروں تو عمارؓ نے کہا اے برادرِ رسُولؐ میں آپ کو اپنے دل اور آنکھوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اس بات سے کہ آپ میری اس یہودی سے سفارش کریں بلکہ آپ اُس سے سفارش کیجیے جو آپ کی کوئی حاجت رد نہیں کرتا۔ آپ اُسی سے میرے متعلق سوال فرمایئے کہ اس یہودی کا قرض ادا کرنے میں میری مدد فرمائے اور مجھے قرض لینے سے بے نیاز کر دے۔ مَیں نے دُعا کی کہ خداوندا جواُن کی خواہش ہے ان کو عطا فرما۔ اور اس دُعا کے بعد مَیں نے عمارؓ سے کہا کہ ہاتھ بڑھا کر جو کچھ اپنے آگے پاؤ پتھر اور ڈھیلا اُٹھا لو کہ وُہ تمہارے واسطے خالص سونا ہو جائے گا تو اُنہوں نے ہاتھ بڑھا کر ایک بڑا پتھر اُٹھایا جو کئی من کا تھا وُہ خُدا کی قدرت اور اعجازِ سیّد الاوصیا سے سونے میں تبدیل ہو گیا۔ تو اُنہوں نے یہودی سے کہا تیرا قرض کتنا ہے؟ یہودی نے کہا تیس ۳۰ درم۔ پوچھا اُس کا سونا کتنا وزنی ہو گا یہودی نے کہا تیس ۳۰ دینار۔ اُس وقت عمارؓ نے کہا خداوندا اُس بزرگ عزت کا واسطہ جس کی شان کے سبب تُو نے اس پتھر کو سونا بنا دیا مَیں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس سونے کو ایسا نرم کر دے کہ مَیں یہودی کے قرض کے مطابق اس میں سے علیحدہ کر دوں تو خداوند عالم نے اُس کو اس قدر نرم کر دیا کہ عمارؓ نے باآسانی اُس میں سے تین مثقال کے وزن کے برابر توڑ کر اس یہودی کو دے دیا پھر باقی ماندہ سونے پر نگاہ کی اور کہا خداوندا مَیں نے سُنا ہے کہ تُو نے قرآن میں فرمایا ہے:۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی (آیت ۶-۷ سورۃ علق پ ۳۰)۔ یعنی یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے کو بے نیاز پاتا ہے۔" لیکن مَیں بے نیازی پسند نہیں کرتا جو میری سرکشی کا باعث ہو۔ لہٰذا اے معبود اس سونے کو اُسی کی عزت وجاہ کا واسطہ جس کے سبب سے تُو نے اس کو پتھر سے سونا بنا دیا پھر اس کو پتھر بنا دے۔ غرض وُہ پتھر ہو گیا اور عمار نے اُس کو پھینک دیا۔ اور کہا اے رسُولؐ خدا کے بھائی میرے لیے دُنیا وآخرت میں یہی کافی ہے کہ آپ کا شیعہ اور دوست ہوں۔ یہ سُنکر جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ عمارؓ کی اس بات سے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کو تعجب ہوا اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عمارؓ کی مدح وثنا میں آوازیں بلند کیں، اور رحمتِ الٰہی کی بارش مسلسل عرشِ اعظم سے اُن پر ہوئی۔ پھر عمارؓ سے فرمایا کہ اے ابوالیقظان تم کو خوشخبری ہو کہ دیانت میں علیؑ کے بھائی ہو اور ان کی محبت کرنے والے نیک لوگوں میں سے ہو اور اُن میں سے ہو جو اُن کی محبت میں قتل کیے جائیں گے اور تم کو ایک گروہ قتل کرے گا جو اپنے امام سے باغی ہو گا، اور دُنیا کا آخری تمہارا توشہ ایک صاع دُودھ ہو گا جس کو تم پیو گے اور تمہاری رُوح ارواحِ محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام سے جو خلق میں سب سے زیادہ بہتر ہیں ملحق ہو جائے گی۔ اور تم میرے نیک شیعوں میں سے ہو۔

اُسی تفسیر میں مذکور ہے کہ جب روزِ اُحد مُسلمانوں پر مصائب، زخم، تکلیف اور آلام جو گذرنا تھا گذر چکا اور وُہ لوگ مدینہ واپس آئے تو کچھ یہودی حذیفہؓ بن الیمان اور عمارؓ یاسر کے پاس آئے اور کہا کیا تم نے نہیں غور کیا اُس پر جو روزِ اُحد تم لوگوں پر گذرا۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جنگ بادشاہوں کی جنگ کے مانند ہے

کہ کبھی غالب ہوتے ہیں اور کبھی مغلوب۔ اگر وُہ پیغمبر ہوتے تو ہمیشہ غالب رہتے۔ لہٰذا اُن کے دین سے پھر جاؤ۔ حذیفہؓ نے اُس سے کہا خدا کی لعنت ہو تم پر مَیں تمہارے پاس نہیں بیٹھوں گا اور نہ تم سے کچھ بات کروں گا اور نہ تمہاری بات سُنوں گا۔ مَیں تم سے اپنی جان اور اپنے دین کے بارے میں ڈرتا ہوں اور تم سے دُور رہنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُن کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے؛ لیکن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے پاس بیٹھے رہے اور اُن کے جواب میں فرمایا کہ جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ بدر اپنے اصحاب سے نصرت و ظفر کا وعدہ فرمایا تھا اس شرط کے ساتھ کہ صبر کریں۔ اصحابؓ نے صبر کیا اور فتح پائی اور روزِ اُحد بھی اسی طرح فتح کا وعدہ کیا کہ ثابت قدم رہیں اور صبر کریں لیکن ان لوگوں نے شرط پر وفا نہ کی۔ ڈرے اور سُستی کی اور آنحضرتؐ کی مخالفت کی۔ اس سبب سے اُن کو جو پہنچنا تھا پہنچا۔ اور اگر اس جنگ میں بھی اطاعت کرتے اور صبر کی برداشت کرتے تو بیشک فتح پاتے۔ یہودیوں نے کہا اے عمارؓ اگر تم محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرتے تو ان پتلی ٹانگوں سے قریش پر فتح پا جاتے؟ عمارؓ نے کہا ہاں اُسی خدا کی قسم جس نے آنحضرتؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم کو اپنی رسالت کے فضائل وحکمت پہنچوا دیئے ہیں اور اپنے بھائی اور وصیؑ کی فضیلت سمجھا دی ہے جن کو سب سے بہتر وافضل اپنے بعد چھوڑیں گے اور اپنی ذریت طاہرہ کی فرمانبرداری کرنے کے بارے میں ارشاد فرما دیا ہے اور سختیوں کے در پیش ہونے اور حاجتوں کے موقع پر ان کو دُعا میں شفیع قرار دینے کا حکم دیا ہے۔ اور وعدہ فرمایا ہے کہ جو کچھ وُہ ہمیں حکم دیں باعتقادِ دُرست اُس کی طرف متوجہ ہوں اور میری غرض اُن کی اطاعت و فرمانبرداری سے ہو تو بیشک وُہ بات پوری ہو گی، یہاں تک کہ اگر وُہ مجھ کو حکم دیں کہ آسمانوں کو زمین پر گرا دوں یا زمینوں کو آسمانوں کے اُوپر لے جاؤں تو بیشک میرا پروردگار میری ان دونوں پتلی ٹانگوں کے باوجود میرا بدن اتنا قوی اور طاقتور بنا دے گا۔ یہ سُنکر اُن ملعون یہودیوں نے کہا نہیں اے عمارؓ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عزت خدا کے نزدیک اس سے بہت کم ہے جس قدر تم نے بیان کیا اور محمدؐ کے نزدیک تم اُس سے پست ہو جس قدر تم نے دعویٰ کیا۔ چونکہ اُن کے درمیان چالیس منافق تھے اس لیے عمارؓ اُن کی مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ مَیں نے اپنے پروردگار کی حجت تم پر تمام کر دی اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کی نصیحت سے کراہت رکھتے ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے اُن کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تمہاری گفتگو کی اطلاع مجھے ہو چکی ہے۔ لیکن حذیفہؓ اپنے دین کی حفاظت کے لیے شیطان اور اُس کے دوستوں کی مجلس سے بھاگ آئے اور وُہ خدا کے شائستہ بندوں میں سے ہیں۔ مگر اے عمار تم نے اپنے دین کے لیے مجادلہ کیا اور خدا کے رسُول محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خیر خواہی کی لہٰذا تم راہِ خدا میں بہترین جہاد کرنے والے ہو۔ حضرتؐ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ وُہ یہودی بھی آگئے جنہوں نے عمارؓ سے بحث کی تھی اور کہا اے محمدؐ یہ عمارؓ جو آپ کے اصحاب میں سے ہیں دعوےٰ کرتے ہیں کہ اگر آپ اُن کو آسمان کو زمین پر گرا دینے اور زمین کو آسمان پر لے جانے کا حکم دیں تو اُن کا اعتقاد ہے کہ وُہ آپ کے اس قول کی اطاعت کریں گے اور آپ کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کریں گے تو یقیناً خداوند عالم اس امر میں اُن کی مدد فرمائے گا؛ لیکن ہم تو اس سے بہت کم

عمل چاہتے ہیں کہ اگر آپؐ اپنی پیغمبری کے دعوے میں سچے ہیں تو ہم اتنے ہی پر قانع ہوتے ہیں کہ عمارؓ اپنی ان پتلی ٹانگوں کے باوجود اس پتھر کو زمین سے اٹھالیں۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے باہر تشریف فرما تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا جس کو دو سو اشخاص مل کر اُس کی جگہ سے حرکت نہیں دے سکتے تھے۔ یہودیوں نے کہا کہ اگر عمارؓ اس کو حرکت دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے اور اگر اپنی قوت سے بڑھ کر زور لگائیں گے تو ان کی پنڈلیاں ٹوٹ جائیں گی اور جسم کے اعضا ایک دُوسرے سے الگ ہو جائیں گے جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ کی پنڈلیوں کو کمزور اور حقیر مت سمجھو کیونکہ وُہ نیکیوں کے پلڑے میں کوہِ ثور و ثبیر و حرای اور کوہِ ابو قبیس سے بلکہ تمام رُوئے زمین اور جو کچھ اُس پر ہے سب سے زیادہ وزنی ہیں۔ کیونکہ خداؑ نے محمدؐ و آلِ محمد (علیہم الصّلوٰۃ والسّلام) پر اُن کے درُود بھیجنے کے سبب جو کچھ اس پتھر سے زیادہ سخت ہے سُبک اور ہلکا کر دیا ہے جبکہ اُس نے اُن آٹھ فرشتوں کے لیئے عرش کو اُن کے کاندھوں پر اُن کے صلوات بھیجنے کے سبب ہلکا کر دیا ہے اُس کے بعد جبکہ بیشمار فرشتے اُس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے حالانکہ یہ آٹھ فرشتے بھی اُنہی کے ساتھ تھے۔ پھر حضرتؐ نے عمارؓ سے فرمایا کہ اے عمار اعتقاد کے ساتھ میری اطاعت کرو اور کہو خداوندا بجاہِ محمدؐ و آلِ محمد (علیہم الصّلوٰۃ والسّلام) مجھ کو قوی بنادے تاکہ خدا اُس کو تمہارے لیئے آسان کر دے جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں جس طرح کہ اُس نے کالب بن یوقنا پر دریا کا عبور کرنا آسان کر دیا جس وقت کہ اُنہوں نے ہمارے حق کا واسطہ دے کر خدا سے دُعا کی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے" اور پانی پر روانہ ہو گئے" اور آخر دریا تک گئے" اور واپس آگئے" اور گھوڑے کے سُم تک تر نہ ہوئے۔ غرضکہ عمارؓ نے درست و مستحکم اعتقاد سے اُس کلمۂ طیبہ کے ساتھ تکلم کیا اور اُس سنگِ گراں کو اُٹھالیا اور اپنے سر سے اُونچا کیا اور کہا میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں یا رسُولؐ اللہ اُسی خدا کی قسم جس نے آپؐ کو پیغمبری کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ یہ پتھر میرے ہاتھ میں تنکے کے مانند ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کو اُس پہاڑ پر پھینک دو اور اشارہ کیا اُس پہاڑ کی طرف جو ایک فرسخ دُور تھا۔ جب عمارؓ نے ہوا میں اُس کو اُس قوت کے ساتھ پھینکا جو خداوندِ عالم نے آپ کو اُس وقت اہلبیتِ رسالت کے توسّل کی برکت سے کرامت فرمائی تھی، تو وُہ ہوا میں ایسا بلند ہوا کہ اُس پہاڑ کی چوٹی پر جاکر ٹھہرا۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے اُن یہودیوں سے فرمایا کہ تم نے عمارؓ کی طاقت دیکھی؟ وُہ بولے ہاں۔ پھر حضرتؐ نے عمارؓ سے فرمایا کہ اس پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ اس پتھر سے کئی گُنا بڑا ایک پتھر ہے اُس کو اُٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ جب عمارؓ کوہ کی طرف چلے خداوندِ عالم نے زمین کو ان کے پیروں کے نیچے لپیٹ دیا کہ دُوسرے ہی قدم میں وُہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے اور پتھر کو اُٹھالیا اور حضرتؐ کی خدمت میں لائے اور تیسرے قدم میں حضرتؐ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس پتھر کو زوروں کے ساتھ زمین پر پٹک دو۔ یہودیوں نے جو یہ حالت دیکھی ڈرے اور بھاگ گئے۔ عمارؓ نے اس زور سے پتھر کو پٹکا کہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اُس کے ذرّے غبار کے مانند ہوا میں بلند ہوئے۔ تب حضرتؐ نے یہودیوں سے فرمایا کہ اے یہودیو ایمان لاؤ، کیونکہ خدا کی نشانیاں تم نے مشاہدہ کرلیں۔ یہ سُن کر اُن میں سے بعض ایمان لائے اور بعضوں پر شقاوت

غالب ہوئی اور وُہ اپنے کفر پر اڑے رہے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اس پتھر کے مثل اور کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا نہیں یا رسُولؐ اللہ۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اُسی خدا کی قسم جس نے مجھے سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ ہمارے شیعوں میں کسی شخص کے گناہ پہاڑوں اور آسمان و زمین سے بھی زیادہ گراں اور سخت ہوں تو جب وُہ توبہ کرتا ہے اور ہماری محبت اپنے دل میں تازہ کرتا ہے تو اُس کے گناہ اس سے زیادہ زوروں سے زمین پر گرا دیئے جاتے ہیں جتنے زوروں سے عمارؓ نے اس پتھر کو زمین پر پٹکا ہے۔ اور ایک وُہ شخص بھی ہے جس کی عبادتیں زمین و آسمان اور کوہ و دریا کے مانند ہوتی ہیں اور وُہ ہم اہلبیتؑ کی ولایت کا منکر ہوتا ہے تو اس کی عبادتیں زمین پر اس سے زیادہ سختی کے ساتھ پٹک دی جاتی ہیں جیسے عمارؓ نے اس پتھر کو زمین پر مارا تو اس کی عبادتیں اسی پتھر کے مانند پارہ پارہ ہو جاتی ہیں۔ اور جب وُہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اُس کے لیئے کوئی نیکی نہیں ہوتی اور اُس کے گناہ پہاڑوں، زمین اور آسمان سے زیادہ بڑے ہوتے ہیں تو آخرت میں اُس کے لیئے شدید عذاب اور ہمیشہ کی سزا ہو گی۔ جب عمارؓ نے یہ قوت اپنے میں مشاہدہ کی کہ ایسے گراں پتھر کو زمین پر دے مارا اور وُہ غبار کے مانند ہوا میں اُڑ گیا تو رسُولؐ اللہ سے عرض کی کہ مجھے اجازت دیجیئے کہ میں اس طاقت کے ساتھ جو اس وقت خدا نے مجھے عطا کی ہے ان یہودیوں سے جنگ کروں اور سب کو مار ڈالوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے عمارؓ خداؑ فرماتا ہے:۔ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (آیت ۱۰۹ سورۂ بقرہ، پ۱) یعنی معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم بھیجے"۔ حضرتؐ نے فرمایا یعنی اپنا عذاب، اور فتحِ مکہ، اور وُہ تمام اُمور جن کا وعدہ فرمایا ہے۔

کتاب مذکور میں امام زین العابدینؑ سے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (آیت ۲۰۷ سورۃ البقرہ پ۲) یعنی لوگوں میں ایک وُہ شخص بھی ہے جو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیئے اپنی جان بیچتا ہے اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے"۔ اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیک صحابہ کی شان میں نازل ہوئی جن پر اہلِ مکہ نے سختیاں کیں اور اُن کو اذیتیں پہنچائیں تاکہ وُہ دینِ اسلام سے پھر جائیں۔ اور وُہ لوگ بلال و صہیب و خباب و عمار بن یاسر اور اُن کے باپ ماں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تھے بلالؓ کو ابوبکر بن ابی قحافہ نے دو غلام حبشی کے عوض خرید کیا۔ جب وُہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو امیرالمومنینؑ کی اُس سے زیادہ تعظیم کی جس قدر وُہ ابوبکر کی کیا کرتے تھے۔ تو مفسدوں کی ایک جماعت نے کہا اے بلالؓ تم نے کفرانِ نعمت کیا اور ابوبکر کی فضیلت کو گھٹایا جو تمہارے آقا ہیں اور تم کو خرید کر آزاد کیا اور کافروں کی قید و سختی سے رہائی بخشی حالانکہ علیؑ نے تمہارے ساتھ کوئی اس قسم کا احسان نہیں کیا ہے اور تم اُن کی عزت و توقیر اور تعظیم ابوبکر سے زیادہ بجالاتے ہو یہ کفرانِ نعمت ہے جو اُن کے متعلق ظاہر کرتے ہو اور حق ناشناسی ہے جو اُن کے حق میں عمل میں لاتے ہو۔ بلالؓ نے کہا کیا مجھ پر لازم ہے کہ جناب رسُولِ خدا کی تعظیم سے زیادہ ابوبکر کی تعظیم کروں۔ ان لوگوں نے کہا معاذ اللہ

ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے زیادہ ابوبکرؓ کی تعظیم کرو تو بلالؓ نے کہا یہ تمہاری بات پہلی گفتگو کے خلاف ہے جو تم نے کہا کہ میرے لیئے ابوبکرؓ سے زیادہ علیؑ کی تعظیم جائز نہیں اس لیئے کہ ابوبکرؓ نے مجھے خرید کر آزاد کیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ برابر نہیں کیونکہ رسُولؐ تمام خلائق سے افضل ہیں۔ بلالؓ نے کہا علیؑ بھی پیغمبرؐ خدا کے بعد خدا کے نزدیک بہترین خلق اور محبوب ترین خلق ہیں اس لیئے کہ جس وقت پیغمبرؐ کے لیئے مُرغ بریاں لایا گیا حضرتؐ نے دُعا کی کہ خداوندا اپنی سب سے زیادہ محبوب مخلوق کو میرے پاس بھیجدے تاکہ وُہ اس مُرغ کے کھانے میں میرے ساتھ شریک ہو تو علیؑ آئے اور اُس مُرغ کے کھانے میں شریک ہوئے اور مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ رسُولؐ خدا سے مشابہ ہیں کیونکہ خدا نے اُن کو رسُولؐ کا دینی بھائی قرار دیا ہے۔ لہٰذا ابوبکرؓ کو مجھ سے وُہ اُمید نہ رکھنا چاہیئے جو تم لوگ دلاتے ہو۔ کیونکہ وُہ جانتے ہیں کہ علیؑ اُن سے افضل ہیں اور مجھ پر علیؑ کا حق اُن سے زیادہ ہے کیونکہ علیؑ نے مجھ کو عذابِ الٰہی سے رہائی بخشی ہے اور ان کی محبت اور اُن کو دُوسروں سے افضل سمجھنے کے سبب میں بہشت کی ابدی نعمتوں کا مستحق ہوا ہوں۔

امام نے صہیبؓ کے بارے میں فرمایا وُہ کافروں سے کہتے تھے کہ میں بُوڑھا شخص ہوں اور میرا تمہارے ساتھ رہنا تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ میری جُدائی تم کو کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا میرا مال لے لو اور مجھے میرے دین پر چھوڑ دو؛ لہٰذا اُن کافروں نے اُن کا سب مال لے لیا۔ جناب رسُولِ خدا نے صہیبؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کس قدر مال تھا جو تم نے ان کو دے دیا۔ عرض کی سات ہزار درم تھے۔ حضرتؐ نے پُوچھا کہ کیا تم نے خوشی سے وُہ مال ان کو دے دیا؟ صہیبؓ نے جواب دیا اُسی خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر تمام دُنیا خالص سونا ہوتی اور میں سب کا مالک ہوتا تو آپ کے جمالِ اقدس اور آپؐ کے برادر و وصی علیؑ بن ابی طالب کے چہرۂ انور کی طرف ایک نظر دیکھنے کے عوض سب دے دیتا۔ جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بہشت کے خزینہ داروں کو اس سے عاجز کر دیا کہ جو کچھ اُس مال کے عوض جو مال خداوند عالم نے تم کو کرامت فرمایا کچھ احسان رکھیں اس سچے اعتقاد کے سبب جو تم کو حاصل ہے کیونکہ کوئی بھی سوائے خدا کے احصا نہیں کر سکتا اُن مالوں کا جس نے اُن کو پیدا کیا ہے۔

پھر امام نے خباب بن الارت کے بارے میں فرمایا کہ کفار نے ان کو زنجیر گراں سے باندھ دیا اور ایک طوق ان کی گردن میں ڈال دیا تھا تو انہوں نے محمدؐ و علیؑ اور اُن کی آلِ طیبین کا واسطہ دے کر خدا کو پکارا، خدا نے اُن کی برکت سے اُس زنجیر کو گھوڑا بنا دیا جس پر وُہ سوار ہوتے اور اُس طوق کو تلوار بنا دیا جس کو حمائل کر لیا اور اپنے مقام سے باہر نکلے۔ جب کافروں نے اُن کو اس حال سے دیکھا تو ایک کی بھی جرأت نہ ہوتی کہ اُن کے نزدیک آتے اور وُہ کہتے تھے کہ جو تم میں سے چاہے میرے پاس آکر دیکھ لے کہ میں نے خدا، محمدؐ و علیؑ اور اُن کی آلؑ کا واسطہ دے کر دُعا کی ہے اور جانتا ہوں کہ اگر اس عقیدہ کے ساتھ تلوار کوہِ ابوقبیس پر ماروں تو وُہ بھی دو ٹکڑے ہو جائے۔ غرض کوئی اُن کے پاس نہ آسکا اور وُہ جناب رسُولِ خدا

خباب بن الارت کا حال

کی خدمت میں پہنچ گئے۔

پھر امام نے یاسر اور عمار کی والدہ کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے خدا کی خوشنودی کے لیئے صبر کیا۔ یہاں تک کہ ان کو کافروں نے شکنجہ میں کس کر شہید کر دیا۔

عمارؓ کے بارے میں فرمایا کہ ابوجہل ان کو اذیتیں دے رہا تھا تو خداوند عالم نے اس کی انگوٹھی کو اس کی انگلی میں اس قدر تنگ کر دی کہ وُہ بے چینی کے سبب زمین پر گر پڑا اور اُس کے پیراہن کو اس کے جسم میں اس قدر وزنی کر دیا کہ آہنی زرہوں سے زیادہ گراں ہو گئی تو ابوجہل نے عمارؓ سے کہا کہ مجھ کو اس کی گرانی اور تکلیف سے رہائی دو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ بلا مجھ پر سوائے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عجیب باتوں کے اور کسی وجہ سے نہیں ہے۔ یہ سُنکر عمارؓ نے اُس کی انگوٹھی اُس کی اُنگلی سے نکال لی اور اُس کا پیراہن اُتار لیا تو ابوجہل نے کہا اب تم مکہ میں مت رہو ورنہ تم مجھ کو بدنام کرو گے اور کہو گے کہ میں نے اُس کی انگوٹھی اور پیراہن اُتارا تھا۔ غرض عمارؓ مدینہ کی جانب چلے جب آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے تو صحابہ نے کہا کہ خباب نے اُن معجزات کے سبب نجات پائی جو اُن کے لیئے ظاہر ہوا۔ کیا سبب ہے کہ تمہارے باپ ماں شکنجہ میں کسے گئے یہاں تک کہ مر گئے۔ عمارؓ نے کہا یہ اُس خدا کا حکم تھا جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے نجات بخشی اور یحییٰ اور زکریا (علیہم السّلام) کو قتل کے امتحان میں مُبتلا کیا یہ سُنکر جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم بڑے فقیہوں اور عقلمندوں میں سے ہو۔ عمار نے کہا یا رسُولؐ اللہ میرے لیئے علم سے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ خداوند عالمین کے رسُولؐ اور خلق میں سب سے بہتر و افضل ہیں اور یہ کہ آپ کے بھائی علیؑ آپ کے وصی اور خلیفہ ہیں اور اُن میں سب سے بہتر و برتر ہیں جن کو آپ اپنے بعد چھوڑیں گے اور یہ کہ حق بات آپ کا ارشاد اور اُن کا ارشاد ہے اور حق کردار آپ کا اور اُن کا کردار ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ خداوند عالم نے مجھے آپ حضراتؑ کی دوستی و موالات کی اور آپ کے دشمنوں کی دُشمنی کی توفیق نہیں دی ہے مگر یہ کہ اُس نے چاہا ہے کہ مجھے آپ حضرات کے ساتھ دُنیا و آخرت میں وابستہ رکھے۔ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمار تم نے سچ کہا۔ اور بیشک حق تعالےٰ تمہارے ذریعے سے دین کو قوت دے گا اور غافلوں کے عُذر کو قطع کرے گا اور معاندین کے کینہ کو ظاہر کرے گا جبکہ تم کو وُہ گروہ قتل کرے گا جو اپنے امام برحق سے باغی ہو گا۔ پھر فرمایا کہ اے عمار علم کے سبب سے تم پہنچے ہو اُس فضیلت کی بلندی تک جس پر پہنچے ہو۔ اور اپنے علم میں اضافہ کرو تاکہ تمہاری فضیلت زیادہ ہو اس لیئے کہ جب بندہ طلبِ علم کے لیئے نکلتا ہے تو خلاقِ عالم عرشِ اعظم سے اُس کو ندا دیتا ہے کہ مرحبا اے میرے بندے آیا جانتا ہے کہ کس منزلت کو طلب کر رہا ہے اور کس درجہ کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو ملائکہ مقربین کی مشابہت کی تلاش میں ہے تاکہ اُن کے قریب ہو جائے؛ بیشک تیری مُراد پُوری کروں گا اور تیری حاجت برلاؤں گا۔

شیخ مفید نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ میں نے جابر انصاری کو کہتے ہوئے سُنا کہ اگر سلمانؓ و ابوذرؓ زندہ ہو جائیں تو دیکھیں آج اس گروہ کو جو آپکے اہلبیتؑ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو یقیناً وُہ کہیں گے کہ یہ جھُوٹے ہیں۔ اور اگر یہ آپ کی محبت کے دعویدار سلمانؓ و ابوذرؓ ایسے لوگوں کو

دیکھیں تو بیشک کہہ اُٹھیں گے کہ وُہ دیوانے ہیں۔

کلینی وغیرہ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں۔ مقدادؓ ایمان کے آٹھ درجہ پر، ابو ذرؓ نو درجہ پر اور سلمانؓ دس درجہ پر فائز ہیں۔

کتاب روضۃ الواعظین وغیرہ میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہم السّلام سے مروی ہے کہ قیامت کے روز ایک منادی حق تعالیٰ کی جانب سے ندا کرے گا کہ کہاں ہیں حواریانِ محمدؐ بن عبداللہ رسولؐ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جنہوں نے اپنے عہد وپیمان کو نہیں توڑا اور اپنے عہد پر باقی رہے یہاں تک کہ دُنیا سے رحلت کی۔ اُس وقت سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ اٹھیں گے۔ پھر ندا ہوگی کہ وصیٔ محمدؐ بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علیؑ کے حواریین کہاں ہیں تو عمروؓ بن حمق خزاعی و میثمؓ تمار و محمدؓ بن ابی بکر اور اویسؓ قرنی اُٹھیں گے۔

اُسی کتاب میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے پوچھا کہ آپ عمارؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرتؑ نے تین مرتبہ فرمایا کہ خدا عمارؓ پر رحمت نازل فرمائے انہوں نے امیرالمومنین کی خدمت میں رہ کر جنگ کی اور شہید ہوئے۔ راوی نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس سے بڑھ کر درجہ اور مرتبہ نہیں ہوسکتا تو حضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم گمان کرتے ہو کہ وُہ اِن تین افراد سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کے مثل ہوسکتے ہیں؟ افسوس ہے افسوس ہے۔ راوی نے کہا عمارؓ کیا جانتے تھے کہ اُس روز شہید ہوجائیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ انہوں نے اُس روز جب دیکھا کہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور ساعت بساعت تیز ہوتی جارہی ہے اور لوگ زیادہ مقتول ہورہے ہیں تو صف سے الگ ہوکے امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کیا میرے قتل ہونے کا وقت آگیا۔ حضرتؑ نے فرمایا اپنی صف میں جاؤ عمارؓ نے تین مرتبہ یہی سوال کیا اور حضرتؑ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا یہاں تک کہ آخر میں فرمایا کہ ہاں۔ یہ سُنکر عمارؓ مردانہ وار اپنی صف میں پلٹ آئے اور یقین وایمان کے ساتھ مشغولِ جہاد ہوئے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ آج اپنے دوستوں سے ملاقات کروں گا جو محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے گروہ والے ہیں۔

نیز اُسی کتاب میں رسُولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بہشت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔ جناب امیرؑ نے پوچھا وُہ کون لوگ ہیں حضرتؐ نے فرمایا کہ تم اُن میں سے ہو اور سب سے پہلے ہو۔ دُوسرے سلمانؓ فارسی ہیں بیشک ان میں غرور ونخوت نہیں ہے۔ وُہ تمہارے خیر خواہ ہیں لہٰذا اُن کو اپنا مددگار قرار دو۔ تیسرے عمارؓ بن یاسرؓ ہیں جو بہت موقعوں پر تمہارے ہمراہ ہوں گے۔ اور کوئی موقع ایسا نہ ہوگا جبکہ ان کی نیکیاں بہت اور اُن کا نور عظیم اور اُن کا اجر زیادہ نہ ہوگا۔

ایضاً، حضرت صادقؑ نے روایت کی ہے کہ ہر خاندان سے یقیناً کوئی نجیب ہوتا ہے اور نجیبوں میں سب سے زیادہ نجیب بدترین خاندان سے محمدؓ بن ابی بکرؓ ہیں۔

فرات بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ (آیت سورۃ تین پ ۳۰) "یعنی سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے تو اُنکے لیئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔" حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت علیؑ بن ابیطالب، سلمانؓ، ابوذرؓ،

مقداد اور عمار رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

کتاب اختصاص میں روایت ہے کہ عیسیٰ بن حمزہ نے حضرت صادقؑ سے دریافت کیا کہ وُہ چار اشخاص جن کے بارے میں رسُولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ بہشت ان کی مشتاق ہے کون کون ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں وُہ سلمانؓ، ابوذرؓ، مقداد اور عمار رضی اللہ عنہم ہیں۔ راوی نے پُوچھا ان میں سب سے بہتر کون ہے فرمایا سلمانؓ، پھر تھوڑے تامل کے بعد فرمایا کہ سلمانؓ کو وُہ علم تھا کہ اگر اس کو ابوذرؓ جانتے تو کافر ہوجاتے۔[1]

بسندِ صحیح امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جابر انصاریؓ نے کہا کہ میں نے جنابِ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلمانؓ فارسی کے بارے میں پُوچھا۔ حضرتؐ نے فرمایا سلمانؓ علم کا دریا ہیں کوئی اُن کے علم کی انتہا نہیں پاسکتا سلمانؓ مخصوص ہیں علم اوّل وآخر سے۔ خدا اُس کو دشمن رکھتا ہے جو سلمانؓ کو دشمن رکھتا ہے اور خدا دوست رکھتا ہے اُس کو جو دوست رکھتا ہے ان کو۔ جابرؓ نے کہا ابوذرؓ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا وُہ ہم میں سے ہیں۔ خدا دشمن رکھتا ہے اس کو جو اُن کو دشمن رکھتا ہے اور دوست رکھتا ہے اس کو جو اُن کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جابرؓ نے کہا کہ آپؐ کا مقدادؓ کے بارے میں کیا ارشاد ہے فرمایا وُہ بھی ہم میں سے ہیں۔ خدا دشمن رکھتا ہے اُس کو جو اُن کو دشمن رکھتا ہے اور دوست رکھتا ہے اُس کو جو اُن کو دوست رکھتا ہے جابرؓ نے کہا آپؐ عمارؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وُہ بھی ہم میں سے ہیں۔ خدا دشمن رکھتا ہے اُس کو جو اُن کو دشمن رکھتا ہے اور دوست رکھتا ہے اُس کو جو ان کو دوست رکھتا ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں حضرتؐ سے رخصت ہوکر باہر آیا تاکہ اُن حضرات کو خوشخبری پہنچاؤں جو کچھ حضرتؐ نے اُن کے بارے میں فرمایا ہے تو حضرتؐ نے پھر مجھے طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے جابرؓ تم بھی ہم میں سے ہو۔ خدا دشمن رکھے اُس کو جو دشمن رکھے تم کو اور دوست رکھے اُس کو جو دوست رکھے تم کو۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ آپ علیؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا وُہ تو میری جان ہے۔ میں نے کہا آپؐ حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا وُہ میری رُوح ہیں اور اُن کی ماں فاطمہؑ میری بیٹی ہے مجھے آزردہ کرتا ہے جو کچھ اس کو آزردہ کرتا ہے اور مجھے شاد کرتا ہے جو کچھ اُسے شاد کرتا ہے۔ اور خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں لڑنے والا ہوں اُس سے جو اُن سے لڑتا ہے اور صلح رکھتا ہوں اُس سے جو اُن سے صلح رکھتا ہے۔ اے جابرؓ جب تم یہ چاہو کہ خدا سے دُعا کرو اور وُہ تمہاری دُعا قبول فرمائے تو ان کے ناموں کے واسطے سے دُعا کرو کیونکہ خداوند عالمین کے نزدیک یہ محبوب ترین نام ہیں۔

شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ سات آدمیوں پر زمین تنگ ہوگئی جن کے ذریعہ سے اہلِ زمین روزی پاتے ہیں اور انہی کے سبب سے ان کی مدد کی جاتی ہے انہی میں سے سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، عمارؓ اور حذیفہؓ ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں اُن کا امام ہوں۔ اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے فاطمہؑ کی میت پر نماز پڑھی۔ نیز بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سترہ کائنات

[1] بہت ممکن ہے ان علوم کے رموز واسرار نہ سمجھ سکتے اور انکار کر دیتے جو ان کے کفر کا باعث ہو۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

کے بعد لوگ گمراہ و ہلاک ہوئے سوائے سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کے پھر اُن کے ہمنوا ابو ساسان، عمارؓ، شتیرہ اور ابو عمرہ ہو گئے اور یہ سات اشخاص ہیں۔

کتاب اختصاص میں بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمانؓ اگر تمہارے علم کا اظہار مقدادؓ پر کیا جائے تو وہ کافر ہو جائیں اور مقدادؓ سے فرمایا کہ اگر تمہارے صبر کو سلمانؓ پر پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائیں [1]

جناب سلمانؓ فارسی سے روایت ہے کہ میں ایک روز جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد گھر سے نکلا تو راستہ میں امیر المومنینؑ سے ملاقات ہوئی حضرتؑ نے فرمایا کہ جاؤ جناب فاطمہؑ کے پاس اُن کے لیئے بہشت سے کچھ تحفہ آیا ہے وہ تم کو بھی اُس میں سے عطا کرنا چاہتی ہیں۔ یہ سُنکر میں اُن مخدومہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہزادیؑ نے فرمایا کل میں اسی مقام پر بیٹھی ہوئی تھی دروازہ بند تھا میں غمگین و محزون تھی۔ اور سوچ رہی تھی کہ ہم وحیِ الٰہی سے محروم ہو گئے اور ہمارے گھر فرشتوں کی آمد و رفت بند ہو گئی ناگاہ دروازہ کھلا اور تین لڑکیاں اندر داخل ہوئیں کہ اُن سے زیادہ حسین و جمیل اور نازک و رعنائی میں بہتر اور خوشبودار کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ ان کو دیکھا تو میں اُٹھ کھڑی ہوئی اور پوچھا کہ تم اہلِ مکّہ سے ہو یا مدینہ کی رہنے والی ہو وہ بولیں اے بنتِ رسولؐ ہم اہلِ زمین سے نہیں ہیں ہم کو پروردگارِ عالم نے بہشت جاوید سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے ہم آپ کی زیارت کے بے حد مشتاق تھے۔ اُن میں سب سے بڑی جو مجھے معلوم ہوتی میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اُس نے کہا مقدودہ۔ میں نے پوچھا کہ کس سبب سے یہ نام رکھا گیا اُس نے کہا اس لیئے کہ مقدادؓ بن اسود کے لیئے خلق کی گئی ہوں۔ پھر میں نے دوسری لڑکی سے نام پوچھا اُس نے کہا میرا نام ذرّہ ہے۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا میرا یہ نام اس لیئے ہے کہ میں ابوذر غفاریؓ کے لیئے پیدا کی گئی ہوں۔ تیسری سے نام پوچھا تو اُس نے کہا سلمٰی۔ میں نے وجہ پوچھی تو اُس نے کہا میرا یہ نام اس سبب سے ہے کہ میں سلمان فارسیؓ کے لیئے خلق کی گئی ہوں۔ جناب سیدہؑ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اُن لڑکیوں نے میرے لیئے چند رطب نکالے جو بڑی نان کے برابر تھے برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ جناب سیدہؑ نے ایک رطب اُن میں سے مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ آج رات اس رطب سے افطار کرنا اور اُس کا بیج کل مجھے لا کر دینا۔ میں نے وہ رطب لے لیا اور واپس چلا۔ اصحابِ رسولؐ کی جس جماعت کی طرف سے گزرتا تھا وہ لوگ پوچھتے تھے کہ اے سلمانؓ کیا مُشک لیئے ہوئے ہو؟ میں کہتا تھا ہاں۔ غرض افطار کے وقت میں نے اُس کو کھایا اُس میں ایک بیج بھی نہ تھا۔ دوسرے روز جناب فاطمہ علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اُس میں بیج نہیں تھا۔ فرمایا کہ اُس میں بیج کیسے ہوتا کیونکہ وہ رطب اُس درخت کا تھا جس کو خداوندِ عالم نے بہشت میں پیدا کیا ہے اُس دُعا کے سبب سے جو میرے پدر بزرگوار نے مجھے تعلیم فرمائی ہے اور اُسے ہر صبح و شام پڑھا کرتی ہوں۔ سلمانؓ نے عرض کی کہ وہ دُعا مجھے بھی تعلیم فرمایئے۔ فرمایا

[1] ان احادیث سے اُن بزرگوں کے علم و صبر کی زیادتی کا اظہار معلوم ہوتا ہے لہٰذا کوئی شبہ نہ کرنا چاہیئے جو موجبِ گناہ ہو۔ ۱۲ (مترجم)

اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں جب تک زندہ ہو تم کو کبھی بخار نہ آئے تو اس دُعا کو ہمیشہ پڑھا کرو۔ وہ دُعا یہ ہے:
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ النُّوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ النُّوْرِ النُّوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ هُوَ مُدَبِّرُ الْاُمُوْرِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ وَاَنْزَلَ النُّوْرَ عَلَی الطُّوْرِ فِیْ کِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ بِقَدَرٍ مَّقْدُوْرٍ عَلٰی نَبِیٍّ مَّحْبُوْرٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ بِالْعِزِّ مَذْکُوْرٌ وَ بِالْفَخْرِ مَشْهُوْرٌ وَعَلَی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ مَشْکُوْرٌ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ ۝ سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے اہلِ مکہ و مدینہ کے ہزار آدمیوں سے زیادہ کو یہ دُعا تعلیم کی جو بخار میں مبتلا تھے اور سب کو شفا حاصل ہوئی۔

اُنسٹھواں باب [59]

جناب سلمانؓ فارسی کے اخلاق و خصائلِ پسندیدہ، فضائل اور تمام حالات

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اُن حضرتؑ سے جناب سلمان فارسیؓ کے اسلام کے بارے میں سوال کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی کہ ایک روز جناب امیرؑ اور ابوذرؓ اور قریش کی ایک جماعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ اقدس کے پاس جمع تھے۔ امیر المومنینؑ نے جناب سلمانؓ سے دریافت فرمایا کہ اے ابا عبد اللہ کیا تم مجھے اپنے ابتدائی حالات سے آگاہ نہ کرو گے کہ تم اسلام کیونکر لائے؟ سلمانؓ نے کہا خدا کی قسم اگر کوئی دوسرا شخص پوچھتا تو میں ہرگز نہ بتاتا۔ مگر آپ کی اطاعت لازم ہے۔ میں شیراز کے رہنے والوں میں کسانوں کی اولاد سے ہوں اور اُن کا سردار تھا۔ میرے باپ ماں مجھ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ عید کے دن میں اپنے والد کے ساتھ عیدگاہ گیا اور عبادت خانہ میں پہنچا۔ میں نے سُنا کہ وہاں کوئی بلند آواز سے کہتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰهِ وَاَنَّ مُحَمَّدًا حَبِیْبُ اللّٰهِ۔ جب میں نے یہ آواز سُنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میرے گوشت اور خون میں سرایت کر گئی اور حضورؐ کے عشق کے سبب مجھ پر کھانا پانی حرام ہو گیا۔ میری ماں نے کہا آج تم نے آفتاب کو سجدہ کیوں نہیں کیا اور پرستش کیوں نہ کی۔ میں نے انکار کیا اور اس قدر انکار پر اڑ گیا کہ وہ خاموش ہو گئیں۔ وہاں سے گھر واپس آیا تو چھت میں ایک خط لٹکا ہوا دیکھا میں نے ماں سے پوچھا کہ یہ خط کیسا ہے۔ وہ بولیں کہ میں عیدگاہ سے آکر اسی طرح اس کو لٹکا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ اس کے قریب مت جانا ورنہ تمہارے

والدتم کو مار ڈالیں گے۔ مجھے بھی حیرت تھی۔ میں انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ رات ہوئی اور میرے والدین سو گئے تو میں اُٹھا اور اُس خط کو لے کر پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وُہ عہد و پیمان ہے جو خدا نے آدمؑ سے لیا تھا کہ اُن کی نسل سے ایک پیغمبرؐ پیدا ہو گا جس کا نام محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو گا جو لوگوں کو اخلاق کریمہ اور صفات پسندیدہ کا حکم دے گا اور غیر خدا کی پرستش اور بتوں کی عبادت سے منع کرے گا۔ اے روزبہ تم عیسیٰؑ کے وصی ہو۔ ایمان لاؤ اور مجوسیتؑ اور گبریؑ کو ترک کرو"۔ جب میں نے یہ خط پڑھا بے ہوش ہو گیا۔ اور آنحضرتؐ کا عشق اور بڑھ گیا۔ جب میرے والدین میری اس حالت سے آگاہ ہوئے انہوں نے مجھے ایک گہرے کنوئیں میں قید کر دیا اور کہا اگر اس خیال سے تو باز نہ آیا تو ہم تجھے مار ڈالیں گے۔ میں نے کہا جو چاہو کرو محمدؐ کی محبت تو میرے دل سے ہرگز نکل نہیں سکتی۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں اُس خط کے پڑھنے سے پہلے عربی نہیں جانتا تھا۔ اُسی روز سے خدا کے الہام کے سبب عربی سے واقف ہو گیا۔ غرض ایک مدت تک میں اُس کنوئیں میں قید رہا۔ میرے واسطے ہر روز ایک بہت چھوٹی روٹی اُس میں ڈال دی جاتی تھی۔ جب قید کی مدت بہت طولانی ہو گئی تو میں نے آسمان کی جانب ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی کہ خدا وندا تُو نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کے وصی علیؑ بن ابی طالبؑ کی محبت میرے دل میں ڈالی ہے، لہٰذا اُنہی حضراتؑ کے قدر مراتب و بلندیٔ درجہ کا واسطہ مجھے اس زحمت و تکلیف سے نجات دے۔ اُسی وقت میرے پاس سفید لباس پہنے ہوئے ایک شخص آیا اور کہا اے روزبہ اُٹھ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ایک عبادت خانہ کے پاس لایا۔ میں نے کہا اشھد ان لآ الٰہ الا اللہ وانّ عیسیٰؑ روح اللہ وانّ محمدؐ احبیب اللہ دیرانی نے عبادت خانہ سے سر باہر نکال کر کہا تم ہی روزبہ ہو میں نے کہا ہاں۔ اُس نے مجھے اپنے پاس بُلا لیا۔ میں دو سال تک اُس کے پاس رہا اور اُس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اُس کی وفات کا وقت قریب آیا اُس نے مجھ سے کہا میں تو اب اس فانی دُنیا کو وداع کرتا ہوں میں نے کہا مجھے کس کے سپُرد کرتے ہو اُس نے کہا مجھے گمان نہیں کہ کوئی شخص مذہب حق میں میرے موافق ہو گا سوائے ایک راہب کے جو انطاکیہ میں رہتا ہے۔ تم اُس کے پاس چلے جاؤ۔ اُس سے میرا اسلام کہنا پھر ایک لوح (تختی) مجھے دی کہ یہ اُس کو دے دینا اور انتقال کر گیا۔ میں نے اُس کی تجہیز و تکفین کی پھر لوح لے لی اور انطاکیہ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اُس راہب کے عبادت خانہ پر آیا اور پُکار کر کہا اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ عِیْسٰیؑ رُوْحُ اللّٰہِ وَاَنَّ مُحَمَّدًا حَبِیْبُ اللّٰہِ۔ یہ سُنکر راہب نے اپنے دیر سے دیکھا اور کہا تم ہی روزبہ ہو میں نے کہا ہاں اُس نے کہا اُوپر آ جاؤ۔ میں اُس کے پاس گیا اور دو سال تک اُس کی خدمت میں مشغول رہا۔ جب اُس کی وفات کا زمانہ آیا اُس نے مجھے آگاہ کیا۔ میں نے کہا مجھے کس کے سپُرد کرتے ہو اُس نے بھی یہی کہا کہ مذہب حق میں مجھے گمان نہیں کہ کوئی شخص میرا موافق ہو گا سوائے ایک راہب کے جو اسکندریہ میں رہتا ہے۔ تم اُس کے پاس جاؤ اور میرا اسلام کہنا اور یہ لوح اُس کو دے دینا۔ جب اُس کی وفات ہو گئی میں نے اس کو غسل و کفن دے کر دفن کیا اور لوح لے کر اسکندریہ کو روانہ ہوا۔ اور اُس راہب کے دیر کے پاس آیا اور کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا۔ اُس نے بھی پُوچھا تمہی روزبہ ہو؟

عہ مجوسی آفتاب و ماہتاب اور آگ کو پُوجنے والے۔ ۱۲ عہ گبر آتش پرست۔ ۱۲

میں نے کہا ہاں۔ تو وُہ مجھے اپنے ساتھ دیر میں لے گیا۔ میں نے دو سال اُس کی بھی خدمت کی یہاں تک کہ اُس کی وفات کا بھی زمانہ آیا۔ میں نے کہا مجھے کس کے حوالے کرتے ہو؟ اُس نے کہا مجھے گمان نہیں کہ حق بات میں میرا کوئی ہو گا۔ اور محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نزدیک ہے کہ اپنے نور سے عالم کو منور فرمائیں۔ جاؤ اور آنحضرتؐ کو تلاش کرو۔ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچو میرا اسلام عرض کرنا اور اس لوح کو حضرتؐ کے حوالے کر دینا۔ جب میں اُس کے غسل و کفن و دفن سے فارغ ہُوا لوح کو لیا باہر نکلا اور ایک گروہ کے ہمراہ ہو لیا اور اُن سے کہا کہ تم لوگ مجھے اس سفر میں کھانا کھلاؤ میں تمہاری خدمت کروں گا۔ اُنہوں نے منظور کر لیا۔ جب اُن کے کھانے کا وقت آیا کافروں کے طریقہ کے مطابق ایک گوسفند کو پکڑ کر اُس کو لکڑی سے اس قدر مارا کہ وُہ مر گئی تو اُس کے تھوڑے گوشت کا کباب تیار کیا اور مجھے کھانے کے لیئے بُلایا۔ میں نے انکار کیا کیونکہ وُہ مردار کے کباب تھے۔ میں نے کہا میں ایک راہب ہوں اور راہب گوشت نہیں کھاتے تو مجھے اس قدر مارا کہ میں مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ تو اُن میں سے ایک شخص نے کہا اب اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ شراب پینے کا وقت آئے اگر وُہ شراب سے بھی انکار کرے تو مار ڈالیں گے۔ جب وُہ لوگ شراب لائے اور مجھے پینے کو دیا تو میں نے کہا میں راہب ہوں اور راہب شراب نہیں پیتے۔ یہ سُنتے ہی وُہ پھر مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مجھے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا مجھے مت مارو میں تمہاری غلامی کا اقرار کرتا ہوں۔ آخر اُن میں سے ایک کا غلام بن گیا وُہ مجھ کو لے آیا اور ایک یہودی کے ہاتھ تین سو درم پر فروخت کر دیا۔ یہودی نے میرا حال دریافت کیا میں نے اپنی مفصل سرگزشت بیان کی اور کہا کہ میری خطا اس سے زیادہ نہیں کہ میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کے وصی کا دوستدار ہوں۔ یہ سُنکر بولا کہ میں بھی تجھ کو اور محمدؐ کو دشمن رکھتا ہوں۔ پھر مجھ کو گھر کے باہر لایا۔ اُس کے دروازہ پر بالو کا ایک ڈھیر تھا اس کو دکھا کر اُس نے کہا کہ اے روزبہ صبح تک اگر یہ تمام ریت یہاں سے نہ پھینکا تو تجھے مار ڈالوں گا۔ میں تمام رات محنت کرتا رہا جب عاجز آ گیا تو ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا اے میرے پالنے والے تُو نے محمدؐ اور اُن کے وصیؑ کی محبت میرے دل میں پیدا کر دی لہٰذا اُنہی کا واسطہ مجھے اس مُصیبت سے نجات دے اور اس تکلیف سے راحت بخش۔ اس دُعا کے ساتھ ہی قادرِ مطلق نے ایک ہوا بھیجی جس نے تمام ریت اُس مقام پر پہنچا دیا جہاں کے لیئے یہودی نے کہا تھا۔ صبح کو یہودی نے جو دیکھا تو کہنے لگا کہ تُو ساحر و جادُوگر ہے تیرا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا کہ تجھے شہر سے باہر نکال دُوں تاکہ ایسا نہ ہو کہ تیری نحوست سے یہ شہر خراب ہو جائے۔ پھر مجھے شہر سے باہر لایا اور ایک نیک عورت کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا۔ وُہ عورت مجھے بہت دوست رکھنے لگی۔ اُس کا ایک باغ تھا وُہ مجھے دے کر بولی کہ اس کا میوہ کھاؤ یا کسی کو دے دو یا صدقہ کر دو تمہیں اختیار ہے۔ میں وہاں ایک مدت تک رہا۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ سات اشخاص آ رہے ہیں اور ابر اُن پر سایہ فگن ہے۔ میں نے دل میں کہا خدا کی قسم یہ سب پیغمبر تو نہیں ہو سکتے ہاں ان میں سے کوئی ایک پیغمبر ہے۔ غرضکہ وُہ لوگ باغ میں آئے۔ اُن میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیرالمومنینؑ، حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ، زیدؓ بن حارثہ، عقیلؓ بن ابی طالبؑ، ابوذرؓ اور مقدادؓ تھے۔ یہ لوگ گرے پڑے خرمے کھانے لگے۔ رسُول اللہؐ اُن سے فرماتے تھے گرے ہوئے خرمے کھاؤ اور باغ کے میووں کو ضائع نہ کرو۔ میں اپنی مالکہ کے پاس

آیا اور کہا ایک طبق خرما مجھے بخش دو۔ اُس نے کہا چھ طبق لے جاؤ۔ مَیں پہلے ایک طبق خرما لے کر دل میں یہ سوچ کر چلا کہ اگر ان میں کوئی شخص پیغمبر ہے تو وُہ صدقہ کا خرما نہ کھائے گا بلکہ ہدیہ قبول کرے گا۔ لہٰذا مَیں نے طبق اُن کے پاس لے جاکر کہا یہ تصدق کے خرمے ہیں۔ یہ سُنکر جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیرالمومنینؑ، حمزہؓ، عقیلؓ چونکہ بنی ہاشم سے تھے اور صدقہ اُن پر حرام ہے اُن لوگوں نے وُہ خرمے نہ کھائے باقی تین اشخاص کھانے لگے مَیں نے دل میں کہا کہ یہ بھی ایک علامت ہے پیغمبرؐ آخرالزمان کی جو مَیں نے کتابوں میں پڑھی ہیں۔ پھر مَیں اپنی مالکہ کے پاس گیا اور ایک طبق خرمے کی اور اجازت چاہی۔ اُس نے پھر چھ طبق کی اجازت دے دی۔ مَیں ایک طبق بھر کے لایا اور کہا یہ ہدیہ ہے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور کہا بسم اللہ کھاؤ۔ تو سب نے کھایا مَیں نے دل میں کہا یہ دُوسری علامت ہے۔ مَیں بے تاب ہوکر حضرتؐ کے گرد پھرنے لگا اور آنحضرتؐ کی پُشت کی جانب دیکھتا تھا حضرتؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مُہرِ نبوت تلاش کرتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں۔ تو اپنے دوشِ مبارک کو حضرتؐ نے کھولا مَیں نے مُہرِ نبوت کو دیکھا جو حضرتؐ کے دونوں شانوں کے درمیان نقش تھی اور چند بال اُس پر لگے ہوئے تھے مَیں زمین پر گر پڑا اور حضرتؐ کے پائے اقدس کے بوسے لینے لگا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے روزبہ اپنی مالکہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ محمدؐ بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں کہ اس غلام (روزبہ) کو میرے ہاتھ فروخت کردے مَیں نے اس کو حضرتؐ کا پیغام پہنچایا اُس نے کہا کہ چار سو درختِ خرما کے عوض فروخت کروں گی جن میں دو سو درخت تو خرمائے زرد کے ہوں اور دو سو درخت خرمائے سُرخ کے ہوں۔ مَیں نے آکر حضورؐ کو آگاہ کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کوئی دشوار بات نہیں۔ پھر امیرالمومنینؑ سے فرمایا اے علیؑ خرمے کے بیج جمع کرو۔ پھر آنحضرتؐ بیج زمین میں بوتے اور حضرت علیؑ پانی ڈالتے تھے۔ جب حضرتؐ دُوسرا دانہ زمین میں ڈالتے پہلا بیج درخت بن چکا ہوتا۔ اسی طرح حضرتؐ خرمے کے بیج بو کر فارغ ہوئے تو سب درخت تیار تھے اور سب میں پھل لگے ہوئے تھے۔ پھر حضرتؐ نے اُس عورت کے پاس پیغام بھیجا کہ آکر اپنے درختوں کو لے لے اور غلام میرے حوالے کرے۔ اُس عورت نے آکر دیکھا تو کہا خدا کی قسم جب تک تمام درخت زرد خرموں کے نہ ہوجائیں غلام کو نہ دُوں گی۔ اُسی وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اپنے پروں کو درختوں پر مارا تو وُہ دوسرے درخت بھی تمام خرمائے زرد کے ہوگئے تو اُس عورت نے کہا خدا کی قسم ان میں سے ایک ہی درخت تم سے اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے میرے نزدیک بہتر ہے۔ مَیں نے کہا آنحضرتؐ کی ایک روز خدمت کرنا میرے نزدیک تجھ سے اور تیری تمام املاک سے بہتر ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے مجھے آزاد فرمایا اور میرا نام سلمانؓ رکھا۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ کہتے تھے کہ چھ چیزوں کے بارے میں مجھے تعجب ہوتا ہے۔ اُن میں تین چیزیں تو مجھے ہنساتی ہیں اور تین رُلاتی ہیں۔ جن تین چیزوں سے مجھ پر گریہ طاری ہوتا ہے وُہ دوستوں کی مفارقت ہے اور وُہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب ہیں، دُوسرے ہول مرگ اور موت کے بعد کے حالات، تیسرے حساب کے لیئے خدا کے سامنے کھڑا ہونا۔ اور وُہ تین چیزیں جن پر مجھے ہنسی آتی ہے یہ ہیں اوّل وُہ شخص جو دُنیا کی طلب میں رہتا ہے اور موت اُس کی طلب میں ہے دُوسرے وُہ شخص جو آخرت کے احوال سے غافل ہے حالانکہ خداوندِ عالم اور اُس کے فرشتے اُس سے غافل نہیں ہیں

جناب سلمانؓ کا چھ باتوں پر تعجب کرنا

اور اُس کے اعمال کا احصا کرتے رہتے ہیں۔ تیسرے وُہ شخص جو اپنا مُنہ ہنسنے کے لیئے کھولتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا اُس پر راضی ہے یا اُس پر غضبناک ہے۔

شیخ طوسیؒ نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب سلمانؓ کے اصحاب میں سے ایک شخص بیمار ہوا جب چند روز تک اُس سے ملاقات نہ ہوئی تو اُس کا حال دریافت کیا کہ وُہ کہاں ہے لوگوں نے کہا وُہ بیمار ہے۔ سلمانؓ نے کہا آؤ اُس کی عیادت کو چلیں۔ غرض لوگ اُن کے ساتھ چلے اور اُس شخص کے گھر پہنچے تو اُس کو جان کنی کے عالم میں دیکھا۔ جناب سلمانؓ نے ملک الموتؑ سے خطاب کیا کہ خدا کے دوست کے ساتھ نرمی اور مہربانی کرو۔ ملک الموت نے جواب دیا جس کو تمام حاضرین نے سُنا کہ اے ابوعبداللہ میں تمام مومنین کے ساتھ نرمی کرتا ہوں اور اگر کسی کے سامنے اس طرح آؤں گا کہ وُہ مجھے دیکھے تو بیشک تم ہوگے۔

شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ جب خلیفہ دوم نے حذیفہؓ بن الیمان کے بیٹے کے بعد جناب سلمانؓ کو مدائن کا حاکم مقرر کیا اور سلمانؓ نے امیرالمومنینؑ کی اجازت سے قبول و منظور کیا اور مدائن چلے گئے تو خلیفہ نے خط لکھ کر اُن پر چند اعتراضات کیئے۔ جناب سلمانؓ نے جواب میں لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط سلمان آزاد کردہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عمر بن الخطاب کی طرف ہے کہ تمہارا خط آیا جس میں تم نے مجھ کو ملامت اور سرزنش کی ہے اور لکھا ہے کہ تم نے مجھ کو مدائن کا حاکم بنا دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ پسرِ حذیفہؓ کے اعمال کی پیروی کروں اور اُس کے ایام حکومت کی اتباع کروں اور اُس کی سیرت پر عمل کروں تو مَیں ان تمام نیک و بد باتوں کی تم کو کیا خبر دوں حالانکہ خداوندِ عالم نے مجھ کو منع کیا ہے اپنی آیتِ محکمہ میں اُن باتوں سے جن کا تم مجھے حکم دیتے ہو۔ اور فرماتا ہے:- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ (آیت ۱۲ سورۃ الحجرات پ۲۶) اے ایمان والو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہے اور آپس میں کوئی ایک دُوسرے کے عیب کی تلاش نہ کرے اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے تو تم تو کراہت رکھتے ہو لہٰذا خدا کے غضب سے ڈرو“ لہٰذا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مَیں پسرِ حذیفہؓ کے بارے میں خدا کی نافرمانی اور تمہاری اطاعت کروں۔ اور تم نے جو یہ مجھے لکھا ہے کہ میں زنبیل بُنتا ہوں اور جَو کی روٹی کھاتا ہوں تو یہ ایسی باتیں نہیں ہیں جن پر کوئی شخص کسی مومن کو ملامت کرے اور اُس کی یہ عادت بدلنے کی کوشش کرے۔ اور اے عمر خدا کی قسم جَو کھانا اور زنبیل بُننا زیادہ کھانے پینے اور حق مومن غصب کرنے اور اُس چیز کے دعوے کرنے سے جو میرا حق نہیں خدا کے نزدیک زیادہ اچھا اور محبوب ہے اور پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے بیشک مَیں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب حضرتؐ کو نانِ جَو ملتی تھی آپؐ تناول فرماتے تھے اور خوش ہوتے تھے، رنجیدہ نہیں ہوتے تھے۔ اور جو تم نے یہ ذکر کیا ہے کہ مَیں جو کچھ کماتا ہوں لوگوں کو عطا کردیتا ہوں، تو یہ مَیں احتیاج و فقر کے دن کے لیئے پہلے سے بھیج رہا ہوں۔ اے عمر پروردگارِ عزّت کی قسم مجھے پروا نہیں ہوتی کہ وُہ غذا جو میرے دہن میں پہنچتی اور حلق سے اُترتی ہے مجھے گوارا ہوتی ہے خواہ وُہ گیہوں

کا آٹا ہوا ہو یا بکری کا بھیجا ہو یا جَو کی بھوسی ہو۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ میں نے حکومتِ خدا کو کمزور اور سُست کر دیا اور اپنے نفس کو ذلیل کر دیا اور اپنے تئیں لوگوں کا خدمت گار بنا لیا ہے یہاں تک کہ اہلِ مدائن مجھ کو اپنا امیر نہیں سمجھتے ہیں اور مجھ کو ایک پُل کے مانند سمجھ لیا ہے کہ مجھ پر سے گزرتے ہیں اور اپنے بوجھ مجھ پر رکھتے ہیں تو تم نے لکھا ہے کہ یہ باتیں خدا کی سلطنت کی کمزوری کا اور ذلت کا باعث ہیں؛ لہٰذا جان لو کہ اطاعتِ الٰہی میں ذلیل ہونا میرے نزدیک خدا کی معصیت میں بلند و عزیز ہونے سے بہتر ہے۔ اور تم خود جانتے ہو کہ رسُولِ خدا لوگوں کی تالیفِ قلوب کرتے تھے اور لوگوں سے نزدیک رہتے تھے اور لوگ آپ کا تقرب حاصل کرتے تھے اور آپ کے نزدیک بیٹھتے تھے باوجود آپؐ کی نبوّت کی جلالت اور بادشاہی کے؛ یہاں تک کہ گویا اُنہی میں سے ایک تھے۔ ان کی نہایت قربت کے سبب سے جو اُن کے ساتھ حضرتؐ ظاہر فرماتے تھے۔ بلاشبہ آنحضرتؐ معمولی غذا کھاتے اور موٹے کپڑے پہنتے اور تمام قریشی و عربی اور سیاہ و سفید دین میں حضرتؐ کے نزدیک برابر تھے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص سات مسلمانوں پر میرے بعد حاکم ہو اور اُن کے درمیان انصاف نہ کرے تو جب وُہ حق تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو خدا اُس پر غضبناک ہوگا۔ لہٰذا اے عمر میں آرزو کرتا ہوں کہ امارتِ مدائن سے سلامتی کے ساتھ سبکدوش ہو جاؤں اور ویسا ہی ہو جاؤں جیسا کہ تم مجھے کہتے ہو کہ اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے والا اور مسلمانوں کی بھلائی میں خدمت کرنے والا۔ لہٰذا اے عمر اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنے تئیں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام اُمّت کا والی قرار دیتا ہو۔ بیشک خلاقِ عالم ارشاد فرماتا ہے:۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿سورۃ القصص آیت ۸۳ پ ۲۰﴾ یعنی یہ خانۂ آخرت ہے جس کو میں نے اُن لوگوں کی منزل قرار دی ہے جو زمین میں بلندی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرتے ہیں اور نیک انجام تو متقین کا ہے۔" اور جان لو کہ میں اُن کی سزا اور سختی میں متوجہ نہیں ہوتا اور حدودِ الٰہی اُن پر جاری نہیں کرتا مگر کسی رہنما اور صاحبِ عقل کے ارشاد سے۔ لہٰذا اُن کے درمیان میں نے درمیانی راستہ اختیار کیا ہے اُسی راہبر کے طریقہ سے اور اُسی کی سیرت کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ اگر خدا اس اُمّت کی بھلائی چاہتا، خدا کا ارادہ ان کے بارے میں بہتری اور رُشد کا ہوتا تو بیشک اُن پر اُن لوگوں سے زیادہ بہتر اور عقلمند شخص کو والی و حاکم قرار دیتا۔ اور اگر یہ اُمّت خداوند عالمین سے ڈرنے والی ہوتی اور اپنے پیغمبر کے ارشاد کی فرمانبرداری کرتی اور حق کو پہچانتی، تو تم کو امیرالمومنین نہ کہتی۔ تو جو حکم تم چاہو دو وُہ ہم پر جاری نہیں ہو سکتا مگر اسی دُنیاوی زندگی میں۔ لہٰذا خدا کے تمہاری مدّت کے طول دے دینے پر مغرور نہ ہو اور عذاب میں جلدی کرنے کی بجائے جو مہلت اُس نے دے رکھی ہے اُس پر اتراؤ مت۔ سمجھ لو کہ بہت جلد تمہارے ظلم و جور کے عوض تم کو دُنیا و آخرت میں گرفتار کرے گا۔ اور جو کچھ اعمال تم نے پہلے بھیج دیئے اُن کے بارے میں تم سے سوال کرے گا اور جو کچھ اس کے بعد تمہاری بد اعمالیوں کا نتیجہ ہوگا وُہ تم دیکھو گے۔

قطب راوندی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ سلمانؓ بیان فرماتے تھے کہ میں اصفہان کے ایک دیہات کا رہنے والا تھا جس کو جی کہتے تھے اور میرے والد اُس دیہات کے رئیس تھے اور مجھ سے بہت محبت

کرتے تھے اور مجھے گھر میں رکھتے تھے جیسے لڑکیوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اور میں بچّہ تھا اور مذہب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا سوائے آتش پرستی کے جو میں دیکھتا تھا۔ یہاں تک کہ میرے والد نے ایک عمارت تعمیر کرائی۔ اُن کا ایک کھیت تھا۔ ایک روز اُنہوں نے مجھ سے کہا اے فرزند عمارت کی تعمیر سے مجھے فرصت نہیں ہے، مجھے اپنی زراعت کی کوئی خبر نہیں۔ لہٰذا کھیت پر جاؤ اور مزدوروں سے ایسی ایسی تاکید کر کے فوراً واپس آجاؤ۔ دیر مت کرنا۔ غرض میں کھیت کی طرف چلا، راستہ میں عیسائیوں کا کلیسہ تھا وہاں اُن کی آوازیں سُنیں۔ میں نے پُوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا یہ لوگ نصرانی ہیں اور یہ نماز پڑھ رہے ہیں تو میں اُس کلیسے میں داخل ہو گیا تاکہ اُن کے حالات دیکھوں۔ مجھے اُن کی عبادت دیکھ کر پسند آئی اور میں اُن کے پاس بیٹھا رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اُدھر میرے والد نے میری تلاش میں لوگوں کو ہر طرف بھیجا۔ میں رات کو گھر واپس گیا اور کھیت پر نہیں گیا۔ میرے والد نے مجھ سے پُوچھا کہ تم کہاں تھے میں نے کہا کہ میں کھیت پر جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک کلیسے کی طرف سے گزرا مجھے اُن کا طریق عبادت اور دُعا کرنا پسند آیا۔ میرے والد نے کہا اے فرزند تمہارے باپ دادا کا دین اُن کے دین سے بہتر ہے۔ میں نے کہا نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ وُہ چند گروہ ہیں جو خدا کی پرستش کرتے ہیں، دُعائیں کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور تم آگ کو پُوجتے ہو جس کو اپنے ہاتھ سے جلاتے ہو اور اگر اُس سے غافل ہو جاتے ہو تو وُہ مر جاتی ہے یعنی بجھ جاتی ہے۔ یہ سُنکر میرے والد نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر میں قید کر دیا۔ میں نے ایک شخص کو نصرانیوں کے پاس بھیجا اور اُن سے دریافت کیا کہ تمہارے دین کی بُنیاد کہاں ہے اُنہوں نے کہا شام میں۔ تو میں نے اُن کو پیغام بھیجا کہ جب شام سے کچھ لوگ تمہارے پاس آئیں تو مجھے اطلاع دینا۔ اُنہوں نے کہلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر چند روز کے بعد جب شام کے تاجر آئے تو نصاریٰ نے مجھے اطلاع کرائی۔ میں نے کہا کہ جب وُہ لوگ اپنے کاموں سے فارغ ہو جائیں اور واپس جانے لگیں تو مجھے آگاہ کرنا۔ اُنہوں نے منظور کیا اور چند دنوں کے بعد جب وُہ لوگ واپس جانے لگے تو مجھے مطلع کیا گیا۔ تو میں نے اپنے پیروں کی بیڑیاں نکالیں اور اُن کے ساتھ چلا اور شام کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب شام میں پہنچا میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا سب سے بڑا عالم کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ وُہ عالم جس کا کلیسہ بڑا ہے اور اُس کو اُسقُف کہتے ہیں۔ وُہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ میں اُس کے پاس گیا اور خواہش کی کہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپ سے اُمورِ نیک سیکھوں اور یاد کروں۔ اُس نے منظور کیا۔ میں اُس کے پاس رہنے لگا لیکن وُہ ناشائستہ آدمی تھا آتش پرستوں کو حکم دیتا تھا کہ صدقے کے مال اُس کے پاس لائیں۔ وُہ لوگ لاتے تھے وُہ ان کو جمع کرتا تھا اور اُن میں سے کچھ بھی فقراء و مساکین کو نہیں دیتا تھا۔ غرض میں تھوڑے دنوں اُس کے پاس رہا کہ اُس کا انتقال ہو گیا۔ جب نصاریٰ اُس کو دفن کرنے آئے تو میں نے اُن کو اطلاع دی کہ یہ شخص اچھا نہ تھا۔ اور اُن کو اُس خزانہ سے آگاہ کیا جو اُس نے جمع کیا تھا تو اُن لوگوں نے سات بڑے گھڑے سونے سے بھرے ہوئے نکالے اور اُس کو ایک لکڑی کے ذریعہ دار پر کھینچا اور اُس پر پتھر برسائے۔ پھر اُس کی جگہ ایک دُوسرے عالم کو مقرر کیا۔ میں نے اُس سے زیادہ بہتر اور نیک کسی دوسرے کو نہیں پایا۔ وُہ اُن سب سے زیادہ زاہد تھا اور

اُس کی عبادت سب سے زیادہ تھی۔ میں برابر اُس کی خدمت میں رہتا تھا یہاں تک کہ اُس کی وفات کا وقت آیا۔ میں اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم سوئے آخرت روانہ ہوتے ہو مجھے کس کے سپرد کرتے ہو۔ اُس نے کہا اے فرزند میں اور کسی کو بہتر نہیں سمجھتا مگر ایک عالم موصل میں ہے اُس کے پاس چلے جاؤ۔ جب تم اُس کے پاس پہنچو گے تو اُس کو میری ہی مانند پاؤ گے۔ یہ کہہ کر وُہ رحمتِ الٰہی سے واصل ہوگیا۔ پھر میں موصل میں اُس عالم کے پاس گیا وُہ اُسی عالم کے مانند تارکِ دُنیا اور بڑا عابد تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ فلاں عالم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اُس نے کہا اے فرزند میرے ساتھ رہ۔ میں اُس کی خدمت میں رہنے لگا۔ یہاں تک کہ اُس کی رحلت کا وقت آیا۔ میں نے اُس سے کہا آپ مجھے کس کے حوالے کرتے ہیں اُس نے کہا میں کسی کے بارے میں گمان نہیں رکھتا سوائے ایک شخص کے جو نصیبین میں رہتا ہے۔ تو اُس کے پاس جا۔ غرض اُس کے انتقال کے بعد میں نے اس کو دفن کیا اور نصیبین پہنچا اور وہاں کے راہب کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں عالم نے مجھے آپ کے سپرد کیا ہے۔ اُس نے بھی کہا اے فرزند میرے پاس رہو میں اُس کے پاس مقیم ہوگیا۔ وُہ بھی علم و زہد اور عبادت میں اُنہی عالموں کے مثل تھا۔ اُس کی وفات کا زمانہ آیا تو میں نے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں اُس نے بھی کہا کہ میرے خیال میں کوئی نہیں سوائے ایک شخص کے جو عموریہ روم میں رہتا ہے۔ اگر تم اُس کے پاس چلے جاؤ تو اُس کو ہماری طرح پاؤ گے۔ اُس کے انتقال کے بعد میں عموریہ پہنچا؛ اُس کو بھی مثل اُنہی عالموں کے پایا میں اُس کے ساتھ ایک مدت تک رہا اور کچھ بھیڑ بکریاں اور گائے اور کچھ مال میں نے کمایا۔ جب اُس کی وفات کا وقت آیا میں نے پوچھا آپ مجھے کس کے حوالے کرتے ہیں اُس نے کہا میرے خیال میں تو کوئی ایسا نہیں ہے جو ہماری طرح اس زمانہ میں ہو لیکن اُس پیغمبرؐ کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے جو مکہ میں ظاہر ہوگا اور جس کا محل ہجرت دو پہاڑوں کے درمیان زمین شور ہے جس میں خرما کے بہت سے درخت ہوں گے۔ اُس پیغمبرؐ کی بہت علامتیں ظاہر ہوں گی اور اُس کے دونوں شانوں کے درمیان مُہر نبوت ہوگی۔ وُہ صدقہ نہیں بلکہ ہدیہ تناول کرتا ہے۔ اگر تم وہاں پہنچ سکو تو چلے جاؤ۔ جناب سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں اُس کو دفن کرنے کے بعد وہیں مقیم رہا یہاں تک کہ وہاں بنی کلب کے تاجروں کی ایک جماعت عرب سے آئی۔ میں نے اُن سے کہا کہ مجھے اپنے ساتھ عرب تک لے چلیئے اور یہ مال اور گائے وغیرہ جو میں نے حاصل کی ہیں لے لیجیئے۔ اُن لوگوں نے منظور کیا اور میں اُن کے ساتھ ہولیا، اور وادی القریٰ تک پہنچا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اُن لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب میں نے وہاں خرمے کے درخت دیکھے مجھے اُمید ہوگئی کہ یہ وہی مقام ہے جس کی صفت مجھ سے بیان کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ آخرالزمان جہاں مبعوث ہوں گے۔ غرض میں اُس یہودی کے پاس رہا یہاں تک کہ وادی القریٰ کے یہودیوں میں سے بنی قریظہ کا ایک شخص آیا اور اُس نے مجھے اُس یہودی سے خرید لیا جس کے پاس میں رہتا تھا اور مجھے مدینہ میں لے آیا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو اُس کو اُنہی صفتوں کے مطابق پایا جو اُس راہب سے میں نے سُنی تھیں۔ غرض میں اُس یہودی کے پاس ایک مدت تک رہا یہاں تک کہ میں نے سُنا کہ جناب رسُولِ خدا مکہ میں مبعوث ہوئے۔ چونکہ میں غلامی کی زنجیر میں جکڑا ہوا تھا اس سبب سے آنحضرتؐ کے مزید حالات معلوم نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور قبا میں نزول اجلال فرمایا۔ میں اُس یہودی کے باغوں میں سے

ایک باغ میں کام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُس یہودی کا چچازاد بھائی باغ میں آیا اور کہا کہ خدا بنی قیلہ کو یعنی انصار کو قتل کرے وُہ سب قبا میں ایک شخص کے پاس جو مکہ سے آیا ہے جمع ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وُہ پیغمبر ہے خدا کی قسم، جب میں نے حضرتؐ کے بارے میں یہ سُنا تو میں اس قدر کانپنے لگا کہ نزدیک تھا کہ اپنے آقا کے سامنے ہی گر جاؤں۔ میں نے پُوچھا کہ حقیقت کیا ہے اور کون شخص ہے جو آیا ہے۔ یہ سُنکر میرے مالک نے ہاتھ اُٹھا کر میرے سینہ پر مارا اور کہا تجھ کو ان باتوں سے کیا کام۔ اپنے کام میں مشغول رہ۔ غرض جب رات ہوئی میں نے تھوڑا سا کھانا اپنے ساتھ لیا اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قبا میں حاضر ہوا اور کہا میں نے سُنا ہے کہ آپؐ ایک شائستہ انسان ہیں اور آپ کے ہمراہ چند اصحاب ہیں۔ میرے پاس کچھ تھوڑا سا سامان صدقہ کا ہے وُہ آپ کے لیے لایا ہوں۔ آپ اُس میں سے کھایئے۔ حضرتؐ نے یہ سُنکر اصحاب سے فرمایا کھاؤ، اور خود نہیں تناول فرمایا۔ میں نے یہ دیکھ کر دل میں کہا کہ یہ پہلی علامت ہے جس کی راہب نے مجھے اطلاع دی ہے۔ پھر میں وہاں سے واپس آیا اور آنحضرتؐ مدینہ میں داخل ہوئے۔ پھر میں نے کچھ سامان جمع کیا اور حضرتؐ کی خدمت میں لایا۔ اور عرض کی کہ آپ صدقہ کی چیزیں نہیں کھاتے اس لیئے میں یہ ہدیتہً لایا ہوں، یہ صدقہ نہیں ہے۔ تو حضرتؐ نے تناول فرمایا اور آپ کے اصحاب نے بھی کھایا۔ میں نے دل میں کہا یہ دوسری خصلت ہے جس کی راہب نے مجھے خبر دی تھی۔ پھر تیسری مرتبہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ایک جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ آپؐ دو پُرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور آپ کے اصحاب ہمراہ تھے۔ میں حضرتؐ کے گرد پھرنے لگا کہ شاید حضرتؐ کی پُشت پر مُہرِ نبوت نظر آجائے۔ جب آپؐ کے سر کے پیچھے پہنچا حضرتؐ نے بفراستِ نبوت سمجھ لیا کہ میں وُہ علامت دیکھنا چاہتا ہوں تو حضرتؐ نے اپنے شانۂ اقدس سے ردائے مُبارک ہٹا دی تو میں نے مُہرِ نبوت دیکھی جو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان نظر آئی جس طرح کہ راہب نے بتایا تھا۔ میں اُس کو دیکھ کر گر پڑا اور اُس کو چُومتا اور روتا جاتا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے سلمان پلٹ کر میرے سامنے آؤ۔ میں واپس ہو کر حضرتؐ کی خدمت میں بیٹھا تو حضرتؐ نے فرمایا اپنا قِصّہ بیان کرو تاکہ صحابہ سُنیں۔ میں نے اپنا تمام حال شروع سے آخر تک کہہ سُنایا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اے سلمان مکاتب ہو جاؤ اور اپنے مالک سے اپنے کو خرید کر آزاد ہو جاؤ۔ یہ سُنکر میں اپنے آقا کے پاس گیا اور اپنے کو مکاتب کر لیا اس شرط کے ساتھ کہ تین سو درخت اُس کے لیئے لگاؤں اور چالیس اوقیہ چاندی اُس کو دُوں۔ صحابہ نے خرمے کے پودوں سے میری مدد کی۔ بعض نے تیس ۳۰ پودے اور بعض نے بیس ۲۰ پودے دیئے غرض ہر شخص نے اپنی حیثیت کے مطابق پودے لا لا کر جمع کیئے یہاں تک کہ تین سو پودے ہوگئے۔ جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ سے بوؤں گا۔ غرض جس مقام پر باغ لگانا طے پایا تھا میں نے زمین کھودی اور حضرتؐ کو اطلاع دی تو حضرتؐ اُس مقام پر تشریف لائے۔ میں نے حضرتؐ کی خدمت میں پودے حاضر کیئے حضرتؐ زمین میں لگاتے اور میں پانی ڈالتا اور اُن پر مٹی چھوڑتا تھا یہاں تک کہ سب ختم ہوگئے۔ اور اُسی خدا کی قسم جس نے حضرتؐ کو سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ اُن پودوں میں کوئی بے کار نہیں ہوا اور سب کے سب درخت بن کر تیار ہوگئے۔ پھر ایک شخص نے ایک انڈے کے برابر سونے کا ٹکڑا حضرتؐ کے پاس حاضر کیا تو حضرتؐ نے پُوچھا وُہ فارسی کہاں ہے جس نے اپنے کو مکاتب کیا ہے میں حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا کہ اس سونے کو لے لو اور جو کچھ

تمہارے ذمّہ قرضہ ہے ادا کردو۔ میں نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ یہ کب اُس مقدار کے برابر ہوسکتا ہے جس قدر میرے ذمّہ ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم اس میں اتنی برکت عطا فرمائے گا کہ جس قدر تمہارے ذمّہ قرض ہے سب ادا ہوجائے گا۔ میں اُس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اُس سونے سے چالیس اوقیہ چاندی میں نے ادا کی اور یہودی کے حق سے نجات پائی۔ غرض غلامی کے سبب میں جنگِ بدر واُحد میں حاضر نہ ہوسکا تھا۔ جنگِ خندق میں حاضر ہوا پھر حضرتؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوتا رہا۔

دُوسری روایت میں سلمانؓ سے اس طرح روایت ہے کہ جب عموریہ کے راہب کی وفات کا وقت آیا اُس نے کہا کہ شام میں جاؤ وہاں دو بیشہ ہے اور سال میں ایک شخص ایک بیشہ سے نکلتا ہے اور دوسرے بیشہ میں داخل ہوتا ہے۔ اُس وقت بیمار اور مزمن امراض کے مریض اُس کے راستہ میں جمع ہوتے ہیں اور اُس کی دُعا سے شفا پاتے ہیں۔ لہٰذا تم بھی اُسی وقت اُس سے ملو اور اُس سے دینِ حنیفیہ کے بارے میں سوال کرو جو ملّتِ ابراہیمؑ ہے۔ میں اُس بیشہ میں پہنچا اور ایک سال تک انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ ایک مقررہ رات وہ ایک بیشہ سے نکلا اور دُوسرے بیشہ میں داخل ہوا۔ ابھی اُس کے شانے نکلے ہوتے تھے کہ میں اُس سے لپٹ گیا اور کہا خدا آپ پر رحمت نازل کرے میں آپ سے ملّتِ حنیفیہ معلوم کرنا چاہتا ہوں جو دینِ ابراہیمؑ ہے۔ اُس نے کہا تُو نے وُہ بات پُوچھی جس کو لوگ اس زمانہ میں نہیں پُوچھتے۔ بیشک وُہ وقت قریب ہے جبکہ ایک پیغمبرؐ خانۂ کعبہ کے نزدیک ظاہر ہوگا جو مکّہ کے حرم میں ہے۔ اور وُہ اس دین پر مبعوث ہوگا جس کو تُو دریافت کرتا ہے لہٰذا اگر تم اُس سے ملاقات کرو تو ایسا ہے کہ عیسےٰؑ کو تم نے پالیا۔

دُوسری سند سے کتاب خرائج الجرائح میں روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبا میں قیام فرماتے تھے اور فرمایا تھا کہ جب تک علیؑ مکّہ سے آکر مجھ سے مل نہ جائیں گے میں مدینہ میں داخل نہ ہوں گا۔ جناب سلمانؓ آنحضرتؐ کے حالات لوگوں سے برابر پُوچھا کرتے تھے اُن کو مدینہ کے ایک یہودی نے خرید رکھا تھا اور وُہ اُس کے نخلستان میں کام کیا کرتے تھے۔ جب سلمانؓ کو معلوم ہُوا کہ آنحضرتؐ مدینہ میں مقیم ہیں خرمے کا ایک طبق لے کر حاضرِ خدمت ہوئے اور کہا میں نے سُنا ہے کہ آپ غریب لوگ ہیں اور اس جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں لہٰذا یہ خرما اپنے صدقہ کا آپ لوگوں کے لیئے لایا ہوں کھا لیجئے۔ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ خدا کا نام لے کر کھاؤ لیکن خود کچھ تناول نہ فرمایا۔ سلمانؓ کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے پھر طبق لے کر گئے اور زبانِ فارسی میں کہا کہ یہ پہلی علامت ہے۔ پھر طبق کو خرمے سے بھر کر لائے اور حضرتؐ سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ نے صدقہ کے خرمے نہیں کھائے لہٰذا یہ ہدیہ ہے جو آپ کے لیئے لایا ہوں۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کیا اور اپنے اصحاب سے بھی فرمایا کہ خدا کا نام لے کر کھاؤ۔ پھر سلمانؓ نے طبق اُٹھایا اور کہا یہ دُوسری علامت ہے۔ اور آنحضرتؐ کے پیچھے گئے اور مہرِ نبوّت مشاہدہ کی۔ اور آنحضرتؐ سے عرض کی کہ میں ایک یہودی کا غلام ہوں۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ جاؤ اور اُس سے ایک مال کے عوض مکاتبہ کرو تاکہ میں اُس کو دے کر تم کو آزاد کردوں۔ پھر سلمانؓ اُس یہودی کے پاس گئے اور کہا میں مسلمان ہوگیا ہوں اور اُس پیغمبرؐ کے دین کا تابع ہوگیا ہوں جو اس شہر میں آئے ہوئے ہیں لہٰذا تم اب مجھ سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکو گے

مجھے ایک مال کے بدلے میں مکاتب کردو تاکہ میں آزاد ہوجاؤں۔ اُس نے کہا میں تم کو اس شرط کے ساتھ مکاتب کرتا ہوں کہ پانچ سو درخت خرما میرے واسطے بوؤ اور جب تک پھل نہ لائیں میری خدمت کرتے رہو اور چالیس اوقیہ عمدہ سونا کہ ہر اوقیہ چالیس مثقال کا ہوتا ہے مجھے دو۔ یہ سُنکر سلمانؓ واپس گئے اور آنحضرتؐ کو خبر دی۔ حضرتؐ نے فرمایا جاؤ اور اُس سے مکاتبہ کرلو جس طرح اُس نے کہا ہے۔ جناب سلمانؓ گئے اور یہودی سے اپنے کو مکاتب کرلیا۔ اُس کو یہ گمان تھا کہ یہ امر چند سال میں پُورا ہوگا۔ غرض جناب سلمانؓ مکاتبہ نامہ آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ پانچ سو بیج لاؤ۔ میں نے حاضر کیئے۔ حضرتؐ نے فرمایا امیرالمومنینؑ کو دے دو اور مجھے چل کر وُہ زمین دکھاؤ جہاں وُہ درخت لگانا چاہتا ہے۔ الغرض آنحضرتؐ، امیرالمومنینؑ اور سلمانؓ کو لے کر اُس مقام پر پہنچے۔ آنحضرتؐ اپنی انگشتِ مبارک سے زمین میں سُوراخ کرتے اور جناب امیرؑ سے فرماتے کہ اس میں بیج ڈال دو۔ حضرت امیرؑ اُس میں بیج ڈال دیتے تھے۔ پھر آنحضرتؐ اُس پر مٹی ڈال کر اپنی انگلیوں کو کھولتے تو اُن کے درمیان سے پانی جاری ہوجاتا اور اُس مقام پر پہنچ جاتا۔ پھر اسی طرح دوسرا بیج بوتے۔ جب دُوسرے بیج سے فارغ ہوتے تو پہلا درخت بن کر تیار ہوجاتا تھا۔ جب تیسرا بیج بو کر فارغ ہوتے تو دُوسرا درخت تیار ہوجاتا اور پہلا بارآور ہوجاتا۔ اسی طرح تمام بیج بوئے اور وُہ پانچ سو درخت تیار ہوئے اور اُن میں پھل پیدا ہوگئے۔ جب یہودی نے یہ عجیب وغریب صورت مشاہدہ کی تو کہنے لگا کہ قریش سچ کہتے ہیں کہ محمدؐ ساحر ہیں (معاذ اللہ) اور بولا کہ میں نے ان درختوں کو لے لیا اب سونا لاؤ۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ نے ہاتھ بڑھا کر اپنے سامنے سے ایک پتھر اُٹھایا جو حضرتؐ کے اعجاز سے بہترین سونا ہوگیا یہودی نے کہا میں نے اس سے بہتر سونا نہیں دیکھا تھا پھر اُس کو تولا تو چالیس اوقیہ پُورا اُترا۔ نہ کم نہ زیادہ۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں حضرتؐ کے ساتھ آزاد ہوکر واپس آیا اور حضرتؐ کی خدمت میں رہنے لگا۔ شیخ کشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میثب جو جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے وقف باغوں میں سے ایک باغ ہے وُہ یہی باغ ہے جس کو جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب سلمانؓ کے مکاتبہ کے لیئے لگایا تھا خدا نے اُس یہودی سے اُس باغ کو پھر آنحضرتؐ کی طرف پلٹا دیا اور آنحضرتؐ نے اس کو جناب فاطمہؑ زہرا کو دے دیا تھا اور اُن مخدومہؑ نے وقف فرمادیا تھا۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبیلہ سلمانؓ کے لیئے جو گازروں میں تھے اس مضمون کا ایک عہدنامہ تحریر فرمایا تھا کہ یہ نوشتہ ہے محمدؐ بن عبداللہ رسُولِ خدا کی جانب سے جبکہ سلمانؓ نے اُن سے لکھنے کی خواہش کی۔ اپنے بھائی مہار بن قروح بن مہیا اور اپنے تمام عزیز واقارب کے لیئے جو اُن کے بعد ہوں گے اور اُن کی نسل سے پیدا ہوں گے اُن میں سے جو مسلمان ہوں گے اور اپنے دین پر قائم وباقی رہیں گے۔ تم پر سلام ہو۔ میں خدا کی حمد کرتا ہوں تمہارے لیئے بیشک خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اقرار کروں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ میں خود بھی اس کا اقرار کرتا ہوں اور لوگوں کو بھی حکم دیتا ہوں کہ اقرار کریں اور حکم اور فرمان سب خدا ہی کا ہے۔ وُہ خدا وُہ ہے جس نے سب کو خلق کیا ہے۔ وُہی اُن پر موت طاری کرتا ہے پھر زندہ کرے گا اور سب کی بازگشت اُسی کی جانب ہے۔ پھر اُس نامہ میں سلمانؓ کے احترام کے بارے میں بہت کچھ تحریر فرمایا منجملہ اُن کے یہ بھی لکھا کہ ——— پیشانی کے

بال ترشوانا، جزیہ دینا، اور اُن سے خمس اور عشر[1] لینا اور تمام محصول اور اخراجات معاف کر دیا ہے۔ لہٰذا اگر تم لوگوں سے وُہ کسی چیز کا سوال کریں تو ان کو عطا کرو اگر فریاد کریں اور مدد طلب کریں تو ان کی فریاد کو پہنچو اور مدد کرو اور اگر امان طلب کریں تو اُن کو امان دو اور اگر اُن سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دو۔ اور اگر لوگ اُن کے ساتھ بُرائی کریں تو اُن کو باز رکھو اور مسلمانوں کے بیت المال سے ہر سال دو سَو[2] حلے سو اوقیہ چاندی کے ساتھ دیا کرو کیونکہ سلمانؓ خدا کے رسُولؐ کی جانب سے ان کرامتوں کے مستحق ہیں۔ پھر آخر خط میں دُعا کی اُس کے لیئے جو اس تحریر پر عمل کرے، اور لعنت و نفرین کی اُس پر جو اُن کو آزار و تکلیف پہنچائے۔ اور یہ نامہ امیر المومنینؑ کے سپرد فرمایا۔ ابن شہر آشوب نے فرمایا کہ یہ خط آج تک سلمانؓ کی اولاد کے پاس موجود ہے اور لوگ آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور یہ آنحضرتؐ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اگر آنحضرتؐ کو یہ علم نہ ہوتا کہ آپ کا دین تمام روئے زمین پر پھیلے گا تو ایسا فرمان اُن سلطنت والوں کے لیئے نہ لکھتے جو اُس وقت آپ کے تصرف میں نہ تھے۔

رجال کشی وغیرہ میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ سلمانؓ نے علمِ اول و علمِ آخر معلوم کیا۔ اور وُہ ایک دریائے علم تھے کہ جن کا علم ختم ہونے والا نہ تھا۔ اور وُہ ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں۔ اُن کا علم اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ ایک روز اُن کا گزر ایک شخص کی طرف ہوا جو ایک مجمع میں کھڑا تھا سلمانؓ نے اس سے کہا کہ اے بندۂ خدا پروردگارِ عالم سے توبہ کر اُس فعل سے جو کل رات تُو نے اپنے مکان میں کیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے سلمانؓ چلے گئے۔ لوگوں نے اُس شخص سے کہا کہ سلمانؓ نے تجھ کو بدی سے نسبت دی اور تُو نے اس کی تردید نہ کی اُس نے کہا کہ سلمانؓ نے مجھے اُس امر سے آگاہ کیا جس کو میرے اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ بسند دیگر روایت کی ہے وُہ حضرت خلیفۂ اوّل تھے۔

بسند معتبر دیگر امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اُن حضرتؑ نے فضیل بن یسار سے پُوچھا کہ تم جانتے ہو کہ سلمانؓ علمِ اوّل اور علمِ آخر کو جانتے تھے اس سے کیا مطلب ہے؟ فضیل نے کہا یعنی وُہ علمِ بنی اسرائیل اور علمِ رسالتمآبؐ سے آگاہ ہو گئے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا نہیں یہ مطلب نہیں ہے بلکہ یہ کہ وُہ علمِ پیغمبر اور علمِ امیر المومنین اور آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ کے عجیب و غریب امُور سے آگاہ تھے۔

نیز شیخ کشی و شیخ مفید نے بسند ہائے معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ابو ذرؓ جناب سلمانؓ کے گھر آئے۔ جناب سلمانؓ کا پیالہ شوربہ اور چربی سے بھرا ہوا تھا۔ آپس میں باتوں کے درمیان پیالہ اُلٹا ہو گیا مگر اُس میں سے کچھ نہ گرا۔ سلمان نے اُس کو سیدھا کیا اور پھر گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ابوذرؓ کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ اتفاقاً پھر وُہ اوندھا ہو گیا لیکن اُس میں سے شوربہ وغیرہ کچھ نہ گرا۔ اس سے ابوذر کا تعجب اور بڑھ گیا اور وُہ دہشت زدہ وہاں سے اُٹھے اور بہت غور و فکر کر رہے تھے ناگاہ امیر المومنین کو وہاں دیکھا۔ حضرت نے ابوذر سے فرمایا کہ کیوں تم سلمان کے پاس سے چلے آئے اور تمہاری

---

[1] عشر ہر چیز کا دسواں حصّہ۔ ۱۲

دہشت کا کیا سبب ہے ابوذرؓ نے صورتِ حال بیان کی۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابوذر اگر سلمان تم کو وُہ امُور بتا دیں جو جانتے ہیں یقیناً تم کہو گے کہ سلمان کے قاتل پر خدا رحمت کرے۔ اے ابوذر بیشک سلمان زمین میں خدا کی درگاہ ہیں جو ان کو پہچانے وُہ مومن ہے اور جو اُن سے انکار کرے وُہ کافر ہے بیشک سلمان ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ شیخ مفید کی روایت ہے کہ جب جناب امیرؑ سلمانؓ کے پاس آئے تو فرمایا کہ اے سلمان اپنے مصاحب کے ساتھ مدارات کرو اور انکے سامنے وُہ امُور ظاہر نہ کرو جس کے وُہ متحمل نہیں ہو سکتے۔

کلینی، کشی اور شیخ طوسی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب سلمانؓ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے وُہ لوگ اپنے حسب و نسب کی بلندی کا ذکر کر رہے تھے یہاں تک کہ سلمان کی باری آئی تو عمر بن خطابؓ نے کہا اے سلمان تم آگاہ کرو کہ تم کون ہو تمہارے باپ کون ہیں اور تمہاری اصلیت کیا ہے۔ سلمان نے کہا میں ایک بندۂ خدا کا فرزند سلمان ہوں۔ میں گمراہ تھا تو حق تعالیٰ نے محمدؐ کی برکت سے میری ہدایت کی۔ میں پریشان حال تھا تو خدا نے آنحضرتؐ کے صدقہ میں مجھے غنی کر دیا۔ میں غلام تھا تو خدا نے آنحضورؐ کی برکت سے آزاد کر دیا۔ یہ ہے میرا نسب اور یہ ہے میرا حسب۔ یہی تذکرہ ہو رہا تھا کہ آنحضرتؐ باہر تشریف لائے۔ سلمان نے حضرتؐ سے عرض کی یا رسُولؐ اللہ مجھے اس جماعت سے کیسی اذیت پہنچی ہے۔ میں ان کے پاس بیٹھا تو ان لوگوں نے اپنے نسب اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنا شروع کیا یہاں تک کہ میری طرف رُخ کیا، اور عمرؓ بن الخطاب نے مجھ سے ایسا ایسا سوال کیا۔ حضرتؐ نے پُوچھا تم نے کیا جواب دیا، جناب سلمان نے اپنا جواب بیان کیا۔ تو جناب رسُولِ خدا نے قریش سے فرمایا کہ مرد کا حسب اُس کا دین ہے اور اُس کی مردانگی و جوانمردی اُس کے اخلاق ہیں اور آدمی کی اصل و بنیاد عقل ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (آیت ۱۳ سورۂ حجرات پ ۲۶) یعنی ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو کنبہ اور قبیلے والا بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بیشک تم میں سب سے زیادہ ذی عزّت خدا کے نزدیک وُہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور خدا کی نافرمانیوں سے پرہیز کرنے والا ہے۔" اگر تم اُن میں سب سے زیادہ پرہیز کرنے والے ہو تو اُن سے افضل ہو۔

نیز کشی نے روایت کی ہے کہ جب سلمان ایک اُونٹ کو دیکھتے جس کو لوگ عسکر کہتے تھے اور عائشہ روزِ جمل اُس پر سوار ہو کر اُس کو تازیانہ مارتی تھیں تو اظہار نفرت کرتے۔ لوگوں نے سلمان سے کہا کہ اس جانور سے تم کو کیا پرخاش ہے جناب سلمان نے فرمایا کہ یہ جانور نہیں بلکہ یہ عسکر پسر کنعان جنّی ہے جس نے یہ صورت اختیار کی ہے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ پھر اُس اُونٹ کے مالک اعرابی سے کہا کہ تیرا یہ اُونٹ یہاں بے قدر ہے اس کو حوأب کی سرحد پر لے جا اگر وہاں لے جائے گا تو جو قیمت چاہے گا مل جائے گی۔ جناب امام باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ لشکر عائشہ نے اس اُونٹ کو سات سو درہم میں خرید کیا جبکہ وُہ لوگ[1] حضرت علیؑ سے

---

[1] مولف فرماتے ہیں کہ یہ امر بھی جناب سلمان کے کرامات سے ہے کہ واقعہ جمل کے برسوں پہلے اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی اور عائشہ کے اُونٹ کی تعیین کر دی تھی۔ ۱۲

جنگ کے لیئے جا رہے تھے۔

نیز کشی نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سلمان نے قبیلہ کندہ کی ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب اُس کے گھر پہنچے تو وہاں ایک کنیز کو دیکھا اور یہ کہ ایک چادر کا پردہ دروازہ پر لٹکا ہوا ہے۔ سلمان نے فرمایا شاید اس کے اندر کوئی بیمار ہے جس کے سبب سے پردہ دروازہ پر ڈالا گیا ہے یا تم خانۂ کعبہ کو اُٹھا لائے ہو جس پر غلاف چڑھاتے ہو۔ لوگوں نے کہا اُس عورت نے یہ پردہ اپنے لیئے ڈالا ہے سلمان نے پوچھا یہ کنیز کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عورت مالدار تھی اُس نے خدمت کے لیئے یہ کنیز خریدی ہے۔ سلمان نے کہا میں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی کنیز ہو اور وُہ اُس سے مقاربت نہ کرے یا اُس کے لیئے شوہر اختیار نہ کرے پھر وُہ کنیز زنا کرے تو اُس کنیز کے گناہ کے برابر اُس مرد پر گناہ ہوگا۔ اور جو شخص کسی کو قرض دے تو ایسا ہے کہ اُس نے اپنا نصف مال خیرات کردیا۔ اور جب دُوسری مرتبہ قرض دے تو ایسا ہے کہ اپنا کل مال خیرات کر دیا۔ اور حق کا اُس کے مالک کو ادا کرنا یہ ہے کہ اُس کا حق اُس کے گھر لے جا کر دے یا جہاں اُس کے سامان وغیرہ رکھے ہوں وہاں پہنچاتے اور صاحبِ حق سے کہے کہ اپنا حق سنبھالو۔

پھر کشی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ ایک روز لوگوں نے جناب سلمان کا ذکر امام محمد باقرؑ کے سامنے کیا۔ اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ وُہ سلمان محمدی ہیں اور ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ سلمان فرماتے تھے کہ لوگ قرآن کی طرف سے ہٹ کر احادیث پر رجوع ہوگئے کیونکہ قرآن کو ایک بلند کتاب پایا جس میں واضح ہے کہ ہر چھوٹے بڑے عمل کا خواہ وُہ رائی کے دانے کے برابر ہو حساب کیا جائے گا۔ اس لیئے احکامِ قرآن تم پر دُشوار ہوئے۔ اور احادیث کی طرف لوگوں نے رُخ کیا جس نے کاموں کو تم پر کشادہ اور آسان کر دیا ہے۔

شیخ کشی و مفید نے بسند ہائے معتبر صحیح و موثق حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت سلمان کوفہ کے بازارِ آہنگراں میں گزر رہے تھے وہاں ایک جوان کو بے ہوش دیکھا اور لوگ اُس کے گرد جمع تھے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ اس شخص پر صرع کا غلبہ ہے آپ اس کے کان میں کوئی دُعا پڑھ دیجیئے شاید اس کو ہوش آجائے۔ جب سلمان اُس کے قریب آئے اُس کو ہوش آگیا۔ اُس نے کہا اے ابو عبداللہ مجھ کو وُہ مرض نہیں ہے جو یہ لوگ سمجھ رہے ہیں لیکن جب میں ان لوہے والوں کے پاس سے گذر رہا تھا اُن کے گرزوں کو دیکھا کہ اُس سے لوہے کو کوٹتے ہیں۔ مجھے خدا کا ارشاد جو اُس نے قرآن میں فرمایا ہے یاد آیا کہ وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ۝ (آیت ۲۱ سورۃ الحج پ۱۷) یعنی اُن کے لیئے لوہے کے گرز ہوں گے۔ پس خوف عذابِ الٰہی سے میری عقل جاتی رہی اور میں بے ہوش ہوگیا۔ یہ سُنکر سلمان نے اس کو اپنا بھائی بنا لیا اور آپ کے دل میں اُس کی محبت کی شیرینی محض خوشنودیٔ خدا کے لیئے جاگزیں ہوگئی۔ وُہ برابر اُس کے ساتھ رہتے تھے اور برادری کے شرائط بجالاتے تھے۔ یہاں تک کہ وُہ جوان بیمار ہوا اور جناب سلمان اُس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اُس کے سرہانے بیٹھے تو دیکھا کہ وُہ نزع میں ہے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت میرے بھائی کے ساتھ نرمی کرو۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ اے سلمان میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں اور اُن پر

جناب سلمان کا شادی کرنا

قرض دینے کا ثواب

مہربان ہوں۔

نیز کشی نے بسندِ معتبر مسیب بن نجبہ سے روایت کی ہے کہ جب سلمان فارسی مدائن کے حاکم ہو کر آئے ہم لوگ اُن کے استقبال کے لیئے شہر سے باہر آئے۔ جب ہم اُن کے ساتھ زمین کربلا پر پہنچے سلمان نے پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے ہم نے کہا اس کو کربلا کہتے ہیں تو وُہ بولے کہ یہ ہمارے بھائیوں کے قتل ہونے کی جگہ ہے یہ مقام اُن کے سامان و اسباب رکھنے کا ہے' اور یہ اُن کے اُونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے' اور یہ اُن کے خون بہائے جانے کی جگہ ہے۔ اس زمین پر اگلے بہترین لوگ قتل ہوئے اور اسی زمین پر بعد کے بہترین انسان شہید کیئے جائیں گے۔ غرض ہم اُن کے ساتھ حروراء پہنچے جو نہروان کے خوارج کے جمع ہونے کا مقام تھا تو سلمان نے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے ہم نے کہا کہ حروراء۔ تو فرمایا کہ اس جگہ اگلے بدترین لوگوں نے خروج کیا ہے اُن کے بعد پچھلے بدترین لوگ خروج کریں گے۔ پھر جب وُہ کوفہ پہنچے تو کہا یہ کوفہ ہے ہم نے کہا ہاں فرمایا یہ قبۂ اسلام ہے۔ [1]

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں مذکور ہے کہ سلمان کا گذر ایک روز یہودیوں کی ایک جماعت کی طرف ہوا ان لوگوں نے آپ سے خواہش کی کہ اُن کے پاس بیٹھیں اور جو کچھ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے اُن سے بیان کریں۔ جناب سلمان اُن کے پاس بیٹھ گئے اور اُن کے اسلام لانے کی انتہائی لالچ میں کہا کہ میں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ اے میرے بندو کیا ایسا نہیں ہے کہ ایک گروہ کو تم سے بڑی حاجتیں ہوتی ہیں اور تم اُن کی حاجتیں پُوری نہیں کرتے ہو مگر اُس وقت جبکہ وُہ اس سے سفارش کراتے ہیں جو خلق میں تم کو زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ جب وُہ ان کو ان کی شان و منزلت کے سبب تمہارے نزدیک اپنا شفیع قرار دیتے ہیں تو تم ان کی حاجتیں برلاتے ہو اسی طرح سمجھ لو کہ میرے نزدیک میری مخلوق میں سب سے زیادہ ذی قدر و ذی مرتبہ اور ان میں سب سے افضل و برتر محمدؐ اور اُن کے بھائی علیؑ اور وُہ آئمہؑ جو اُن کے بعد ہونے والے ہیں جو خلق کے وسیلہ اور ذریعہ میری بارگاہ میں ہیں؛ لہٰذا جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو جو مخلوق میں سب سے زیادہ نیک پاک اور گناہوں سے معصوم ہیں شفیع و وسیلہ قرار دے تاکہ میں اس کی حاجتیں برلاؤں اُس شخص سے بہتر طریقہ سے جس کو کوئی اس کے محبوب ترین شخص کے شفیع قرار دینے سے برلاتا ہے یہ سُن کر اُن یہودیوں نے جناب سلمان سے بطور مذاق کہا کہ پھر آپ کیوں

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ شیخ کشی نے حضرت سلمان کا طولانی خطبہ روایت کیا ہے جس میں اہلبیتؑ رسالتؐ کے حق کا اور اس اُمت کے ظالموں اور خلافت کے غاصبوں کا تذکرہ کیا ہے اور اکثر واقعات اور مظالم جو اہلبیت پر واقع ہوئے اور بنی اُمیّہ کا خروج اور اُن کی فتنہ پردازیاں اور بنی عباس کا خروج اور اکثر گزشتہ واقعات اور آنے والے واقعات جیسے قتل نفس زکیہ کے قتل اور حضرت قائم آلِ محمدؑ کا خروج اور جیسا میں لشکر سفیانی کا دھنسنا وغیرہ بیان کیا ہے جن کا ذکر احادیثِ معتبر میں واقع ہُوا ہے۔ جو ممکن ہے حالاتِ غیبت میں مذکور ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ ۱۲۔

خدا سے اُن کو وسیلہ قرار دے کر سوال نہیں کرتے اور اُن کے حق سے توسّل اختیار کرکے دُعا نہیں کرتے تاکہ خدا اُن کے طفیل میں آپ کو اہلِ مدینہ میں سب سے زیادہ بے نیاز کردے۔ سلمان نے فرمایا کہ مَیں نے اُن کو وسیلہ اور ذریعہ اور شفیع قرار دے کر خدا سے اُس چیز کا سوال کیا جو دُنیا کے تمام ملک سے زیادہ عظیم اور نافع تر ہے کہ خدا مجھے اُن کی عظمت و بزرگی اور مدح و ثنا بیان کرنے کے لیئے زبان عطا فرمائے اور ایسا دل کرامت فرمائے جو اُس کی نعمتوں پر شکر کرنے والا ہو اور عظیم مصیبتوں پر صبر کرنے والا ہو۔ تو خدا نے میری دُعا قبول فرمائی اور جو کچھ مَیں نے طلب کیا تھا مجھے عطا فرمایا۔ اور وُہ تمام دُنیا کی بادشاہی اور جو کچھ دُنیا میں نعمتیں ہیں اُن سے لاکھوں درجہ بہتر و برتر ہے۔ تو یہودیوں نے آپ کا مذاق اُڑایا اور کہا اے سلمان تم نے مرتبۂ عظیم و بلند کا دعوٰے کیا اب ہم مجبور ہیں کہ تمہارا امتحان کریں کہ تم اپنے دعوے میں سچے ہو یا نہیں۔ لہٰذا پہلا امتحان تو یہ ہے کہ ہم اپنے تازیانوں سے تم کو مارتے ہیں تم اپنے خدا سے دُعا کرو کہ ہمارے ہاتھ تم سے روک دے۔ سلمان نے دُعا کی پروردگارا مجھ کو ہر بلا پر صبر کرنے والا قرار دے۔ وُہ بار بار یہ دُعا کرتے تھے اور وُہ ملعون یہودی آپ کو تازیانے مارتے تھے یہاں تک کہ تھک گئے اور رنجیدہ ہوئے، اور سلمان اس دُعا کے علاوہ اور کچھ نہ کہتے تھے۔ جب وُہ تھک کے رُکے تو کہنے لگے ہم کو گمان نہ تھا کہ کسی کے بدن میں رُوح باقی رہتی اس شدید عذاب کے سبب جو ہم نے تم پر وارد کیا۔ تم نے خدا سے یہ دُعا کیوں نہ کی کہ ہم کو تمہاری ایذا رسانی سے روک دیتا۔ سلمان نے فرمایا کہ یہ دُعا صبر کے خلاف تھی بلکہ مَیں نے قبول و منظور کیا اور اُس مہلت پر راضی ہُوا جو خدا نے تم کو دے رکھی ہے۔ اور مَیں نے خدا سے دُعا کی کہ مجھے اس بلا پر صبر عطا فرمائے۔ چنانچہ اُن یہودیوں نے تھوڑی دیر آرام کیا پھر اُٹھے اور کہا اس مرتبہ تم کو ہم اتنا ماریں گے کہ تمہاری جان نکل جائے یا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت سے انکار کرو۔ جناب سلمان نے فرمایا ہرگز ایسا نہ کروں گا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار کردوں بیشک خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمایا ہے اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ (آیت ۳ سورۃ بقرہ پ۱) یعنی وُہ لوگ غائبانہ ایمان لاتے ہیں اور یقیناً تمہاری اذیّت رسانی پر میرا صبر کرنا اس لیئے ہے کہ مَیں اُس جماعت میں داخل ہو جاؤں جن کی خلاقِ عالم نے اس آیت میں مدح کی ہے اور یہ صبر میرے لیئے سہل و آسان ہے۔ پھر اُن ظالموں نے سلمان کو مارنا شروع کیا اور مارتے مارتے تھک گئے تو چھوڑ کر بیٹھے اور بولے کہ اے سلمان اگر پیشِ خدا تمہاری کوئی قدر ہوتی اُس ایمان کے سبب سے جو محمدؐ پر لاتے ہو تو یقیناً وُہ تمہاری دُعا مستجاب کرتا اور ہم کو تم سے باز رکھتا۔ سلمان نے فرمایا تم لوگ کیسے جاہل ہو۔ اب خدا میری دُعا اور کیسے قبول کرتا۔ کیا میرے لیئے اُس کے خلاف کرتا جو کچھ مَیں نے اُس سے طلب کیا ہے۔ مَیں نے تو اُس سے صبر طلب کیا ہے اُس نے میری دُعا قبول فرمائی اور مجھے صبر کرامت فرمایا۔ اگر اُس سے طلب کرتا کہ تم کو مجھ سے باز رکھے اور تم کو باز نہ رکھتا، تو میری دُعا کے خلاف ہوتا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو۔ پھر تیسری مرتبہ وُہ ملاعین اُٹھے اور تازیانے کھینچ کر جناب سلمان کو مارنے لگے۔ وُہ حضرت اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے کہ خداوندا مجھے اُن بلاؤں پر صبر عطا فرما جو مجھ پر تیرے برگزیدہ اور محبوب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت میں نازل ہو رہی ہیں۔ تو اُن کافروں نے کہا اے سلمان تم پر وائے ہو کیا محمدؐ نے تمہیں تقیہ کے لیئے اجازت نہیں دی ہے کہ اپنے دشمنوں سے کفر کی باتیں

کہہ دو ہم تم کو مجبور کر رہے ہیں۔ سلمان نے کہا خدا نے مجھے اس امر میں تقیہ کی اجازت دی ہے لیکن واجب نہیں قرار دیا ہے بلکہ جائز کیا ہے کہ مَیں وُہ بات کہہ دوں جس پر تم مجھے مجبور کرتے ہو۔ اور تمہاری ایذا رسانی اور تکلیف دینے پر صبر کروں تو یہ اُس سے بہتر ہے، مَیں اس کے سوا کچھ نہیں پسند کرتا۔ غرض پھر اشقیا اُٹھے اور اُن کو بے شمار تازیانے مارے کہ اُن کے جسمِ اقدس سے خون جاری ہوگیا اور مذاق کے طور پر کہتے جاتے تھے کہ خدا سے کہتے نہیں ہو کہ ہم کو تمہاری آزار رسانی سے باز رکھے اور وُہ بھی نہیں کہتے جو ہم تم سے چاہتے ہیں لہٰذا ہم پر نفرین کرو کہ خدا ہم کو ہلاک کرے اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ خداوندِ عالم تمہاری دُعا کو رد نہیں کرتا اگر محمدؐ و آلِ محمدؐ کے توسّل سے کرو۔ جناب سلمان نے فرمایا کہ مَیں کراہت رکھتا ہوں اس سے کہ خدا سے تمہاری ہلاکت کی دُعا کروں اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے درمیان کوئی ایسا بھی ہو جس کہ خدا جانتا ہو کہ اس کے بعد ایمان لائے گا تو اگر تمہاری ہلاکت کی دُعا کروں تو اس کے خلاف ہوگا۔ یہ سُن کر اُن کافروں نے کہا کہ اگر اس سے ڈرتے ہو تو اس طرح دُعا کرو کہ خداوندا ہلاک کر اس کو جس کے بارے میں تو جانتا ہے کہ وُہ سرکشی اور بغاوت پر باقی رہے گا اگر اس طرح دُعا کروگے تو اُس بات کا خوف نہ رہے گا جس کا تم کو خیال ہے اسی اثناء میں اُس مکان کی دیوار شق ہوئی جس میں کہ وُہ لوگ تھے، اور جناب سلمان نے حضرت رسالتمآبؐ کو دیکھا آپ فرما رہے تھے اے سلمان ان ظالموں کی ہلاکت کی دُعا کرو کیونکہ ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ایمان لائے اور نیکی اور ہدایت حاصل کرے جس طرح حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لیئے بد دُعا کی تھی جبکہ سمجھ لیا تھا کہ ان کی قوم ایمان نہ لائے گی سوائے اُن کے جو ایمان لا چکے ہیں۔ یہ سُن کر سلمان نے فرمایا اے یہودیو تم کس طرح ہلاک ہونا چاہتے ہو بتاؤ تو اسی امر کے لیئے خدا سے دُعا کروں وُہ بدنصیب بولے کہ یہ دُعا کرو کہ خداوندا ان میں سے ہر شخص کے تازیانے کو ایک ایک سانپ کی شکل میں بدل دے جو اپنا سر اُٹھائے اور اپنے اپنے مالک کی ہڈیاں چبا ڈالے۔ جناب سلمان نے اسی طرح دُعا کی تو ہر ایک کا تازیانہ سانپ بن گیا جن میں سے ہر ایک کے دوؔ دو سر تھے۔ ایک سے اپنے مالک کا سر اور دُوسرے سے اُس کا داہنا ہاتھ پکڑا جس میں وُہ تازیانہ لیئے ہوتے تھا اور تمام ہڈیاں چُور چُور کر ڈالیں اور چبا کر کھا لیا۔ اُسی وقت جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس میں جہاں کہ تشریف فرما تھے فرمایا کہ اے مسلمانو! خداوندِ عالم نے تمہارے ساتھی سلمانؓ کی اس وقت بیس منافقوں اور یہودیوں کے مقابلہ میں مدد کی اور اُن کے تازیانوں کو سانپ بنا دیا جنہوں نے ان کو چُور چُور کرکے کھا لیا۔ لہٰذا چلو اُن سانپوں کو دیکھیں جن کو خدا نے سلمانؓ کی مدد کے لیئے تعینات فرمایا ہے۔ غرض جناب رسُولِ خدا اور آپؐ کے اصحاب اُٹھے اور اُس مکان کی طرف چلے۔ اُس وقت اُس میں پاس پڑوس والے منافقین و یہودی اُن کافروں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سُن کر جمع ہوگئے تھے جبکہ اُن کو سانپ کاٹ رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے یہ حال دیکھا تو خوفزدہ ہوکر دُور ہٹ گئے تھے۔ جب آنحضرتؐ وہاں تشریف لائے تو وُہ سب سانپ اس گھر سے نکل کر مدینہ کی گلی میں آگئے جو بہت تنگ تھی۔ خداوندِ عالم نے اس کو دس گنا کشادہ کر دیا حضرتؐ کو دیکھ کر اُن سانپوں نے ندا کی اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا سَیِّدَ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ۔ پھر جناب امیر علیہ السلام پر

سلام کیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَلِیُّ یَا سَیِّدَ الْوَصِیِّیْنَ پھر آپ کی ذریت طاہرہ پر سلام کیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلٰی ذُرِّیَّتِکَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ جَعَلُوْا عَلَی الْخَلَائِقِ قَوَّامِیْنَ یعنی سلام ہو آپ کی ذریت پر جو پاک اور معصوم ہیں اور جن کو خداوند عالم نے امورِ خلق کے ساتھ قیام کرنے والا قرار دیا ہے۔ یا رسولؐ اللہ ہم ان منافقوں کے تازیانے ہیں خدا نے ہم کو اس مومن سلمان کی دُعا سے سانپ بنا دیا ہے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں خدا کے لیئے سزاوار ہیں کہ میری اُمت میں سے اس کو قرار دیا ہے جو صبر کرنے اور بد دُعا اور نفرین نہ کرنے میں حضرت نوحؑ سے مشابہ ہے۔ پھر اُن سانپوں نے آواز دی کہ یا رسولؐ اللہ ان کافروں پر ہمارا غضب و غصہ شدید ہو چکا ہے۔ آپ کا اور آپ کے وصی کا حکم خداوند عالم کے ملکوں میں ہم پر جاری ہے۔ ہماری گذارش ہے کہ آپ خداوند عالم سے دُعا فرما دیں کہ ہم کو جہنم کے اُن سانپوں میں سے قرار دے دے جن کو ان ملاعین پر مسلط فرمائے گا تاکہ ہم ان پر جہنم میں بھی عذاب کرنے والے ہوں، جس طرح ان کو دُنیا میں ہم نے نیست و نابود کر دیا۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو کچھ تمہاری تمنا تھی خدا نے منظور فرمالی۔ لہٰذا جہنم کے سب سے نیچے طبقوں میں چلے جاؤ اور ان کافروں کی ہڈیاں جو تمہارے پیٹ میں ہیں اُگل دو۔ تاکہ اُن کی ذلت و خواری کا ذکر زمانہ میں زیادہ ہو اس سبب سے کہ لوگ ان کو دفن کر دیں تاکہ مومنین جو ان کی قبروں کی طرف سے گزریں تو عبرت حاصل کریں اور کہیں کہ یہ ملعونوں کی اولاد ہیں جو محمدؐ کے دوست اور مومنین میں برگزیدہ سلمانِ محمدؐ کی بددُعا سے غضبِ الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ یہ سُن کر اُن سانپوں نے جو کچھ اُن کے پیٹ میں اُن کی ہڈیاں تھیں اُگل دیں اور اُن کافروں کے اعزّا و اقربا نے آکر اُن کو دفن کیا اور بہت سے کافروں نے یہ معجزہ دیکھ کر اسلام قبول کیا اور بہت سے منافقین خالص مومن ہو گئے اور بہت سے کافروں اور منافقوں پر شقاوت غالب ہوئی اور کہنے لگے کہ یہ کھُلا ہوُا جادُو ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمان سے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ تم میرے مومن بھائیوں میں خاص ہو اور مقرب فرشتوں کے دلوں کے محبوب ہو۔ بے شک تم آسمانوں خدا کے حجابوں، عرش و کرسی اور جو کچھ عرش کے درمیان تحت الثریٰ تک ہے ان کے نزدیک فضیلت و کرامت میں مشہور و معروف ہو۔ تم ایک آفتاب ہو جو طالع ہوتے ہو اور ایک دن ہو جس پر گرد و غبار اور ہوا کی تیرگی نہیں اور اس آیۂ کریمہ میں تمہاری بہت بہتر مدح کی گئی ہے:۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (سورۃ بقرہ آیت پ۱)

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم آپ سے سلمان فارسی کا بہت ذکر سُنا کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ سلمان فارسی مت کہہ بلکہ سلمان محمدی کہہ۔ کیا تو جانتا ہے کہ کس سبب سے ہم ان کو بہت یاد کیا کرتے ہیں راوی نے کہا نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا تین خصلتوں کے سبب۔ اوّل یہ کہ اُنہوں نے اپنی خواہش پر جناب امیرؑ کی خواہش کو ترجیح دی اور اختیار کیا۔ دُوسرے یہ کہ فقیروں کو دوست رکھتے تھے اور اُن کو مالداروں اور صاحبانِ عزت و شرف پر ترجیح دیتے تھے۔ تیسرے یہ کہ علم اور علماء کو دوست رکھتے تھے۔ بیشک سلمان خدا کے شائستہ بندہ تھے اور ہر باطل سے کترا کر حق کی طرف مائل ہوتے تھے اور مسلمان حقیقی تھے اور کسی طرح کا شرک اختیار نہ کیا تھا۔

سلمان فارسی نہیں سلمان محمدی

ابن بابویہ نے بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص کے اور سلمان کے مابین کچھ رنجش ہو گئی تو اس شخص نے کہا اے سلمان تم کون ہو۔ سلمان نے کہا، کہ میری اور تیری ابتدا نطفۂ نجس سے اور انجام مُردار گندیدہ ہے۔ لیکن جب قیامت برپا ہو گی، اور ترازوئے اعمال نصب کیا جائے گا تو جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو گا وُہ بڑا اور صاحب عزت ہے اور جس کے اعمال کا پلہ ہلکا ہو گا وُہ بدبخت اور بے عزت ہے۔

کتاب حسین بن سعید میں بسند معتبر منقول ہے کہ جناب سلمان رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اگر خدا کی عبادت اور نیک لوگوں کی صحبت جن کی زبان سے اچھی باتیں نکلتی ہیں بہتر نہ ہوتی تو بیشک میں موت کی تمنا کرتا۔

ابن ابی الحدید نے ابووائل سے روایت کی ہے وُہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ سلمان کے پاس گیا اور بیٹھا۔ سلمان نے فرمایا کہ اگر رسولؐ خدا نے منع نہ فرمایا ہوتا کہ مہمانوں کے لیئے تکلف کرو تو بیشک میں تمہارے واسطے تکلف کرتا۔ اور تکلف اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز اُس کے پاس نہ ہو محنت و جانفشانی سے حاضر کرے۔ پھر ایک روٹی اور پسا ہوُا نمک جس میں کوئی چیز ملی نہ تھی ہمارے لیئے لائے۔ میرے ہمراہی نے کہا اگر اس کے ساتھ سعتر[۱] ہوتا تو بہتر ہوتا۔ سلمان نے اپنا لوٹا گرو کر کے سعتر مہیا کیا اور ان کے لیئے لائے جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو میرے رفیق نے کہا کہ میں اُس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے ہم کو اُس روزی پر قناعت کی توفیق دی جو ہمارے لیئے مقدر فرمایا ہے۔ سلمان نے کہا اگر تم قانع ہوتے اُس پر جو خدا نے نصیب کیا تو میرا لوٹا رہن نہ ہوتا۔

نیز ابی الحدید نے کہا ہے کہ سلمان اہل فارس سے ہرمز کے اطاعت گذاروں میں سے تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ وُہ اصفہان کے ایک گاؤں کے باشندہ تھے جس کو جی کہتے ہیں۔ اور وُہ جناب رسولؐ خدا کے دوستوں میں سے تھے۔ اُن کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ جب اُن سے پُوچھا جاتا کہ آپ کس کے بیٹے ہیں تو وُہ کہتے کہ میں اسلام کا فرزند اور آدمؑ کی اولاد سے ہوں۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ وُہ دس آدمیوں سے زیادہ اشخاص کے غلام رہے اور ایک کے بعد دُوسرے کے ہاتھ فروخت ہوتے رہے یہاں تک کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔

ابنِ عبدالبر نے کتاب استیعاب میں حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جو کچھ بیت المال سے جناب سلمان کو سالانہ دیا جاتا تھا وُہ پانچ ہزار درہم کی رقم تھی۔ جب وُہ ان کو ملتی وُہ سب کا سب خیرات کر دیتے اور اپنی محنت سے اپنی روزی حاصل کرتے۔ ان کے پاس ایک چادر تھی جس کو آدھا بچھاتے اور آدھا حصّہ اوڑھتے۔ ان کا کوئی مکان نہ تھا وُہ دیواروں اور درختوں کے سایہ میں بسر کیا کرتے تھے۔ ایک روز کسی نے اُن سے کہا کہ آپ کے واسطے اگر آپ کہیں تو ایک مکان بنا دوں فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن وُہ شخص آپ سے

[۱] سعتر ایک گھاس ہے غربا جس کی ترکاری پکاتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

برابر اس کے لیئے اصرار کرتا رہا آخر ایک مرتبہ اُس نے کہا کہ مَیں جانتا ہوں کہ وُہ گھر جو تمہارے موافق ہو کیسا ہونا چاہیئے۔ جناب سلمان نے فرمایا اُس کی صفت بیان کرو۔ اُس نے کہا کہ مَیں تمہارے لیئے ایسا گھر بناؤں گا کہ جب تم اُس میں کھڑے ہو تو تمہارا سر اُس کی چھت سے ٹکرائے اور اگر اپنے پیروں کو پھیلاؤ تو دیوار تک پہنچیں۔ سلمان نے کہا ہاں ایسا گھر مَیں چاہتا ہوں۔ تو ایسا ہی مکان بنایا۔ نیز استیعاب میں روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین ثریا میں ہوتا تو یقیناً سلمان وہاں تک پہنچ کر اس کو حاصل کر لیتے۔ نیز امیرؑ المومنین سے روایت ہے کہ سلمان فارسی حکیم لقمانؑ کے مانند ہیں۔ اور کعب الاحبار سے روایت ہے کہ سلمان علم و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں۔

کشی نے بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ بن ابی طالب محدَّث تھے اور سلمانؓ محدث یعنی ملائکہ ان دونوں حضرات سے باتیں کرتے تھے۔ اور بسندِ معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ سلمان کا محدث ہونا یہ ہے کہ اُن کے امام اُن سے حدیث بیان کرتے اور اپنے اسرار اُن کو تعلیم کرتے تھے نہ یہ کہ براہِ راست خدا کی جانب سے ان کو کلام پہنچتا تھا۔ کیونکہ حجتِ خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو خدا کی جانب سے کوئی بات نہیں پہنچتی۔ [1]

نیز بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے لوگوں نے اُن حضرتؑ سے سلمان کے محدّث ہونے کا مطلب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ فرشتہ ان کے کان میں باتیں کرتا تھا۔ دُوسری معتبر حدیث میں فرمایا کہ ایک بڑا فرشتہ اُن سے باتیں کرتا تھا۔ راوی نے کہا جبکہ سلمان ایسے تھے تو امیرؑ المومنین کیسے رہے ہوں گے حضرتؑ نے فرمایا اپنا کام کرو اور ان باتوں سے غرض مت رکھو۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ ایک فرشتہ اُن کے دل میں ایسا اور ویسا نقش کرتا تھا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ سلمان متوسمین میں سے تھے کہ لوگوں کے حالات فراست سے معلوم کر لیتے تھے۔ دوسری سندِ معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ سلمان اسمِ اعظم جانتے تھے۔

نیز بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک روز امیرؑ المومنین کے سامنے تقیہ کا ذکر آیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر ابوذر، سلمان کے دل میں جو کچھ تھا جان لیتے تو یقیناً ان کو قتل کر دیتے حالانکہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان برادری قائم کی تھی۔ پھر دوسرے تمام لوگوں کے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو۔ [2]

نیز بسندِ معتبر روایت ہے کہ جناب سلمان نے خلیفۂ دوم کی لڑکی کی خواستگاری کی انہوں نے انکار کیا

[1] موٴلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جس امر سے نفی کی گئی ہے ممکن ہے وُہ خدا کا بے واسطۂ ملک کلام کرنا ہو، اور ملک جناب سلمان سے گفتگو کرتا رہتا تھا جیسا کہ گذرا۔ ۱۲

[2] یہ حدیث بھی مثل سابق ہے۔ یعنی جناب ابوذر علوم و اسرارِ الٰہی کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے جو جناب سلمان جانتے تھے۔ اس حدیث سے بھی غالباً علومِ جناب سلمان کی زیادتی کا بیان مقصود ہے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۔ مترجم

پھر پشیمان ہوئے اور چاہا کہ سلمان اب منظور کر لیں سلمان نے کہا مجھے ضرورت نہیں۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ مَیں سمجھوں کہ حمیتِ جاہلیت و کفر تمہارے دل سے نکلی ہے یا باقی ہے جیسے کہ تھی۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو تمام سال روزہ رکھتا ہے۔ سلمان نے کہا مَیں ہوں حضرتؐ نے پھر فرمایا تم میں کون ہے جو ہمیشہ شب زندہ دار ہے۔ سلمان نے عرض کی مَیں ہوں۔ پھر حضرتؐ نے پُوچھا تم میں کون ہے جو ہر روز ایک قرآن ختم کرتا ہے۔ سلمان نے کہا مَیں ہوں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور بولے کہ یہ شخص فارس کا رہنے والا چاہتا ہے کہ ہم قریشیوں پر فخر کرے۔ یہ جھُوٹ بولتا ہے۔ اکثر دنوں کو روزہ سے نہ تھا، اکثر راتوں کو سویا کرتا ہے اور اکثر دن اس نے تلاوت نہیں کی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ لقمانؑ حکیم کے مثل و مانند ہیں تم ان سے پُوچھو وُہ جواب دیں گے۔ جناب عمرؓ نے پوچھا تو حضرت سلمان نے کہا کہ تمام سال روزہ کے بارے میں یہ ہے کہ مَیں ہر مہینے تین دن روزہ رکھتا ہوں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے تو اس کو دس گنا ثواب دیتا ہوں اس لیئے یہ تمام سال کے برابر ہُوا باوجود اس کے کہ ماہِ شعبان میں بھی روزہ رکھتا ہوں اور ماہِ رمضان سے ملا دیتا ہوں۔ اور ہر رات بیداری کے یہ معنی ہیں کہ ہر رات باوضو سوتا ہوں۔ اور سرورِ عالم سے مَیں نے سُنا ہے کہ جو شخص باوضو سوتا ہے ایسا ہے کہ تمام رات عبادت میں بسر کی۔ اور ہر روز ختم قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ ہر روز تین مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لیتا ہوں اور مَیں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے حضرت امیرؑ المومنین سے فرمایا کہ اے علیؑ تمہاری مثال میری اُمّت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی مثال ہے۔ جس شخص نے سُورۃ قل ہو اللہ احد ایک مرتبہ پڑھا ایسا ہے کہ اُس نے ثلث قرآن کی تلاوت کی۔ جس نے دو مرتبہ پڑھا تو اُس نے دو ثلث کی تلاوت کی اور جس نے تین مرتبہ پڑھا تو ایسا ہے کہ اُس نے قرآن ختم کر لیا۔ اور اے علیؑ جو شخص تم کو زبان سے دوست رکھتا ہے اُس کو ثلث ایمان حاصل ہوتا ہے، اور جو شخص زبان و دل سے تم کو دوست رکھتا ہے اُس کو دو ثلث ایمان مل گیا۔ اور جو شخص تم کو زبان و دل سے دوست رکھتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے تمہاری مدد کرتا ہے تو تمام ایمان اُس کو حاصل ہو گیا۔ اے علیؑ اُس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر تم کو اہلِ زمین بھی اُسی طرح دوست رکھتے جس طرح اہلِ آسمان دوست رکھتے ہیں تو خدا کسی کو جہنم میں عذاب نہ کرتا۔ یہ سُن کر عمر خاموش ہو گئے جیسے اُن کے مُنہ میں پتھر بھر گیا ہو۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت امام محمد تقیؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب سلمان نے حضرت ابوذر کی دعوت کی اور دو روٹیاں اُن کے سامنے لائے۔ ابوذر نے روٹیاں اُٹھالیں اور گھمانے لگے اور اُس کو دیکھنے لگے سلمان نے پُوچھا کس لیئے ان کو اُلٹ پلٹ کر رہے ہو وُہ بولے کہ دیکھ رہا ہوں شاید یہ اچھی طرح نہیں پکی ہیں۔ یہ سُن کر سلمان کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ کس قدر جرأت ہے کہ ان روٹیوں کو گھما پھرا کر دیکھتے ہو خدا کی قسم اِس روٹی میں اُس پانی نے کام کیا ہے جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے اور فرشتوں نے اُس کو ہوا میں منتشر کیا۔ ہوا نے اُس کو بادل تک پہنچایا اور ابر نے اُس کو زمین پر چھڑکا اور رعد و فرشتے ہر ایک نے اُس میں کام کیا ہے

اوراس کے قطروں کو اُن کے مقامات پر پہنچایا۔ پھر زمین، لکڑی، لوہے، چوپایوں، آگ اور ایندھن اور نمک وغیرہ اور انسانوں نے کام کیا ہے جن کا میں احصا نہیں کرسکتا تو اس نعمت کا شکر کیونکر ادا کر سکتے ہو۔ یہ سُن کر جناب ابوذر نے کہا میں خدا سے توبہ کرتا ہوں اس سے جو کچھ میں نے کیا اور آپ سے معذرت کرتا ہوں۔ پھر امام نے فرمایا کہ دُوسرے روز سلمان نے پھر ابوذر کو بلایا اور اپنی تھیلی میں سے روٹی کے دو خشک ٹکڑے نکالے اور اپنے لوٹے میں اس کو تر کرکے ابوذر کے پاس لائے۔ ابوذر نے کہا کتنی عمدہ ہے یہ روٹی۔ کاش اس کے ساتھ نمک بھی ہوتا۔ سلمان اُٹھے اور باہر جاکر اپنا لوٹا رہن کیا اور نمک لائے۔ جناب ابوذرؓ روٹی پر اس کو چھڑکتے اور کھاتے اور کہتے جاتے تھے کہ میں اُس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے ہم کو اس قناعت کے ساتھ روزی عطا فرمائی۔ سلمان نے کہا اگر تم میں قناعت ہوتی تو میرا لوٹا گرو نہ ہوتا۔

بصائر الدرجات میں فضل بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں اور میرے والد حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے پدر بزرگوار نے عرض کی کہ کیا یہ صحیح ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلمان ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ میرے والد صاحب نے کہا کیا وُہ عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ وُہ ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں۔ میرے والد نے عرض کی کیا ابوطالب کی اولاد سے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ وُہ ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ میرے پدر نے عرض کی میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ حضرتؑ نے فرمایا بس یہ سمجھ لو کہ وُہ ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں۔ اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرمایا پھر کہا ایسا نہیں جیسا تم نے سمجھا۔ خدا نے بے شبہ ہماری طینت علیین سے خلق فرمائی، اور ہمارے شیعوں کی طینت اُس سے ایک درجہ پست خلق فرمائی۔ لہٰذا وُہ ہم میں سے ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں کی طینت سجین سے خلق فرمائی اور اُن کے دوستوں کی طینت اُن سے ایک درجہ پست خلق کی ہے لہٰذا وُہ لوگ اُن سے ہیں۔ اور سلمان لقمانؑ سے بہتر ہیں۔

کتاب روضۃ الواعظین میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے سلمان کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پُوچھا آپ سلمان ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کیا آپ وُہ نہیں ہیں جن کو رسُولؐ خدا نے آزاد کیا تھا؟ فرمایا ہاں میں نے اُن کے سر پر یاقوت کا ایک تاج دیکھا اور وُہ طرح طرح کے حلّوں اور زیورات سے آراستہ تھے۔ پھر میں نے کہا اے سلمان یہ کس قدر بلند درجہ ہے جو خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا خدا ورسُولؐ پر ایمان لانے کے بعد بہشت میں سب سے بہتر اعمال کون سا آپ نے پایا؟ فرمایا خدا ورسُولؐ پر ایمان لانے کے بعد بہشت میں علیؑ کی محبت اور اُن حضرتؑ کی متابعت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

نیز جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ بہشت سلمان کی اس سے زیادہ مشتاق ہے جس قدر سلمان اس کے مُشتاق ہیں اور بہشت سلمان کی عاشق ہے اُس سے زیادہ جتنے اُس کے عاشق سلمان ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمانؓ وابوذرؓ کو ایک دُوسرے کا بھائی بنایا اور ابوذرؓ سے شرط کی کہ سلمانؓ کی مخالفت نہ کریں۔

کتاب اختصاص میں بسندِ معتبر حضرت امیرالمومنین سے روایت ہے کہ اصبغ بن نباتہ نے حضرتؑ سے

جناب سلمان کی فضیلت کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُس کے بارے میں کیا کہوں جو ہماری طینت سے خلق ہُوا ہے اور اس کی رُوح ہماری رُوح سے متصل ہے۔ خداوند عالم نے ان کو ان کے اوّل و آخر و ظاہر و باطن علوم سے مخصوص قرار دیا ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا سلمان بھی وہاں موجود تھے۔ اُسی وقت ایک اعرابی آیا اور اُس نے سلمانؓ کو اُن کی جگہ سے ہٹا کر خود بیٹھ گیا جناب رسالتمآبؐ یہ دیکھ کر بہت غضبناک ہوئے یہاں تک کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی رگ پھُول گئی اور آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ اور فرمایا کہ تُو اُس شخص کو دُور کرتا ہے جس کو خداوند عالمین دوست رکھتا ہے اور اُس کی دوستی کو آسمان میں ظاہر کیا ہے اور اُس کو زمین پر خدا کا رسُولؐ دوست رکھتا ہے۔ اے اعرابی تُو دُور کرتا ہے اُس شخص کو کہ جب جبریلؑ میرے پاس آتے ہیں تو خدا کی جانب سے اُس کو سلام پہنچاتے ہیں اے اعرابی بیشک سلمانؓ مجھ سے ہے۔ جو شخص اُن پر ظلم کرتا ہے گویا اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور جس نے اُس کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اُس کو دُور کیا اُس نے مجھ کو دُور کیا۔ جس نے اُس کو نزدیک کیا اُس نے مجھ کو نزدیک کیا۔ اے اعرابی سلمانؓ کے بارے میں غلطی مت کر کیونکہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کو لوگوں کی موت سے اور لوگوں کی بلاؤں سے اور اُن کے نسب سے آگاہ کروں؛ اور اُن باتوں سے جو باطل سے حق کو جُدا کرنے والی ہیں۔ اعرابی نے کہا یا رسُولؐ اللہ میں نہیں جانتا تھا کہ سلمانؓ کے اعمال اس درجہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا وُہ مجوسی نہ تھے، پھر مسلمان ہُوئے۔ یہ سُن کر حضرتؐ نے فرمایا اے اعرابی میں سلمان کی فضیلت خدا کی جانب سے تجھ سے بیان کرتا ہوں اور تُو برابر کہے جاتا ہے کہ سلمان مجوسی تھے۔ یقیناً وُہ مجوسی نہ تھے بلکہ تقیہ کے طور پر شرک ظاہر کرتے تھے اور اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے۔ اے اعرابی کیا تُو نے نہیں سُنا ہے کہ خدا فرماتا ہے:۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (آیت ۶۵ سورۃ نساء پ۵) نہیں تیرے پروردگار کی قسم وُہ ایمان نہیں لائے تاکہ تم کو ہر تنازع میں جو ان میں پیدا ہو تم کو فیصلہ کرنے والا قرار دیں تاکہ اپنے نفسوں میں تنگی اور حرج نہ پائیں اُس سے جو تم فیصلہ کردو اور اطاعت کریں جو اطاعت کرنے کا حق ہے) اور کیا تُو نے نہیں سُنا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ رسُولؐ جو کچھ تم کو دے دیں وُہ لے لو اور جس بات سے منع کردیں اُس سے باز رہو۔ لہٰذا اے اعرابی جو کچھ میں کہوں اس کو قبول کرو اور شکر کرنے والوں میں سے ہو۔ اور میری باتوں سے انکار مت کر ورنہ خدا کے عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔ اور اطاعت کر خدا کے رسُولؐ کی تاکہ انہی لوگوں میں سے تُو بھی ہو۔[1]

ایضاً کتاب اختصاص میں بسند معتبر روایت ہے کہ ایک روز سلمان فارسی آنحضرتؐ کی مجلس میں داخل ہوئے۔ صحابہ نے ان کی تعظیم کی اور اُن کو اپنے اُوپر مقدم کرکے صدر مجلس میں ان کے حق کو بلند کیا اور ان کی بزرگی کی تعظیم اور برائے اختصاص جو اُن کو آنحضرتؐ اور آپ کی آلؑ سے تھا جگہ دی۔ پھر جناب عمرؓ آئے اور دیکھا کہ وُہ

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ بعید نہیں ہے کہ اعرابی سے مراد عمر ہوں جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں تقیہ کی وجہ سے لفظ اعرابی سے انہی کو مراد لیا ہے۔ ۱۲

صدر مجلس میں بٹھائے گئے ہیں یہ دیکھ کر وُہ بولے کہ یہ عجمی کون ہے جو عربوں کے درمیان صدر مجلس میں بیٹھا ہے۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام آدمی کنگھی کے دندانوں کے مثل و برابر ہیں۔ اور کوئی فضیلت نہیں ہے عربی کو عجمی پر اور نہ کسی سُرخ و سفید کو کسی سیاہ انسان پر مگر تقویٰ اور پرہیز گاری کے سبب سے۔ سلمان ایک دریا ہیں جو ختم نہیں ہوتا، اور ایک خزانہ ہیں جو تمام نہیں ہوتا۔ سلمان ہم اہلبیتؑ سے ہیں۔ سلمان حکمت عطا کرتے ہیں اور حق کی دلیلیں ظاہر کرتے ہیں۔

نیز کتاب اختصاص میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں جناب سلمانؓ اور حضرت جعفر طیارؓ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ بعض لوگ حضرت جعفرؓ کو سلمان پر فضیلت دیتے تھے ابوبصیر بھی وہاں حاضر تھے وُہ بولے سلمان آتش پرست تھے پھر مسلمان ہوئے۔ یہ سُن کر حضرت صادقؑ درست ہو کر بیٹھ گئے اور غیظ میں فرمایا کہ اے ابوبصیر سلمان کو خدا نے علوی بنا دیا اُس کے بعد جبکہ وُہ مجوسی تھے اور اُن کو قریشی قرار دیا اُس کے بعد جبکہ وُہ فارسی تھے۔ لہٰذا خدا کی رحمتیں ہوں اُن پر۔ اور بے شک حضرت جعفر کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بلند ہے۔ وُہ فرشتوں کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک روز جناب سلمانؓ ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب امیرؑ سرورِ عالم کے اشتر پر سوار اُدھر سے گزرے۔ حضرتؑ کو دیکھ کر جناب سلمان نے ان لوگوں سے فرمایا کیوں نہیں اُٹھتے ہو اور امیرالمومنین کا دامن پکڑ کر اپنے دین کے مسائل آپ سے نہیں دریافت کرتے ہو۔ اُسی خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور خلائق کو پیدا کیا ہے کہ ان حضرتؑ کے سوا کوئی تم کو تمہارے پیغمبرؐ کی سیرت سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وُہ عالم زمین ہیں اور زمین میں اُن کا تمام کام خدائی کام ہے۔ ان کی برکت سے زمین ساکن ہے۔ اگر وُہ تمہارے درمیان سے ہٹ جائیں تو تم علم نہیں پاؤ گے، اور لوگوں کو مُنکر دیکھو گے۔

ابن الحدید نے بیان کیا ہے کہ جناب سلمان کی وفات خلیفہ سوم کے زمانہ میں ۳۵ھ میں واقع ہوئی۔ بعض کا قول ہے کہ ۳۶ھ کے شروع میں آپ نے رحلت کی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وُہ خلیفہ دوم کی خلافت کے زمانہ ہی میں انتقال فرما چکے تھے۔ لیکن قولِ اوّل زیادہ مشہور ہے۔ [1]

کتاب فضائل شاذان بن جبرئیل میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے وُہ کہتے ہیں میں جناب سلمان کے ساتھ جبکہ وُہ امیرالمومنین کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مدائن میں حاکم تھے ان کو حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مدائن کا حاکم مقرر کیا تھا وُہ حضرت علیؑ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک حاکم تھے۔ تو ایک روز میں اُن کے پاس گیا تو اُن کو بیمار پایا، اور اُسی بیماری میں رحمتِ الٰہی سے واصل ہوئے۔ میں برابر اُن کی عیادت کے لئے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن کا مرض شدید ہوا اور اُن کو موت کا یقین ہو گیا تو مجھ سے فرمایا کہ اے اصبغ جناب رسُولِ خدا نے

[1] ابن الحدید کا بیان اور دیگر لوگوں کے اقوال جو وفات حضرت سلمانؓ کے بارے میں منقول ہیں صحیح نہیں معلوم ہوتے جبکہ جناب سلمانؓ کا حضرت علیؑ کے ابتدائی زمانۂ خلافت تک مدائن کا حاکم ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اس کے بعد کی روایت سے ظاہر ہے۔ ۱۲ مترجم

مجھے خبر دی ہے کہ جب میری موت کا زمانہ قریب ہوگا تو مُردہ مجھ سے کلام کرے گا۔ لہٰذا میں جاننا چاہتا ہوں کہ میری موت کا وقت آیا یا نہیں۔ اصبغ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ پھر آپ کیا چاہتے ہیں فرمایئے تو میں تعمیل کر دوں۔ جناب سلمان نے کہا کہ ایک تخت لاؤ اور اُس پر فرش بچھاؤ جس طرح مُردوں کے لیئے فرش کرتے ہیں اور چار اشخاص مجھے اُٹھا کر قبرستان مدائن میں لے چلو۔ اصبغ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ایسا ہی کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں بہت عجلت کے ساتھ باہر گیا اور جلد ہی واپس آیا۔ اور جناب سلمان نے جیسا فرمایا تھا اس کی میں نے تعمیل کی۔ اور ایک گروہ کو بُلا لایا جو اُن کو اُٹھا کر مدائن کے قبرستان میں لے گئے جب وُہ قبرستان میں زمین پر لٹا دیئے گئے تو اُنہوں نے فرمایا کہ لوگو مجھ کو روبقبلہ کر دو۔ پھر باآواز بلند فرمایا اے کہنہ اور بوسیدہ ہونے والے میدان کے رہنے والو تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ اے وُہ لوگو جن کو دُنیا سے پردہ کرا دیا گیا ہے تم پر سلام ہو۔ کسی نے جواب نہ دیا تو دُوسری مرتبہ فرمایا سلام ہو تم پر اے وُہ گروہ جس کے لیئے زمین کو چاشتگاہ قرار دیا ہے۔ سلام ہو تم پر اے گروہ جن کے لیئے زمین کو لحاف بنا دیا گیا ہے۔ سلام ہو تم پر اے لوگو جو اعمال کا بدلہ پا رہے ہو جو دُنیا میں کر چکے ہو۔ سلام ہو اے وُہ لوگو تم پر جو انتظار کر رہے ہو کہ اسرافیلؑ صُور پھُونکیں اور تم قبروں سے باہر نکلو۔ میں تم کو خدائے عظیم اور پیغمبرِ کریمؐ کا واسطہ دے کر تم سے سوال کرتا ہوں میرا جواب دو۔ میں ہوں سلمان فارسی رسُولِ خدا کا آزاد کردہ۔ آنحضرتؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ جب میری وفات قریب ہوگی تو مُردہ مجھ سے ہمکلام ہوگا۔ تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ میری وفات نزدیک ہوئی ہے یا نہیں۔ جب سلمان نے اپنی بات ختم کی ایک میت نے اپنی قبر سے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اے وُہ لوگو جو عمارتیں بناتے ہو حالانکہ فنا ہو جاؤ گے اور دُنیا میں مشغول ہو رہے ہو۔ میں تمہاری بات اے سلمان سُن رہا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ پُوچھو جو کچھ پُوچھنا چاہتے ہو خدا تم پر رحمت فرمائے۔ سلمان نے فرمایا اے موت کے بعد کلام کرنے والے اور مرنے کی حسرت کے بعد بولنے والے تو اہلِ بہشت سے ہے یا اہلِ دوزخ سے۔ اُس نے کہا اے سلمان میں اُن میں سے ہوں جن پر خدا نے اپنے عفو و کرم سے انعام فرمایا ہے اور بہشت میں اپنی رحمت کے سبب داخل فرمایا ہے۔ سلمان نے کہا اے بندۂ خدا مجھ سے بیان کر کہ موت کو تُو نے کیسا پایا اور اُس کی سختی تجھ پر کیسی گذری اور تُو نے کیا دیکھا اور کیا کیا مشاہدہ کیا۔ اُس نے کہا اے سلمان ذرا ٹھہرو اور جلدی نہ کرو۔ کیونکہ خدا کی قسم میرے جسم کا آرے سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا اور قینچی سے پارہ پارہ کیا جانا موت کی سختی سے میرے نزدیک بہت زیادہ آسان ہے۔ اے سلمان خدا نے مجھے دُنیا میں نیکیوں کی توفیق عطا فرمائی اور میں اچھے عمل کیا کرتا تھا خدا کے فرائض ادا کرتا، قرآن کی تلاوت کرتا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا بڑا حریص تھا؛ حرام باتوں سے پرہیز کرتا تھا اور بندگانِ خدا پر ظلم و ستم کرنے سے ڈرتا رہتا تھا اور رات دن محنت و کوشش و جانفشانی کے ساتھ حلال روزی حاصل کرتا کیونکہ خدا کے سامنے بازپرس کے لیئے حاضر ہونے سے ڈرتا رہتا تھا۔ غرضکہ ایک روز جبکہ میں نہایت مسرور اور خوش و خرم تھا کہ بیمار ہوا اور چند روز اُسی مرض میں مبتلا رہا یہاں تک کہ میری دنیاوی زندگی کے دن ختم ہوئے تو اُس وقت ایک شخص عجیب و غریب اور ڈراؤنی شکل و صورت میں میرے پاس آیا اور ہوا میں معلق کھڑا ہو گیا جو آسمان پر جاتا تھا نہ زمین پر اُترتا تھا۔ اُس نے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور مجھے

اندھا کر دیا اور میرے کانوں کی طرف اشارہ کیا جس سے میں بہرا ہو گیا، اور زبان کی طرف اشارہ کیا جس سے میں گونگا ہو گیا۔ غرضکہ میں ایسا ہو گیا کہ دُنیا کی کوئی چیز اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا اور نہ اپنے کانوں سے کچھ سُن سکتا تھا۔ تو میرے اہل و عیال اور عزیز و اقربا رونے چلاّنے لگے اور میری اس حالت کی اطلاع میرے بھائیوں اور ہمسایوں کو پہنچی۔ اُس وقت میں نے اُس شخص سے کہا کہ تو کون ہے اے شخص کہ مجھ کو میرے اہل و عیال اور مال و اولاد سے جُدا کرتا ہے۔ اُس نے کہا میں ملکُ الموت ہوں، اس لیئے آیا ہوں کہ تجھ کو مکانِ دُنیا سے مکانِ آخرت کی طرف لے جاؤں کیونکہ تیری مُدّتِ حیاتِ دُنیاوی ختم ہو چکی اور تیری مَوت کا وقت آگیا ہے۔ اسی اثنا میں دوسرے دو اشخاص اور آئے اور وہ خوبصورت انسانی شکل میں تھے۔ اُن میں سے ایک میری داہنی جانب بیٹھ گیا اور دُوسرا بائیں جانب، اور دونوں نے مجھ سے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ ہم تیرا نامۂ اعمال لائے ہیں۔ لے اور ان کو ملاحظہ کر۔ میں نے کہا یہ کیسا نامہ ہے کہ مجھے پڑھنا چاہیئے؟ وہ بولے کہ ہم دو فرشتے وہ ہیں جو دُنیا میں تیرے ساتھ ہر وقت رہتے تھے اور تیری نیکی و بدی لکھا کرتے تھے وہ یہی تیرا نامۂ عمل ہے۔ تو میں نے پہلے نیک اعمال کی کتاب دیکھنا شروع کی۔ وہ اُس فرشتے کے ہاتھ میں تھی جس کو رقیب کہتے ہیں۔ غرضکہ جُوں جُوں میں اپنی نیکیوں کو دیکھتا تھا شاد و مسرور ہوتا تھا اور دل کو بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ پھر گناہوں کے اعمال کی کتاب دیکھنا شروع کی جو دُوسرے فرشتے کے ہاتھ میں تھی جس کو عتید کہتے ہیں۔ تو اس میں جو کچھ تھا ان کو دیکھ دیکھ کر بہت غمگین ہوتا یہاں تک کہ میں رونے لگا تو ان فرشتوں نے کہا کہ خوشخبری ہو تجھ کو کہ تیرے لیئے بہتری اور اچھائی ہو گی۔ ان کے بعد وہی پہلے شخص یعنی ملک الموت میرے پاس آگئے اور رُوح میرے جسم سے کھینچنے لگے۔ اور اُن کا رُوح کو کھینچنا اور جسم سے نکالنا آسمان و زمین کی تمام شدتوں اور سختیوں کے مثل تھا۔ میں اُسی سختی و شدت میں تھا کہ میری رُوح کھنچ کر میرے سینہ تک پہنچی۔ پھر ملک الموت نے میری طرف ایک حربے سے اشارہ کیا کہ اگر اس کو پہاڑوں پر رکھتے تو وہ پگھل جاتے۔ آخر میری رُوح کو میری ناک سے قبض کر لیا۔ اُس وقت میرے اہل و عیال کے رونے چلاّنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اُس وقت وہ جو کچھ کہتے تھے میں سُنتا تھا اور جو کچھ کرتے تھے میں اُس پر مطلع ہوتا تھا۔ تو جب میرے گھر والوں کا گریہ بہت شدید ہُوا تو ملک الموت نہایت غصّہ اور تُرش روئی کے ساتھ اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے لوگو تمہارا یہ رونا چلاّنا کس سبب سے ہے خدا کی قسم میں نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا جس کی تم شکایت کرتے ہو اور اس پر کوئی سختی نہیں کی ہے جس سے تم فریاد کر رہے ہو۔ رو دُمت کیونکہ میں اور تم ایک خدا کے بندے ہیں۔ اگر خدا تم کو ہمارے متعلق کوئی حکم کرتا جیسا کہ تمہارے متعلق مجھے حکم فرمایا ہے تو بیشک تم بھی ہمارے حق میں اُس کے حکم کی اطاعت کرتے جیسا کہ میں تمہارے ساتھ اُس کے حکم کی اطاعت کر رہا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے اُس کی رُوح نہیں قبض کی مگر جب کہ اُس کی مقدر روزی ختم ہو چکی اور اُس کی زندگی کی مدت تمام ہو چکی۔ اب وہ اپنے کریم پروردگار کی بارگاہ میں گیا وہ اُس کے بارے میں جو حکم چاہے گا کرے گا اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ لہٰذا اگر صبر کرو گے تو تم کو اجر ملے گا اور بے صبری کرو گے اور فریاد و زاری کرو گے تو گنہگار رہو گے اور ابھی تو بہت دفعہ تمہاری طرف میرا آنا ہو گا۔ میں تمہارے لڑکوں، لڑکیوں، باپوں اور ماؤں کو لے جاؤں گا۔

غرضکہ یہ کہہ کر وہ میرے جسم کے پاس سے روانہ ہوئے اور میری رُوح اپنے ساتھ لے گئے۔ اُسی وقت ایک دُوسرا فرشتہ آیا اُس نے میری رُوح اُن سے لے لی اور ایک ریشمی کپڑے میں اُس کو لپیٹا اور آسمان پر لے گیا اور اُس کو چشم زدن میں خدا کے نزدیک پہنچایا۔ پھر جب میری رُوح حق تعالیٰ کے نزدیک حاضر ہوئی تو میرے ہر چھوٹے اور بڑے عمل کے بارے میں پُوچھا گیا اور نماز، روزۂ ماہِ رمضان، حج بیت اللہ، تلاوت قرآن، زکوٰۃ، صدقہ اور ہر عمل جو اپنی زندگی کے سارے دنوں اور وقتوں میں میں نے کیا تھا۔ اور ماں باپ کی اطاعت، اور ناحق کسی کا قتل کرنا اور مالِ یتیم ناحق کھانا اور بندگانِ خدا پر مظالم اور رات کو عبادت کرنا جبکہ لوگ سویا کرتے تھے اور جو کچھ اُن کے مثل اعمال تھے میری رُوح سے سب کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اُس کے بعد میری رُوح کو بحکم خدا زمین پر واپس بھیجا گیا۔ اُس وقت غسل دینے والے میرے قریب آئے اور میرا لباس اُتارا اور غسل دینا شروع کیا تو میری رُوح نے اُن کو ندا دی کہ اے بندگانِ خدا اس کمزور جسم کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ میں اُس کی کسی رگ سے نہیں نکلی مگر اُس کو توڑ ڈالا اور اُس کے کسی عضو سے نہیں باہر آئی مگر یہ کہ اُس کو چُور کر دیا ہے۔ خدا کی قسم اگر غسل دینے والا یہ آواز سُنتا تو میّت کو ہرگز غسل نہ دیتا۔ پھر میرے بدن پر پانی ڈالا اور مجھے تین بار غسل دیا گیا، اور تین کپڑوں کا مجھے کفن دیا گیا اور حنوط کیا گیا۔ یہی تھا میرا توشہ جس کو لے کر میں خانۂ آخرت کی طرف دُنیا سے نکلا۔ پھر میرے داہنے ہاتھ کی اُنگلی سے انگوٹھی اُتار لی۔ غرض میرے غسل سے فارغ ہو کر میرے بڑے لڑکے کو مجھے سپرد کر کے کہا کہ خدا تجھ کو تیرے باپ کی مصیبت میں ثواب عطا فرمائے اور تجھ کو صبر اور بے حساب اجر عطا فرمائے۔ پھر مجھے کفن میں لپیٹا اور تلقین کیا اور میرے گھر والوں اور ہمسایوں کو آواز دی کہ آؤ اور اس کو رخصت کرو۔ یہ سُن کر وہ لوگ میرے قریب آئے اور مجھ کو رخصت کیا۔ جب فارغ ہوئے مجھے لکڑی کے ایک تختے پر لٹایا۔ اُس وقت میری رُوح میرے مُنہ اور کفن کے درمیان تھی۔ پھر مجھ پر نماز پڑھی گئی۔ اُس کے بعد مجھ کو قبر کی جانب لے چلے۔ پھر جب مجھ کو قبر میں رکھا میں نے عظیم دہشت مشاہدہ کی اے سلمان! گویا کہ میں آسمان سے زمین پر گر پڑا۔ پھر مجھ کو لحد میں رکھا اور قبر کو اینٹوں سے بند کر دیا اور مٹی سے قبر کو پاٹ دیا۔ اُس وقت میری رُوح میری زبان اور کان کی طرف واپس آئی۔ جب لوگوں کو آواز دی گئی کہ میری قبر کے پاس سے واپس چلیں تو مجھے بڑی ندامت اور پشیمانی ہوئی اور میں نے کہا کاش میں بھی انہی لوگوں کے ساتھ واپس جاتا تو قبر کے ایک گوشہ سے ایک شخص نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اور اب واپس جانا ممکن نہیں اور یہ آیت پڑھی:- كَلَّآ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (آیت ۱۰۰ سورۃ مومنون پ۱۸) یہ خدا کا ارشاد ہے جو ان کافروں کی ایک جماعت کی تردید میں فرمایا ہے جبکہ وہ مرنے کے بعد دُنیا میں جانے کی اجازت طلب کریں گے یعنی "ہرگز نہیں کہ اس کو واپس جانے دیا جائے اور یہ وہ کلمہ ہے جس کا کہنے والا وہی ہے اور اُن کے پیچھے برزخ ہے اُس وقت تک کے لیئے جبکہ زندہ ہو کر لوگ اُٹھائے جائیں گے" برزخ دُنیا کے اور آخرت کے درمیان فاصلہ کو کہتے ہیں۔ غرضکہ یہ سُن کر میں نے کہا تو کون ہے جو مجھ سے گفتگو کر رہا ہے اُس نے کہا میں منبہ ہوں ایک فرشتہ جسے خدا نے تمام خلق پر مؤکل فرمایا ہے تاکہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کے اعمال کی اُن کے نفسوں پر تنبیہ کروں۔ جو اُن پر خدا کے نزدیک حجت ہو۔ پھر مجھے کھینچ کر بٹھایا اور کہا اپنے

اعمال لکھ۔ مَیں نے کہا مجھے یاد نہیں ہے۔ اُس نے کہا کیا تُونے قولِ خدا نہیں سُنا ہے جو اُس نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ۔ (آیت سورۃ مجادلہ پ ۲۸) یعنی خدا نے اُن کے اعمال کا احصا کرلیا ہے اور وُہ خود اپنے عملوں کو بھُول گئے ہیں۔ پھر اُس نے کہا اچھا تو لکھ مَیں تیرے اعمال بولتا جاتا ہوں۔ مَیں نے کہا کاغذ کہاں ہے تو اُس نے کفن کے کنارے سے ایک ٹکڑا کھینچ کر دیا تو مَیں نے دیکھا وُہ کاغذ تھا اور اُس نے کہا یہ تیرا صحیفہ ہے۔ پھر مَیں نے کہا قلم کہاں سے لاؤں اُس نے کہا تیری انگشتِ شہادت تیرا قلم ہے۔ میں نے کہا سیاہی کہاں سے لاؤں اُس نے کہا تیرا آبِ دہن روشنائی کی جگہ ہے۔ غرض اُس نے مجھے بتانا شروع کیا جو کچھ مَیں نے دارِ دُنیا میں عمل کیا تھا اور کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہ تھا جو اُس نے نہ بتایا ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَيَقُوْلُوْنَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (آیت ۴۹ سورۃ الکہف پ ۱۵) یعنی کفار کہیں گے ہائے افسوس یہ کیسی کتاب ہے جس میں کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ چھوڑا نہیں گیا بلکہ سب لکھ دیا گیا ہے اور جو کچھ دُنیا میں اُنہوں نے کیا سب اُس میں موجود پائیں گے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر اُس فرشتہ نے وُہ نوشتہ لے لیا اور اُس پر مُہر لگائی اور میری گردن میں پہنا دیا تو مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ دُنیا کے تمام پہاڑ میری گردن میں طوق بنا کر ڈال دیئے گئے ہیں۔ مَیں نے اُس سے کہا اے منبہ تُونے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا اُس نے کہا کیا تُونے اپنے پروردگار کا کلام نہیں سُنا ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ط وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (آیت ۱۴، سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵) یعنی ہر انسان کے لیئے ہم نے لازم کر دیا ہے کہ اُس کے نامۂ اعمال کو اُس کے گلے میں ڈال دیا جائے اور روزِ قیامت ہم اُس کے سامنے پیش کر کے کہیں گے کہ اپنے نامۂ عمل کو پڑھ تو آج خود اپنا حساب کرنے کے لیئے کافی ہے۔ منبہ نے کہا کہ یہ وُہ خطاب ہے جس سے تجھ کو روزِ قیامت مخاطب کریں گے اور تجھ کو حاضر کریں گے اور تیری دونوں آنکھوں کے سامنے تیرا نامۂ اعمال کھولا جائے گا اور تو خود اپنے نفس کا اُس روز گواہ ہوگا۔ پھر منبہ میرے پاس سے چلا گیا اور منکر فرشتہ آیا نہایت عظیم شکل اور مہیب صورت میں جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز تھا ایسا گراں کہ اگر تمام جنّ و انس اُس کو ہلانا چاہیں تو نہیں ہلا سکتے۔ وُہ میرے پاس ایک دہشت ناک آواز سے بولا کہ اگر تمام اہلِ زمین اُس کی آواز سُنتے تو سب کے سب مر جاتے۔ اُس نے مجھ سے کہا اے بندۂ خدا مجھے آگاہ کر کہ تیرا پروردگار کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرے پیغمبر کون ہیں تیرے امام کون ہیں اور تُونے کس طریقہ اور حالت پر زندگی بسر کی اور کیا اعتقاد رکھتا تھا۔ اُس کے خوف سے میری زبان بند گئی اور مَیں اپنے معاملہ میں حیران تھا اور نہیں سمجھتا تھا کہ کیا جواب دوں۔ اور خوف سے میرے جسم کا جوڑ جوڑ اور بند بند علیحدہ ہوگیا کہ خدا کی رحمت میرے شاملِ حال ہوئی جس نے میرے دل کو سہارا دیا اور میری زبان کو گویا کیا تو مَیں نے اُس سے کہا اے بندۂ خدا مجھے کیوں ڈراتا ہے جبکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا واحد ہے اور محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسُولؐ ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ عالموں کا پروردگار میرا رب ہے، محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پیغمبر ہیں، اسلام میرا دین ہے، قرآن میری کتاب ہے، کعبہ میرا قبلہ ہے،

اور علیؑ میرے امام ہیں۔ مَیں اسی اعتقاد کے ساتھ اپنے پروردگار سے روزِ قیامت ملاقات کروں گا۔ یہ سُن کر اُس نے کہا تجھ کو سلامتی کی خوشخبری ہو بیشک تُونے نجات پائی، اور میرے پاس سے چلا گیا۔ پھر فرشتہ نکیر آیا، اور میرے پاس نہایت خوفناک آواز سے بولا جس سے مثل سابق میرے اعضا ایک دُوسرے میں پیوست ہوگئے اور کہا اے بندۂ خدا اپنے عمل مجھ سے بیان کر۔ مَیں حیرت زدہ رہ گیا اور متفکر تھا کہ کیا جواب دوں۔ پھر خدا نے خوف کی شدّت مجھ سے زائل کر دی اور جواب مجھے الہام فرمایا اور بہترین یقین اور توفیق کرامت فرمائی تو مَیں نے کہا اے بندۂ خدا میرے ساتھ نرمی کر میں دُنیا سے آرہا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں اور نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اُس کے رسُولؐ ہیں، بہشت حق ہے، عذابِ آتشِ دوزخ حق ہے، صراط حق ہے، میزان حق ہے، خلائق کا حساب کیا جانا حق ہے، قبر میں منکر و نکیر کا سوال کرنا حق ہے اور قیامت میں مُردوں کا زندہ ہونا حق ہے، اور بہشت میں جن نعمتوں کا خداوندِ عالم نے وعدہ فرمایا ہے، حق ہے۔ اور دوزخ میں جن عذاب سے ڈرایا ہے حق ہے۔ اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ خدا ان کو زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔ یہ سُن کر اُس فرشتہ نے کہا کہ تجھ کو نعیم ابدی اور بھلائی کی خوشخبری ہو جو کبھی زائل نہ ہوگی۔ پھر مجھ کو لحد میں لٹا دیا اور کہا حامادکے مانند سورہ۔ اور میرے سر کے نزدیک بہشت کی جانب سے ایک دروازہ اور میرے پیروں کے سامنے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا اور کہا کہ اے بندۂ خدا ان بہشت کی نعمتوں کو دیکھ جو تجھ کو ملنے والی ہیں اور آتشِ جہنم کے عذاب کو بھی دیکھ لے جن سے تجھ کو نجات ملی۔ پھر جہنم کی طرف کا دروازہ بند کر دیا اور جنّت کی طرف کا دروازہ اُسی طرح کھُلا چھوڑ دیا جس سے بہشت اور اُس کی نعمتوں کی خوشبُو میرے پاس برابر آتی ہے۔ اور میری قبر کو تا حدِّ نظر فراخ و کشادہ کر کے میرے پاس سے چلا گیا۔

اے سلمان مَیں نے خدا کے نزدیک ان تین اُمور سے زیادہ پسندیدہ اور بلند کسی شے کو نہیں پایا اوّل نہایت سردی کے زمانہ میں رات کو نماز پڑھنا، دُوسرے انتہائی گرمی کے دنوں میں روزہ رکھنا، تیسرے اس طرح صدقہ و خیرات داہنے ہاتھ سے دینا کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ یہ ہے میری گفتگو اور میری صفت اور جو کچھ مجھے ہول کی شدّت سے اطلاع ہوئی تھی۔ اور مَیں خدا کی وحدانیت اور محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں، اور گواہی دیتا ہوں کہ موت حق ہے۔ لہٰذا ہر وقت غور و فکر کرتے رہو اور سوال کے وقت خدا کے سامنے ہونے سے ڈرتے رہو۔ اس کے بعد اُس مُردہ کا کلام ختم ہوگیا۔ سلمان نے کہا مجھ کو زمین پر لٹا دو جب ہم نے اُن کا سر زمین پر رکھا تو فرمایا تکیہ دے دو۔ ہم نے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا تو سلمان نے آسمان کی طرف نظر کی اور کہا یامن بیدہ[1] ملکوت کل شیٔ والیہ ترجعون وھو یجیر ولا یجار علیہ بک اٰمنت ولنبیک اتبعت وبکتابک صدقت وقد اتانی ما وعدتنی یامن لا یخلف المیعاد

[1] آیۃ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (آیت ۸۸ سُورۃ مومنون پ ۱۸) کی طرف اشارہ ہے۔ (مترجم)

اقبضنی الیٰ رحمتك وانزلنی دار کرامتك فانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ۔ جب وُہ اس دُعا اور شہادت سے فارغ ہوئے تو اُن کی رُوح سرائے فانی سے دار بقا کی طرف پرواز کر گئی اور وُہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمۂ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اصبغ کہتے ہیں کہ ہم اس حال سے حیرت میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص ابلق ٹٹو پر سوار ظاہر ہُوا جس کے چہرہ پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ جب وُہ ہمارے قریب پہنچا تو ہم کو سلام کیا۔ ہم نے جوابِ سلام دیا۔ جب اُس نے گفتگو شروع کی تو ہم نے جانا کہ وُہ حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ سلمان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو ہم نے انتظام کرنا شروع کیا اور کفن اور حنوط لانا چاہا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے سب ہمارے پاس موجود ہے غرض پانی اور تختہ جس پر غسل دیا جاتا ہے ہم حضرتؑ کے پاس لائے تو حضرتؑ نے خود اپنے دستِ مبارک سے غسل دیا اور کفن پہنایا اور آگے کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کی اقتدا میں نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر حضرتؑ نے اپنے دستِ مبارک سے ان کو لحد میں رکھا۔ جب دفن سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگے تو مَیں نے عرض کی یا امیرالمومنینؑ آپ یہاں کیونکر آئے اور آپ کو سلمان کے انتقال کی کس نے اطلاع دی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اے اصبغ مَیں تم سے خدا کو درمیان میں ڈال کر عہد و پیمان لیتا ہوں کہ اس راز کو جب تک میں زندہ ہوں کسی سے نہ کہنا۔ مَیں نے پوچھا یا امیرالمومنین میری وفات آپ سے پہلے ہوگی فرمایا نہیں۔ تو مَیں نے عرض کی یا حضرت مجھ سے عہد و پیمان لیجئے۔ مَیں آپ کی اطاعت کروں گا اور اس راز کو کسی سے نہ بیان کروں گا جب تک خدا آپ کے بارے میں جو حکم کرنا چاہے نہ کرے گا اور وُہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی تھی کہ سلمانؓ اس وقت مریں گے۔ مَیں نے اس وقت مسجدِ کوفہ مین نماز پڑھی اور مسجد سے مکان پر گیا اور سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ سلمان نے وفات پائی بس یہ سنتے ہی مَیں بیدار ہو گیا اور اپنے ٹٹو پر سوار ہُوا اور جو چیزیں دفن و کفن کے لئے ضروری تھیں یعنی کفن و کافور وغیرہ۔ اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا، تو خدا نے مدائن میرے لئے نزدیک کر دیا اور مَیں بہت جلد یہاں پہنچ گیا۔ یہ فرما کر حضرتؑ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور مَیں نہ سمجھ سکا کہ وُہ آسمان پر چلے گئے یا زمین میں۔ جب مَیں کوفہ پہنچا تو سُنا کہ حضرت اسی روز جس وقت کوفہ پہنچے تھے مغرب کی اذان ہو رہی تھی اور حضرتؑ نے اہلِ کوفہ کے ساتھ نمازِ مغرب ادا کی[1]

ابن شہر آشوب نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب امیرؑ نے صبح کی نماز ہم لوگوں کے ساتھ ادا کی اور ہماری جانب رُخ کر کے فرمایا کہ اے لوگو خداوندِ عالم سلمان کے غم میں تمہاری

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عجیب باتوں پر مشتمل ہے۔ منجملہ ان کے جناب سلمان کی وفات کا واقعہ جناب امیرؑ کی خلافت کے زمانہ میں تعجب خیز ہے اور آنحضرتؑ کا کوفہ سے آنا شہرت کے خلاف ہے۔ چونکہ اس حدیث میں بہت سی مفید باتیں ہیں اس لئے مَیں نے بھی درج کر دی۔ ۱۲

مصیبت پر تم کو اجرِ عظیم عطا فرمائے لوگوں نے یہ سُن کر بہت چہ میگوئیاں کیں۔ پھر حضرتؑ نے جنابِ رسولِ خدا کا عمامہ سر پر باندھا اور آنحضرتؐ کا پیراہن زیبِ جسم کیا اور حضرتؐ کا عصا ہاتھ میں لیا اور حضرتؐ کی تلوار حمائل کی اور حضرتؐ کے ناقہ غضبا پر سوار ہوئے اور قنبر سے فرمایا کہ دس قدم شمار کرو یا ایک سے دس تک گنو۔ قنبر کہتے ہیں کہ جب مَیں گننے سے فارغ ہُوا تو ہم جناب سلمانؓ کے دروازہ پر پہنچ چکے تھے۔ پھر زاذان نے روایت کی ہے کہ جب جناب سلمان کی وفات کا وقت قریب آیا مَیں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو کون غسل دے گا۔ فرمایا جس نے رسولِ خدا کو غسل دیا تھا۔ مَیں نے کہا آپ مدائن میں ہیں اور وُہ مدینہ میں۔ سلمانؓ نے کہا اے زاذان جب مَیں مر جاؤں گا اور تم میرے لبوں کو بند کرو گے تو ایک آواز سُنو گے۔ چنانچہ جب مَیں نے اُن کے دہن کو وفات کے بعد بند کیا تو دروازہ پر آیا جناب امیرؑ کو دیکھا آپ نے فرمایا اے زاذان ابو عبداللہ سلمانؓ رحمتِ الٰہی سے واصل ہوئے اور سلمان کے چہرے سے چادر ہٹائی تو سلمان مسکرائے حضرتؑ نے فرمایا مرحبا اے ابا عبداللہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچنا تو اُن حضرتؐ سے بیان کر دینا جو کچھ اُن کے بھائی پر اُن کی قوم کے ہاتھوں گذرا ہے۔ پھر حضرتؑ نے ان کی تجہیز شروع کی اور جب سلمان پر نماز پڑھی آپ کی بلند آواز سے تکبیر فرمانا مَیں نے سُنا۔ پھر ہم نے دو آدمیوں کو حضرتؑ کے ہمراہ دیکھا پوچھا یہ کون ہیں فرمایا کہ ایک میرے بھائی جعفرؑ ہیں اور دُوسرے جناب خضر۔ اور ان دونوں کے ہمراہ فرشتوں کی ستر ہزار صفیں ہیں کہ ہر صف میں ہزار ہزار فرشتے ہیں۔ اور کتاب مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ نے سلمانؓ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وُہ مُسکرائے اور چاہا کہ اُٹھ کر بیٹھ جائیں حضرتؑ نے فرمایا اپنی موت کی حالت پر پلٹ جاؤ تو وُہ پہلی حالت پر واپس ہو گئے۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ ایک روز صبح کو مدینہ کی مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ رسولِ خدا کو مَیں نے خواب میں دیکھا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ نے دنیا سے رحلت کی؛ اور سلمان نے مجھ سے وصیت کی تھی کہ مَیں اُن کو غسل و کفن دوں اور اُن پر نماز پڑھوں اور دفن کروں۔ لہٰذا اب مَیں ان کی وصیت پر عمل کرنے مدائن جا رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اُن کا کفن بیت المال سے لے جایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ کفن کا انتظام ہو چکا ہے۔ پھر صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے اور مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ لوگ مدینہ واپس گئے اور حضرتؑ زوال سے پہلے واپس آ گئے اور فرمایا کہ مَیں نے سلمان کو دفن کر دیا۔ بہت سے لوگوں کو حضرتؑ کی اس بات کا یقین نہ آیا اور لوگوں نے سچ نہ سمجھا یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد مدائن سے خط آیا کہ سلمانؓ نے اُسی روز وفات پائی اور ایک اعرابی نے آ کر اُن کو غسل دیا، کفن پہنایا، اُن پر نماز پڑھی اور اُن کو دفن کر کے واپس گیا۔ یہ معلوم کر کے سب کو تعجب ہُوا۔

کتاب روضۃ الواعظین میں سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ وُہ جناب سلمانؓ کی عیادت کو گئے، جبکہ وُہ بیمار تھے اور اُن کو روتے ہوئے دیکھا۔ سعد نے پوچھا اے ابو عبداللہؓ آپ کے رونے کا کیا سبب ہے حالانکہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے راضی دُنیا سے تشریف لے گئے اور آپ اُن کے پاس حوضِ کوثر پر جا رہے ہیں۔ سلمانؓ نے فرمایا کہ مَیں موت کے سبب سے نہیں روتا ہوں اور نہ دُنیا کی حرص کے

سبب سے غمگین ہوں۔ بلکہ سبب یہ ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا، اور فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس ضروری سامان ہونا چاہیئے جیسے مسافروں کے لیئے ضروری توشہ ہوتا ہے۔ اور مَیں اپنے گرد ان سامانوں کو دیکھتا ہوں اس سبب سے رنجیدہ ہوں۔ اُن کے گرد ایک بوریا، ایک پیالہ اور ایک لوٹا تھا۔

شیخ کشّی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ سلمان کہتے ہیں کہ رسُولؐ اللہ نے فرمایا کہ جب تمہاری موت کا وقت آئے گا چند گروہ تمہارے پاس آئیں گے اور اچھی اور بُری خوشبُو پائیں گے وُہ کھانا نہیں کھاتے ہوں گے یعنی وُہ فرشتے ہوں گے۔ پھر سلمان نے ایک تھیلی نکالی اور کہا یہ پیغمبرؐ خدا نے مجھے ہبہ فرمایا ہے اور وُہ ایک بہترین خوشبو تھی اور فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول دو۔ پھر اُس کو اپنے گرد چھڑک دیا۔ پھر اپنی زوجہ سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔ وُہ اُٹھیں اور دروازہ بند کر دیا۔ جب واپس آئیں تو دیکھا کہ اُن کی رُوح عالم قدس کی جانب پرواز کر چکی تھی۔

ساٹھواںؐ باب

محرمِ اسرارِ الٰہی جناب ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اور آپ کے فضائل ومناقب

واضح ہو کہ سابقہ اور لاحقہ معتبر حدیثوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے درمیان سلمان فارسیؓ کے بعد جناب ابوذرؓ سے افضل و برتر کوئی نہ تھا۔ آپ کا نام صحیح ترین قول کے مطابق جُندب بن جنادہ تھا اور کنیت ابو ذر۔ اور وُہ عرب کے قبیلۂ بنی غفار سے تھے۔

کلینی نے معتبر اسناد سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں آگاہ کروں کہ سلمانؓ اور ابو ذرؓ کیونکر مسلمان ہوئے اُس نے کہا کہ سلمان کے اسلام لانے کی کیفیت سے مطلع ہوں، جناب ابوذرؓ کے مسلمان ہونے کا حال بیان فرمایئے۔ اور اُس نے غلطی کی کہ حضرتؑ سے دونوں بزرگوار کے حالات نہ دریافت کیئے۔ یہ سُن کر حضرتؑ نے فرمایا کہ وُہ ابوبطن مرکہ میں جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے اپنی بھیڑوں کو چرایا کرتے تھے ناگاہ داہنی جانب سے ایک بھیڑیا اُن کی گوسفندوں پر جھپٹا۔ ابوذر نے اپنے عصا سے اُس کو بھگا دیا۔ پھر وُہ بائیں طرف سے حملہ آور ہُوا۔ ابوذرؓ نے اپنا عصا اُس کو مارا اور کہا تجھ سے بڑھ کر خبیث میں نے کوئی بھیڑیا نہیں دیکھا۔ تو وُہ بھیڑیا باعجازِ آنحضرتؐ گویا ہُوا اور کہا واللہ اہلِ مکہ مجھ سے بدتر ہیں۔ خداوند عالم نے اُن کی طرف ایک پیغمبرؐ بھیجا اور وُہ اس کو دروغ سے نسبت

دیتے ہیں اور اُس کو بُرا اور ناسزا کہتے ہیں۔ جناب ابوذرؓ نے جب اُس سے یہ کلام سُنا تو اپنی زوجہ سے کہا کہ کچھ ناشتہ، لوٹا اور عصا مجھے لاکر دے دو۔ یہ چیزیں لے کر پیدل مکہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ جو خبر بھیڑیئے سے سُنی تھی اس کی تصدیق کریں۔ غرض نہایت تکلیفیں اور سختیاں برداشت کرکے اور دُور و دراز کی مسافت طے کرکے داخلِ مکہ ہوئے۔ وُہ اُس وقت بہت پیاسے تھے۔ چاہ زمزم پر پہنچ کر ایک ڈول پانی کھینچا تو دیکھا کہ وُہ ڈول دُودھ سے بھرا ہُوا ہے۔ اُن کے دل میں گذرا کہ یہ اُس خبر کی گواہی ہے جو بھیڑیئے نے دی تھی اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزہ میں سے ہے۔ غرض وُہ دُودھ پیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں آئے وہاں قریش کی ایک جماعت کو دیکھا جو ایک دُوسرے کے گرد بیٹھے ہیں وُہ بھی اُنہی کے پاس بیٹھ گئے۔ وہاں وُہ لوگ آنحضرتؐ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے جیسے کہ بھیڑیئے نے اطلاع دی تھی، اور دن بھر وُہ اسی میں مشغول رہے۔ شام کے قریب وہاں حضرت ابوطالبؑ آئے۔ جب اُن کی نگاہیں ان حضرت پر پڑیں تو آپس میں بولے کہ خاموش ہو جاؤ کہ حضرتؐ کے چچا آ رہے ہیں۔ غرض وُہ سب آنحضرتؐ کی مذمت سے باز آئے۔ جب حضرت ابوطالبؑ وہاں پہنچے وُہ سب اُن سے باتیں کرنے لگے۔ شام کو جب ابوطالب اُن کے پاس سے اُٹھے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں بھی اُن کے ساتھ روانہ ہُوا۔ اُنہوں نے میری جانب مُڑ کے فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے؟ میں نے کہا کہ مَیں اُس پیغمبرؐ کی تلاش میں آیا ہوں جو آپ لوگوں کے درمیان مبعوث ہُوا ہے پُوچھا اُن سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا مَیں چاہتا ہوں کہ اُن پر ایمان لاؤں اور جو کچھ وُہ فرمائیں اُن کی سچائی کا اقرار کروں اور اُن کی اطاعت وتابعداری کروں فرمایا کیا تم ضرور ایسا کرو گے مَیں نے عرض کی بیشک فرمایا اچھا کل اسی وقت آنا تو میں اُن کے پاس پہنچا دوں گا۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے رات مسجد میں گذاری صبح کو اُنہی کافروں کی مجلس میں پھر جا بیٹھا۔ ان لوگوں نے پھر مثلِ روز گزشتہ حضرتؐ کی مذمت کرنا شروع کی اور جب حضرت ابوطالبؑ آئے تو پھر اپنی بیہودہ گفتگو بند کر دی اور اُن سے باتیں کرنے لگے۔ غرض جب حضرت ابوطالبؑ ان کے پاس سے اُٹھے تو میں بھی حضرتؑ کے ساتھ روانہ ہُوا۔ انہوں نے پھر کل کی طرح پُوچھا۔ مَیں نے وہی جواب دیا۔ پھر اُنہوں نے تاکید فرمائی کہ جو کچھ تم کہتے ہو اُس پر ضرور عمل کرو گے؟ مَیں نے عرض کی ہاں۔ تو مجھے اپنے ساتھ وہاں لے گئے جس گھر میں حضرت حمزہؓ تھے۔ مَیں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے میری غرض دریافت کی مَیں نے وہی جواب دیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اُس کے رسُولؐ ہیں مَیں نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہ۔ حضرت حمزہؓ مجھے اُس گھر میں لے گئے جس میں حضرت جعفر طیارؓ تھے میں نے اُن کو سلام کیا۔ انہوں نے بھی میری غرض دریافت کی میں نے وہی جواب دیا۔ اُنہوں نے شہادتین کی خواہش کی میں نے کلمۂ شہادتین پڑھا تو حضرت جعفرؑ مجھ کو امیرالمومنینؑ کے گھر لے گئے اُنہوں نے بھی سوال کے بعد شہادتین کا اقرار لیا اور مجھے اُس مکان میں لے گئے جہاں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے۔ مَیں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ حضرتؐ نے بھی میرا مدعا دریافت فرمایا اور کلمۂ شہادتین کی تلقین فرمائی۔ مَیں نے کلمۂ شہادتین کا اقرار کیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابوذرؓ اپنے وطن واپس جاؤ۔ تمہارے پہنچنے تک تمہارے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو چکا ہوگا اور تمہارے سوا

اُس کا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ ان کا مال لے لو اور اپنے اہل و عیال کے پاس رہو یہاں تک کہ مَیں اپنی نبوت کا اعلان کروں، پھر میرے پاس چلے آنا۔ غرض ابوذرؓ اپنے وطن واپس آئے تو اُن کے چچا زاد بھائی کا انتقال ہوگیا تھا۔ انہوں نے اُن کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کیا اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دینِ اسلام رائج ہوا تو وُہ مدینہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ یہ تھی کیفیت ابوذرؓ کے اسلام لانے کی۔ اور سلمانؓ کے اسلام لانے کی حالت جیسا کہ تم نے سُنا کہ وُہ شخص آنحضرتؐ سے یہ ظاہر کرکے کہ مَیں ان کے اسلام لانے کا حال جانتا ہوں پشیمان ہُوا۔ پھر استدعا کی کہ آنحضورؐ اُن کے اسلام لانے کی کیفیت کا بھی اظہار فرمائیں لیکن حضرتؐ نے منظور نہ کیا۔

ابن عبدالبرؒ نے جو علمائے اہلسنت کے بڑے عالموں میں سے ہیں کتاب استیعاب میں جنابِ رسُولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ ابوذرؓ اُمت میں عیسےٰؑ بن مریمؑ کے زہد کی مثال ہیں۔ دُوسری روایت کے مطابق زہد میں عیسےٰؑ بن مریمؑ کی شبیہ ہیں۔ نیز روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ابوذرؓ نے چند ایسے علوم حاصل کیئے جن کے تحمل سے لوگ عاجز ہیں اور اُس پر ایسی گرہیں لگادی ہیں کہ اُس میں سے کچھ باہر نہیں آسکتا۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب ابوذرؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت جبرئیلؑ دحیہ کلبی کی صورت میں آنحضرتؐ کے پاس تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ابوذرؓ نے سمجھا کہ وُہ حقیقت میں دحیہ کلبی ہیں اور کچھ باتیں پوشیدہ کر رہے ہیں اس لیئے وُہ چلے گئے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ ابوذرؓ یہاں سے گذر گئے اور ہم لوگوں کو سلام تک نہ کیا اگر وُہ سلام کرتے تو ہم لوگ ان کا جوابِ سلام دیتے۔ یا حضرتؐ ان کی ایک دُعا ہے جو تمام اہلِ آسمان میں مشہور ہے۔ جب مَیں چلا جاؤں تو آپ اُن سے پُوچھیئے گا۔ غرض جبرئیلؑ آسمان کی طرف پرواز کر گئے تو ابوذرؓ آئے۔ حضرتؐ نے پُوچھا تم نے ہم لوگوں کو سلام کیوں نہیں کیا تھا عرض کی مجھے ایسا محسوس ہُوا کہ آپ نے دحیہ کلبی کو خلوت میں کچھ گفتگو کے لیئے بلایا ہے۔ مجھے اچھا نہ معلوم ہُوا کہ آپ کے کلام میں مخل ہوتا حضرتؐ نے فرمایا وُہ جبرئیلؑ تھے اور انہوں نے سلام نہ کرنے کی شکایت کی تو ابوذرؓ بہت نادم ہوئے۔ حضرتؐ نے پُوچھا وُہ کون سی دُعا ہے جس کے ذریعہ سے تم خدا سے مانگتے ہو کہ جبرئیلؑ نے اطلاع دی ہے کہ وُہ تمہاری دُعا اہلِ آسمان میں مشہور ہے؟ عرض کی یہ دُعا پڑھتا ہوں:- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْاِیْمَانَ بِکَ والتصدیق بنبیّکؐ والعافیۃ من جمیع البلآء والشکر علی العافیۃ والغنی عن اشرار النّاس۔

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں مذکور ہے کہ ابوذرؓ حضرت سرورِ کائنات کے برگزیدہ اصحاب میں سے تھے ایک روز حضرتؐ سے عرض کی کہ مَیں ساٹھ گوسفند رکھتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ جہاں وُہ ہیں ان کے پاس چلا جاؤں لیکن حضورؐ کی زیارت سے محروم ہو جاؤں گا۔ اور ان بھیڑوں کو کسی چرواہے کے سپرد کرنا بھی پسند نہیں کرتا کہ ان پر ظلم کرے اور ان کی مناسب دیکھ بھال نہ کرے۔ حضرتؐ نے فرمایا چلے جاؤ۔ وُہ چلے گئے مگر ساتویں روز

پھر واپس آگئے۔ حضرتؐ نے پُوچھا گوسفندوں کو کیا کیا؟ عرض کی یا رسُولؐ اللہ اُن کا قصّہ عجیب ہے۔ ایک روز مَیں نماز میں مشغول تھا ناگاہ میری بھیڑوں پر ایک بھیڑیا حملہ آور ہُوا۔ مَیں متردّد ہُوا کہ آیا نماز کو توڑ کر بھیڑوں کو بچالوں یا نماز میں بدستور مشغول رہوں اور بھیڑوں کی پروا نہ کروں۔ تو مَیں نے گوسفندوں پر نماز کو ترجیح دی اور گوسفندوں کو چھوڑ دیا اُسی اثنا میں شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اب بھیڑیا تیرے گلہ میں داخل ہو کر سب کو ہلاک کر ڈالے گا اور تمہارے لیئے کچھ باقی نہ رہے گا جس سے زندگی بسر ہو تو مَیں نے اُس کے جواب میں کہا کہ اگر گوسفندیں میرے ہاتھ سے جاتی رہیں گی تو کچھ پروا نہیں۔ خدا کی توحید، رسُولؐ خدا پر ایمان اور اُن کے بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت جو آنحضرتؐ کے بعد بہترینِ خلق ہیں اور ان کے پاک اور ہدایت کرنے والے فرزندوں کی دوستی و الفت اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی تو باقی رہے گی جبکہ یہ دولت میرے ساتھ ہوگی تو جو کچھ ضائع ہو جائے ہیچ ہے۔ غرض مَیں نماز میں مشغول ہوگیا اور بھیڑیئے کو دیکھا کہ میرے گلہ میں در آیا اور ایک برّہ کو پکڑ کر لے گیا۔ ناگاہ ایک شیر ظاہر ہُوا اور اُس نے بھیڑیئے کو دو ٹکڑے کر دیا اور برّہ کو اُس سے چھین کر گلہ میں واپس پہنچا دیا اور مجھے آواز دی کہ اے ابوذرؓ اپنی نماز میں مشغول رہو کیونکہ خلاقِ عالم نے مجھے تمہاری گوسفندوں پر حفاظت کے لیئے مقرر فرمایا ہے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاؤ۔ غرض میں حضورِ قلب کے ساتھ اپنی نماز اُس کے آداب و شرائط سے بجالایا۔ جب فارغ ہُوا وُہ شیر میرے پاس آیا اور کہا کہ رسُولِ اللہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاؤ اور ان کو اطلاع دو کہ خدا نے آپ کے مصاحب کا احترام و اکرام فرمایا اور آپ کی شریعت کی حفاظت کرنے والا قرار دیا اور ان کی گوسفندوں پر ایک شیر کو موکل کیا یہاں تک کہ وُہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ آنحضرتؐ کے پاس صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی جب ابوذرؓ سے یہ خبر سُنی تعجب کا اظہار کیا۔ جنابِ رسُولؐ خدا نے فرمایا اے ابوذرؓ تم نے سچ کہا۔ مَیں اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ اور حسین (علیہم السلام) تمہاری تصدیق کرتے ہیں۔ منافقوں نے جب یہ کلام سُنا تو کہا کہ محمدؐ اور ابوذرؓ نے آپس میں سازش کر لی ہے تاکہ اس حیلہ سے ہم کو فریب دیں تاکہ جو کچھ وُہ کہتے ہیں ہم اُس کا اعتقاد کریں ان میں سے ایک جماعت نے کہا چل کر اُن کے گلہ کو دیکھنا چاہیئے جبکہ وُہ نماز پڑھ رہے ہوں کہ کیا شیر گوسفندوں کی حفاظت کرتا ہے تاکہ اُن کا جھُوٹ لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ غرض ایک مرتبہ جب اُن کے گلہ کے نزدیک گئے، تو دیکھا کہ ابوذرؓ نماز پڑھ رہے ہیں اور شیر اُن کے گلہ کے گرد گھوم رہا ہے اور اُن کو چرا رہا ہے اور جو گوسفند گلہ سے الگ ہو کر دُور چلی جاتی ہے اُس کو ہنکا کر گلہ میں داخل کر دیتا ہے۔ جب ابوذرؓ نماز سے فارغ ہوئے شیر نے بقدرتِ خدا کہا اے ابوذر اپنی گوسفندوں کو صحیح سلامت لو۔ پھر ان منافقوں کو ندا دی کہ اے منافقوں کی جماعت انکار کرتے ہو اس سے کہ خدا نے مجھ کو اُس کی گوسفندوں کی حفاظت کے لیئے مسخر فرمایا جو محمدؐ اور علیؑ اور اُن کی آلِ طاہرہ کا دوست ہے اور خدا کی جانب اُن کا وسیلہ اختیار کرتا ہے اُسی خدا کی قسم جو محمدؐ اور اُن کی آلِ اطہار کو معزز رکھتا ہے اُس نے مجھے ابوذرؓ کا مطیع و فرمانبردار قرار دیا ہے حتیٰ کہ اگر وُہ حکم دیں کہ تم سب کو چیر پھاڑ ڈالوں اور ہلاک کر دوں تو تم کو ہلاک کر دوں گا۔ اُسی خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی قسم سے بلند تر کوئی قسم نہیں کہ اگر محمدؐ و آلِ محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے حق کے ساتھ خدا سے سوال

کرول کہ تمام دریاؤں کو روغن زنبق (چنبیہ کا پھول)، اور لوبان کردے اور تمام پہاڑوں کو مشک و عنبرو کافور بنا دے اور تمام درختوں کی شاخوں کو زمرد اور زبرجد قرار دے دے یقیناً وُہ قادر منّان سب کو ایسا ہی بنا دے گا۔ پھر جب ابوذرؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے حضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر تم نے اپنے پروردگار کی عبادت بہت اچھی طرح کی اس سبب سے خدا نے ایسے حیوان کو تمہارا مسخر فرمایا کہ تمہاری اطاعت کرے اور درندوں کا ضرر تم سے دفع کرے۔ لہٰذا تم اُن میں سب سے بہتر ہو جن کی خدا نے قرآن میں مدح کی ہے جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ ابوذرؓ کہتے تھے کہ میں دینار سے بیزار ہوں اور اس کی مذمت کرتا ہوں سوائے جَو کی دو روٹیوں کے جن میں سے ایک صبح کو کھاتا ہوں اور ایک شام کو اور سوائے بال کے دو کپڑوں کے جن میں سے ایک کو کمر سے باندھتا ہوں اور ایک کو اوڑھتا ہوں۔

نیز بسند حسن حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ابوذرؓ اپنے خطبہ میں کہتے تھے کہ اے علم طلب کرنے والے دُنیا میں کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ اس کی بہتری فائدہ پہنچاتی ہے یا اس کی خرابی نقصان دیتی ہے سوائے اس کے جس پر خدا رحم فرمائے۔ لہٰذا اس شئے کو طلب کر جس سے بھلائی کی تم کو اُمید ہو۔ اے علم کے طلب کرنے والے تجھ کو تیری جان سے تیرے اہل و عیال اور دولت و مال مشغول نہ کرلیں اس لیئے کہ جس روز تو اپنے اہل و عیال سے جُدا ہو گا تو اُس مہمان کے مانند ہوگا جو رات کو کسی گروہ کے ساتھ بسر کرتا ہے اور دن کو اُن سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور مرنے اور مبعوث ہونے میں سوائے تھوڑی سی نیند کے جس سے تو بہت جلد بیدار ہو جائے زیادہ وقفہ نہیں ہے۔ اے علم کے طلب کرنے والے اُس روز سے پہلے اعمال صالحہ بھیج دے جس روز تجھ کو خدا کے سامنے برائے حساب و کتاب کھڑا کیا جائے گا اُس روز تو اپنے نیک اعمال کا ثواب پائے گا اور جو کچھ تو کرتا ہے اس کی جزا تجھ کو ملے گی۔

نیز بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوذرؓ سے پُوچھا کہ کس سبب سے ہم موت کو نہیں چاہتے ابوذرؓ نے فرمایا اس لیئے کہ تم نے اپنی دُنیا آباد کر رکھی ہے اور آخرت کو خراب و برباد کر رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تم نہیں چاہتے کہ تم مقامِ آباد سے مقامِ خراب کو جاؤ۔ پھر اُس شخص نے پوچھا کہ خدا کے سامنے ہمارا حاضر ہونا کس طرح ہوگا فرمایا اُس مسافر کے مانند ہے جو اپنے گھر کو پلٹتا ہے اور تم میں بد عمل جو ہے وُہ بھاگے ہوئے اُس غلام کے مانند ہوتا ہے جس کو اُس کے آقا کے پاس واپس لائیں۔ پھر پوچھا کہ ہمارا حال خدا کے سامنے کیسا ہوگا ابوذرؓ نے فرمایا کہ اپنے اعمال خدا کی کتاب پر پیش کرو۔ جیسا کہ وُہ فرماتا ہے:۔ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (آیت ۱۳و۱۴ سورۃ انفطار پ ۳۰) بیشک نیک اعمال والے بہشت کی نعمتوں میں ہوں گے اور یقیناً گنہگار جہنم میں رہوں گے۔" اُس شخص نے پُوچھا خدا کی رحمت کہاں ہے فرمایا نیکو کاروں کے نزدیک۔

نیز اُنہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوذر کو لکھا کہ کسی بہتر علم تازہ سے مجھے مستفید فرمایئے ابوذرؓ نے اس کو لکھا کہ علم کی کوئی انتہا نہیں بے شمار علوم ہیں۔ لیکن اگر تجھ سے ہو سکے تو اس شخص سے بدی مت کر

جس کو تُو دوست رکھتا ہے۔ اُس نے کہا کیا کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص جس کو دوست رکھتا ہے اُس سے بُرائی کرے۔ ابوذرؓ نے کہا ہاں! تیری جان تجھ کو تمام جانوں سے زیادہ محبوب ہے جب تُو خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو اپنی جان کو نقصان پہنچاتا ہے۔

پھر اُنہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک شخص تھا جو برابر جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں آیا کرتا تھا۔ ایک روز وُہ مسجد میں داخل ہوا اور کہا خداوندا مجھے وحشت سے انس کرامت فرما اور میری تنہائی کو نیک ہم نشین سے واصل کر دے۔ جب وُہ دُعا سے فارغ ہوا دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہے وُہ اُس کے پاس گیا اور سلام کیا اور پُوچھا کہ اے بندۂ خدا تو کون ہے کہا میں ابوذر ہوں۔ اُس شخص نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ ابوذر نے پُوچھا اے بندۂ خدا تُو نے تکبیر کیوں کہی۔ اُس نے کہا جب میں مسجد میں داخل ہوا تو ایسی دُعا کہی تھی تو خداوند عالم نے آپ کی ملاقات سے مجھے سرفراز فرمایا۔ ابوذر نے کہا میں تکبیر کہنے کا زیادہ مستحق تھا کیونکہ میں شائستہ ہم نشین ٹھہرا۔ بیشک میں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میں اور تم قیامت کے روز ایک بلندی پر ہوں گے یہاں تک کہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہوں گے۔ اے بندۂ خدا میرے پاس سے چلا جا کیونکہ عثمان نے میری ہم نشینی سے لوگوں کو منع کیا ہے ایسا نہ ہو کہ تجھے کوئی تکلیف پہنچے۔

بسند موثق اُنہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت ابوذر جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسُولؐ اللہ مدینہ منوّرہ کی ہَوا میرے موافق نہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے بھتیجے کو لے کر قبیلہ مزینہ کے پاس چلا جاؤں اور وہیں زندگی گزاروں۔ حضرتؐ نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ عرب کے سواروں کا ایک گروہ کہیں تم پر حملہ کر کے تمہارے بھتیجے کو مار نہ ڈالے اور تم پریشان حال میرے پاس آکر اپنے عصا پر تکیہ کر کے کھڑے ہو اور کہو کہ میرے بھائی کے لڑکے کو ظالموں نے مار ڈالا اور میرے حیوانات پکڑ لے گئے۔ ابوذرؓ نے کہا انشاء اللہ جو بہتر ہوگا وہی ہوگا۔ آخر حضرتؐ نے اُن کو اجازت دے دی اور وُہ اپنے بھائی کے لڑکے اور اپنی زوجہ کو لے کر مدینہ سے باہر چلے گئے۔ جب قبیلۂ مزینہ میں پہنچے کچھ دنوں کے بعد قبیلۂ فزارہ کے سواروں کا ایک گروہ اُن پر حملہ آور ہُوا اور عیینہ بن حصین اُن کے حیوانات بھگا لے گیا اور اُن کے بھتیجے کو قتل کر دیا اور اُن کی زوجہ کو پکڑ لے گئے جو بنی غفار کے قبیلہ سے تھیں۔ آخر ابوذرؓ ہر مقام سے تیزی کے ساتھ روانہ ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور ان کو نیزہ کی انی سے اُن لوگوں نے مارا تھا جو اُن کے شکم تک پہنچی تھی۔ غرض ابوذرؓ عصا پر تکیہ کر کے بولے کہ سچ کہا تھا خدا اور اُس کے رسُول نے یا حضرتؐ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ظالموں نے میرے بھتیجے کو مار ڈالا اور میرے مویشی لے گئے اور اب آپ کے سامنے اپنے عصا پر تکیہ کیئے ہوئے کھڑا ہوں۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو مدد کے لیئے بلایا اور وُہ لوگ جلدی جلدی مدینہ سے باہر نکلے اور قبیلۂ فزارہ کا تعاقب کیا اور اُن سے ابوذرؓ کا مال واپس چھین لیا اور مشرکین کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا[1]

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ ابوذرؓ کا آنحضرتؐ کی مخالفت کرنا ان کی شان کے منافی ہے ممکن ہے کہ یہ (باقی بر صفحہ ۹۷۰)

بسند ہائے متواترہ عامہ وخاصہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ اور ابن بابویہ نے بسندِ معتبر امام رضا سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوذرؓ اس اُمّت کے صدیق ہیں۔

شیخ طبرسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر میں تمہارے واسطے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیئے پسند کرتا ہوں۔ مَیں تم کو کمزور و ناتوان پاتا ہوں لہٰذا دو شخصوں پر بھی امیر مت بننا اور مالِ یتیم کے متکفل نہ ہونا۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ ابوذرؓ بہتر ہیں یا آپ کے اہلبیتؑ۔ حضرتؑ نے پوچھا سال کے کتنے مہینے ہوتے ہیں۔ عرض کی بارہؑ۔ حضرتؑ نے پوچھا اُن میں کتنے مہینے محترم ہیں۔ راوی نے عرض کی چار مہینے۔ حضرتؑ نے دریافت کیا کہ ماہِ رمضان بھی اُن میں شامل ہے یا نہیں۔ راوی نے کہا نہیں۔ حضرتؑ نے پوچھا محترم مہینے افضل ہیں یا ماہِ رمضان؟ راوی نے کہا ماہِ رمضان۔ تب حضرتؑ نے فرمایا کہ یہی حال ہم اہلبیتؑ کا ہے ہم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بیشک ایک روز ابوذرؓ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ لوگ اس اُمّت کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ ابوذرؓ نے کہا اس اُمّت کے بہترین افراد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور وُہ بہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں اور وُہ اس اُمّت کے صدیق اور فاروق ہیں اور اس اُمّت پر حجتِ خدا ہیں۔ جب منافقوں نے اُن سے یہ بات سُنی تو مُنہ پھیر لیا اور انکار کیا اور اُن کو دروغ سے نسبت دی۔ تو ابوامامہ باہلی اُن میں سے اُٹھا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس نے ابوذرؓ کا کلام اور اُس جماعت کا انکار بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا آسمانِ سبز نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین گرد آلود نے بوجھ نہیں اُٹھایا کسی شخص کا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ نیز بسند دیگر روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ سے اسی حدیث کو دریافت کیا کہ کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذرؓ کے حق میں ایسا فرمایا ہے حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ تو راوی نے کہا پھر خود جناب رسولؐ خدا امیر المومنینؑ اور حسنؑ و حسینؑ کہاں گئے۔ یہ سُن کر حضرتؑ نے فرمایا کہ ہماری مثال ماہِ رمضان کی سی ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جس میں عمل کرنا ہزار مہینے کے عمل کرنے کے برابر ہے۔ تمام اکابر صحابہ دُوسرے تمام مہینوں میں حرمت کے مہینوں کے مانند ہیں اسی طرح ہم اہلبیتؑ پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

حسن بن سعید کی کتاب میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ایک روز ایک شخص ابوذرؓ کے پاس آیا اور اُن کو خوشخبری دی کہ تمہاری مویشیوں نے بچّے دیئے ہیں اور اُن کی کثرت ہوگئی ہے۔ ابوذرؓ نے فرمایا کہ

(بقیہ از صفحہ ۹۶۹) ابوذر کے ابتدائی زمانہ کا حال ہو قبل اس کے کہ ان کا ایمان کامل ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے اُن کی غرض آنحضرتؐ کے معجزہ کا ظہور ہو یا راحتِ دُنیا پر آخرت کے ثواب کا اختیار کرنا مقصود ہو۔ ۱۲

اُن کی زیادتی سے میں خوش نہیں ہوتا اور نہ اُن کو دوست رکھتا ہوں بلکہ جو کم اور کافی ہو اُسی کو پسند کرتا ہوں اس لیئے کہ مَیں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ حضرتؐ فرماتے تھے کہ صراط کے دونوں کناروں پر رحم اور امانت ہوں گے۔ کوئی ایسا شخص جب اُس پر گزرے گا جس نے صلۂ رحم بہت کیا ہوگا اور کسی کی امانت میں خیانت نہ کی ہوگی تو صراط اس کو دوزخ میں نہ ڈالے گا۔

نیز بسند صحیح انہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک روز ابوذر نے ایک شخص کو اس کی ماں کے طعنہ کے ساتھ سرزنش کی اور کہا اے سیاہ عورت کے لڑکے۔ چونکہ اس کی ماں کالی تھی اس لیئے ایسا کہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر کیا اس شخص کو اس کی ماں کا طعنہ دیتے ہو۔ جب ابوذرؓ نے یہ سُنا خاک پر گر پڑے۔ روتے تھے اور اپنا سر اور چہرہ خاک پر ملتے تھے۔ آخر حضرتؐ اُن سے راضی ہوئے۔

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ لوگوں نے ابوذرؓ سے کہا اے رسُولؐ خدا کے مصاحب کیونکر تم نے صبح کی۔ آپ نے فرمایا دو نعمتوں میں مَیں نے صبح کی ایک یہ کہ خدا نے میرا گناہ پوشیدہ کر دیا ہے اور ایک یہ کہ لوگ میری تعریف کرتے ہیں۔ اور جو شخص اپنی تعریف سے مغرور ہوتا ہے وُہ دھوکا کھاتا ہے۔

شیخ کشی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ابوذرؓ جناب رسُولؐ خدا کی تلاش میں ایک باغ میں گئے اور آنحضرتؐ کو سوتے ہوئے دیکھا معلوم کرنا چاہا کہ آیا واقعی آنحضرتؐ سو رہے ہیں یا بیدار ہیں اس لیئے ایک سُوکھی لکڑی لے کر توڑی جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اُٹھا کر فرمایا اے ابوذرؓ کیا مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ میں تمہارے اعمال اُسی طرح نیند کی حالت میں بھی دیکھتا ہوں جس طرح بیداری کے عالم میں دیکھتا ہوں۔ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ابوذرؓ کی زیادہ تر عبادت صنائع پروردگار میں غور کرنے اور عبرت حاصل کرنے میں ہوتی تھی۔

قطب راوندی نے خود ابوذرؓ سے روایت کی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ ایک روز مَیں اور عثمانؓ ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ مسجد میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے؛ ہم دونوں بھی حضورؐ کے پاس بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد عثمانؓ اُٹھ کر چلے گئے اور میں بیٹھا رہا، تو آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ عثمان سے کیا راز کی باتیں کر رہے تھے؟ عرض کی مَیں قرآن کا ایک سُورۃ پڑھ رہا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ بہت جلد وُہ تم سے دشمنی کریں گے اور تم اُن کے دشمن ہو جاؤ گے اور تم دونوں میں، جو ظالم ہوگا وُہ جہنم میں جائے گا تو مَیں نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہم دونوں میں جو ستم گار ہوگا وُہ آتشِ جہنم میں ہوگا۔ فرمایئے ہم میں کون ستم کرنے والا ہوگا حضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر حق کہنا اگرچہ وُہ تلخ ہوگا یہاں تک کہ قیامت کے روز مجھ سے ملاقات کرنا اس عہد کے ساتھ جو مَیں نے تم سے لیا ہے۔

بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ ابوذرؓ خدا کے خوف سے اس قدر روئے کہ اُن کی آنکھیں زخمی ہو گئیں۔ لوگوں نے کہا کہ خدا سے دُعا کرو کہ تمہاری آنکھوں کو شفا بخشے۔ ابوذرؓ نے کہا مجھے ان کی

پروا نہیں۔ پوچھا پھر تمہیں کون سا غم ہے جس نے تمہیں آنکھوں سے بے خبر کر دیا ہے کہا دو عظیم امر درپیش ہیں اور وُہ بہشت و دوزخ ہیں۔

ابن بابویہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد قُبا میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کا ایک گروہ حاضرِ خدمت تھا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ اب جو شخص سب سے پہلے اس دروازہ سے آئے گا وُہ اہلِ بہشت سے ہوگا۔ جب صحابہ نے یہ سُنا تو اُن میں سے ایک گروہ اُٹھا کہ شاید وُہ داخل ہونے میں سبقت کر جائیں۔ یہ دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا جو گروہ اب داخل ہوگا اور اس میں ایک دُوسرے پر سبقت کرے کے جو شخص رومی مہینے ازار کے ختم ہونے کی مجھ کو خوشخبری دے گا وُہ اہلِ بہشت سے ہے۔ غرض اُس جماعت کے ساتھ ابوذرؓ داخل ہوئے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پُوچھا کہ رُومی مہینوں میں سے کون سا مہینہ ہے ابوذرؓ نے کہا ازار ختم ہو گیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہم جانتے ہیں لیکن میں چاہتا تھا کہ صحابہ یہ سمجھ لیں کہ تم اہلِ بہشت سے ہو۔ اور کیونکر نہ ہوگے جبکہ تم کو میرے حرم سے میرے اہلبیتؑ کی محبت اور دوستی کے سبب باہر نکالیں گے اور تم تنہائی میں زندگی بسر کرو گے اور تنہائی میں تمہاری وفات ہوگی اور اہلِ عراق کی ایک جماعت تمہاری تجہیز و تکفین کی سعادت حاصل کرے گی۔ اور وُہ جماعت بہشت میں میری رفیق ہوگی جس کا خدا نے پرہیزگاروں سے وعدہ فرمایا ہے۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جنگِ تبوک میں ابوذرؓ تین روز پیچھے رہ گئے اس لیئے کہ اُن کا اُونٹ لاغر و کمزور تھا۔ جب اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اُونٹ قافلہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اُس کو راہ میں چھوڑ دیا اور اپنا سامان اپنی پُشت پر باندھ لیا اور پیادہ روانہ ہوئے۔ جب دن نکلا اور آفتاب بلند ہُوا مسلمانوں نے اُن کو دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابوذرؓ ہیں اور پیاسے ہیں پانی جلد ان کے پاس پہنچاؤ۔ لوگوں نے پانی اُن کے پاس پہنچایا انہوں نے پیا اور حضرتؐ کی خدمت میں دوڑے ہوئے آئے۔ لوٹا اُن کے ہاتھ میں تھا۔ حضرتؐ نے پُوچھا اے ابوذر پانی تو ساتھ لیئے ہوئے ہو پھر کیوں پیاسے رہ گئے۔ عرض کی یا رسُولؐ اللہ میرا گذر راہ میں ایک پتھر کی طرف ہُوا اُس پر بارش کا پانی جمع تھا۔ میں نے چکھا تو وہ بہت سرد اور شیریں معلوم ہُوا اس لیئے میں نے عہد کیا کہ جب تک میرے حبیبؐ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو نہ پیئیں گے میں بھی نہ پیؤں گا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر خدا تم پر رحم فرمائے تم تنہا غربت میں زندگی گزارو گے، تنہائی میں تمہاری وفات ہوگی تنہا مبعوث ہوگے اور تنہا ہی بہشت میں داخل ہوگے؛ اور اہلِ عراق کا ایک گروہ تمہارے دفن و کفن کی سعادت حاصل کرے گا۔

معتمد اربابِ سیر نے نقل کیا ہے کہ ابوذرؓ خلیفہ دوم کے زمانہ میں شام چلے گئے تھے اور وہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ تک مقیم رہے۔ جب اُن کی نامناسب طریقوں کی ان کو اطلاع ہوئی خاص طور سے جناب عمار کی بے حرمتی اور مار پیٹ کا حال معلوم ہُوا تو وُہ علانیہ ان کی مذمت کرنے لگے اور ظاہر بظاہر ان کو بُرا کہتے اور اُن کی زیادتیوں کو بیان کرتے رہتے۔ اور جب امیر معاویہ کے ظلم و جور مشاہدہ کرتے تو اُن کو سرزنش کرتے اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی دوستی و محبت کی ترغیب دیتے اور اُن کے فضائل و مناقب بیان کرتے اور اُن میں سے

بہتوں کو تشیع پر مائل کر لیا تھا۔ اور مشہور یہ ہے کہ شام اور جبل عامل میں جو شیعہ ہیں وُہ ابوذرؓ کی برکت سے ہیں۔ غرض امیر معاویہ نے اُن کی شکایت عثمان کو لکھی اور ظاہر کیا کہ اگر چند روز ابوذرؓ اور اس ملک میں رہ جائیں گے تو یہاں کے لوگوں کو تم سے منحرف کر دیں گے۔ عثمان نے جواب میں لکھا کہ جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے تجھ کو چاہیئے کہ تیز رو مرکب پر ابوذرؓ کو سوار کر کے ایک سخت مزاج شخص کے ساتھ روانہ کر دے جو رات دن سواری کو دوڑاتا ہُوا لائے تاکہ نیند ابوذرؓ پر غالب ہو (اور وُہ سو نہ سکیں) تاکہ میرا اور تیرا ذکر اُن کے دل سے نکل جائے (اور نیند میں بے چین رہیں) جب یہ خط معاویہ کو ملا ابوذرؓ کو بلایا اور اُن کو ایک شریر اُونٹ کی کوہان پر بٹھایا اور ایک تند مزاج ساربان کو ان کے ہمراہ کر کے روانہ کیا۔ ابوذرؓ لمبے قد کے آدمی تھے مگر لاغر اور ناتوان تھے۔ اُس وقت بوڑھے ہو چکے تھے اور اُن کے سر اور داڑھی کے تمام بال سفید ہو گئے تھے۔ غرض ساربان اُونٹ کو نہایت تیزی سے چلاتا رہا۔ اُونٹ پر کجاوہ وغیرہ کچھ نہ تھا اس لیئے اس کے دوڑانے سے ابوذر کی رانیں زخمی ہو گئی تھیں یہاں تک کہ ان کے گوشت گر گئے تھے۔ اسی حال خراب و خستہ سے مدینہ میں پہنچے۔ جب لوگ اُن کو عثمان کے سامنے لائے تو اُن کو دیکھ کر وُہ بولے کہ کوئی آنکھ تیرے دیدار سے روشن نہ ہو اے جندب۔ ابوذرؓ نے کہا میرے باپ نے میرا نام جندب رکھا تھا لیکن رسُولؐ اللہ نے میرا نام عبداللہ رکھا۔ عثمان نے کہا کہ تم مسلمان ہونے کا دعوٰے کرتے ہو اور ہمارے متعلق کہتے ہو کہ ہمارا قول ہے کہ خدائے تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں۔ آخر میں نے کب یہ بات کہی ہے۔ ابوذرؓ نے کہا یہ بات تو میں نے کبھی نہیں کہی لیکن گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے کہ جب ابی العاص کی اولاد تیس تک پہنچ جائے گی خدائے تعالیٰ کے مال کو اپنے اقبال و اقتدار کا ذریعہ قرار دیں گے اور بندگانِ خدا کو اپنے ملازم اور خدمت گار سمجھیں گے اور دینِ خدا میں خیانت کریں گے اُس کے بعد خداوندِ عالم اپنے بندوں کو اُن کے دستِ ظلم سے چھوڑائے گا اور رہائی دے گا۔ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے:- وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (آیت ۸۴، ۸۵ سورۃ بقرہ پ۱) جس کا ترجمہ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق یہ ہے کہ یاد کرو اُس وقت کو جبکہ تم سے یا تمہارے باپ دادا سے ہم نے عہد لیا کہ اپنے عزیزوں اور اپنے ہم مذہبوں کا خون نہ کرنا اور نہ اُن کو ظلم و جور کے ساتھ اُن کے گھروں سے نکالنا۔ تو تم نے عہد و اقرار کیا اور تم اس کو جانتے ہو اور اس پر خود آپس میں ایک دُوسرے کے گواہ ہو مگر تم تو وُہ لوگ ہو کہ عہد کو توڑتے ہو اور آپس میں ایک دُوسرے کو قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو گھروں اور شہروں سے نکالتے ہو اور اُن کو نکالنے میں ایک دُوسرے کی مدد کرتے ہو۔ اور اسیروں کا فدیہ جو دیتے ہو وُہ تو بہتر ہے، آیا کتابِ خدا کے بعض احکام پر عمل کرتے ہو جو اسیروں کے فدیہ دینے کے بارے میں ہے اور بعض سے انکار کرتے ہو

پروا نہیں۔ پوچھا پھر تمہیں کون سا غم ہے جس نے تمہیں آنکھوں سے بے خبر کر دیا ہے کہا دو عظیم امر درپیش ہیں اور وُہ بہشت و دوزخ ہیں۔

ابن بابویہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد قبا میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کا ایک گروہ حاضرِ خدمت تھا۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ اب جو شخص سب سے پہلے اس دروازہ سے آئے گا وُہ اہلِ بہشت سے ہوگا جب صحابہ نے یہ سُنا تو اُن میں سے ایک گروہ اُٹھا کہ شاید وُہ داخل ہونے میں سبقت کر جائیں۔ یہ دیکھ کر حضرتؐ نے فرمایا جو گروہ اب داخل ہوگا اور اس میں ایک دوسرے پر سبقت کر کے جو شخص رومی مہینے ازار کے ختم ہونے کی مجھ کو خوشخبری دے گا وُہ اہلِ بہشت سے ہے۔ غرض اُس جماعت کے ساتھ ابوذرؓ داخل ہوئے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ رُومی مہینوں میں سے کون سا مہینہ ہے ابوذرؓ نے کہا ازار ختم ہو گیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہم جانتے ہیں لیکن میں چاہتا تھا کہ صحابہ یہ سمجھ لیں کہ تم اہلِ بہشت سے ہو۔ اور کیونکر نہ ہوگے جبکہ تم کو میرے حرم سے میرے اہلبیت کی محبت اور دوستی کے سبب باہر نکالیں گے اور تم تنہائی میں زندگی بسر کرو گے اور تنہائی میں تمہاری وفات ہوگی اور اہلِ عراق کی ایک جماعت تمہاری تجہیز و تکفین کی سعادت حاصل کرے گی۔ اور وُہ جماعت بہشت میں میری رفیق ہوگی جس کا خدا نے پرہیز گاروں سے وعدہ فرمایا ہے۔

علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جنگِ تبوک میں ابوذرؓ تین روز پیچھے رہ گئے اس لیے کہ اُن کا اُونٹ لاغر و کمزور تھا۔ جب اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اُونٹ قافلہ تک نہیں پہنچ سکتا تو اُس کو راہ میں چھوڑ دیا اور اپنا سامان اپنی پُشت پر باندھ لیا اور پیادہ روانہ ہوئے۔ جب دن نکلا اور آفتاب بلند ہُوا مسلمانوں نے اُن کو دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابوذرؓ ہیں اور پیاسے ہیں پانی جلد ان کے پاس پہنچاؤ۔ لوگوں نے پانی اُن کے پاس پہنچایا انہوں نے پیا اور حضرتؐ کی خدمت میں دوڑتے ہوئے آئے۔ لوٹا اُن کے ہاتھ میں تھا حضرتؐ نے پوچھا اے ابوذر پانی تو ساتھ لیے ہوئے ہو پھر کیوں پیاسے رہ گئے۔ عرض کی یا رسُولؐ اللہ میرا گذر راہ میں ایک پتھر کی طرف ہُوا اُس پر بارش کا پانی جمع تھا۔ مَیں نے چکھا تو وُہ بہت سرد اور شیریں معلوم ہُوا اس لیے مَیں نے عہد کیا کہ جب تک میرے حبیب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو نہ پئیں گے میں بھی نہ پیوں گا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر خدا تم پر رحم فرمائے تم تنہا غربت میں زندگی گزارو گے، تنہائی میں تمہاری وفات ہوگی تنہا مبعوث ہو گے اور تنہا ہی بہشت میں داخل ہو گے؛ اور اہلِ عراق کا ایک گروہ تمہارے دفن و کفن کی سعادت حاصل کرے گا۔

معتمد ارباب سیر نے نقل کیا ہے کہ ابوذر خلیفہ دوم کے زمانہ میں شام چلے گئے تھے اور وہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ تک مقیم رہے۔ جب [illegible] ان کی مذمت کرنے لگا [illegible] ہمار کی بے [illegible] اور سارے بیت کا حال معلوم ہُوا تو وُہ علانیہ ان کی مذمت کرنے لگے [illegible]

[illegible]

بہتوں کو تشیع پر مائل کر لیا تھا۔ اور مشہور یہ ہے کہ شام اور جبل عامل میں جو شیعہ ہیں وُہ ابوذرؓ کی برکت سے ہیں۔ غرض امیر معاویہ نے اُن کی شکایت عثمان کو لکھی اور ظاہر کیا کہ اگر چند روز ابوذرؓ اور اس ملک میں رہ جائیں گے تو یہاں کے لوگوں کو تم سے منحرف کر دیں گے۔ عثمان نے جواب میں لکھا کہ جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے تجھ کو چاہیئے کہ تیز رو مرکب پر ابوذرؓ کو سوار کر کے ایک سخت مزاج شخص کے ساتھ روانہ کر دے جو رات دن سواری کو دوڑاتا ہُوا لائے تاکہ نیند ابوذرؓ پر غالب ہو (اور وُہ سو نہ سکیں) تاکہ میرا اور تیرا ذکر اُن کے دل سے نکل جائے (اور نیند میں بے چین رہیں) جب یہ خط معاویہ کو ملا ابوذرؓ کو بلایا اور اُن کو ایک شریر اُونٹ کی کوہان پر بٹھایا اور ایک تند مزاج ساربان کو ان کے ہمراہ کر کے روانہ کیا۔ ابوذرؓ لمبے قد کے آدمی تھے مگر لاغر اور ناتوان تھے۔ اُس وقت بوڑھے ہو چکے تھے اور اُن کے سر اور داڑھی کے تمام بال سفید ہو گئے تھے۔ غرض ساربان اُونٹ کو نہایت تیزی سے چلاتا رہا۔ اُونٹ پر کجاوہ وغیرہ کچھ نہ تھا اس لیے اس کے دوڑانے سے ابوذر کی رانیں زخمی ہو گئی تھیں یہاں تک کہ ان کے گوشت گر گئے تھے۔ اسی حالِ خراب و خستہ سے مدینہ میں پہنچے۔ جب لوگ اُن کو عثمان کے سامنے لائے تو اُن کو دیکھ کر وُہ بولے کہ کوئی آنکھ تیرے دیدار سے روشن نہ ہو اے جندب۔ ابوذرؓ نے کہا میرے باپ نے میرا نام جندب رکھا تھا لیکن رسُولؐ اللہ نے میرا نام عبداللہ رکھا۔ عثمان نے کہا کہ تم مسلمان ہونے کا دعوٰے کرتے ہو اور ہمارے متعلق کہتے ہو کہ ہمارا قول ہے کہ خدائے تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں۔ آخر میں نے کب یہ بات کہی ہے۔ ابوذرؓ نے کہا یہ بات تو مَیں نے کبھی نہیں کہی لیکن گواہی دیتا ہوں کہ مَیں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے کہ جب ابی العاص کی اولاد تیس ۳۰ تک پہنچ جائے گی خدائے تعالیٰ کے مال کو اپنے اقبال و اقتدار کا ذریعہ قرار دیں گے اور بندگانِ خدا کو اپنے ملازم اور خدمت گار سمجھیں گے اور دینِ خدا میں خیانت کریں گے اُس کے بعد خداوندِ عالم اپنے بندوں کو اُن کے دستِ ظلم سے چھوڑائے گا اور رہائی دے گا۔ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (آیت ۸۴ و ۸۵ سورۃ بقرہ پ ۱) جس کا ترجمہ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق یہ ہے کہ یاد کرو اس وقت کو جبکہ تم سے یا تمہارے باپ دادا سے ہم نے عہد لیا کہ اپنے عزیزوں اور اپنے ہم مذہبوں کا خون نہ کرنا اور نہ اُن کو ظلم و تعدی کے ساتھ اُن کے گھروں سے [illegible]

[illegible]

جو لوگوں کا قتل کرنا اور ان کا اُن کے گھروں سے نکالنا ہے۔ لہٰذا ایسے نافرمانوں کا بدلہ دُنیا کی زندگی میں خواری اور رُسوائی ہے اور قیامت کے روز سخت ترین عذاب جہنّم ہے؛ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس سے غافل نہیں ہے؛" علی بن ابراہیم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیتیں ابوذر اور عثمان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سبب سے کہ جب ابوذر مدینہ میں علیل و بیمار داخل ہوئے اور عثمان کے سامنے اپنے عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اُس وقت اُن کے سامنے ایک لاکھ درہموں کا ڈھیر مسلمانوں کے مال کا لگا ہوا تھا اور اُن کے مصاحبین اُن کے گرد بیٹھے تھے اور اُن درہموں کو دیکھ رہے تھے کہ اُن پر تقسیم کیا جائے۔ ابوذر نے عثمان سے پوچھا کہ یہ کیسا مال ہے کہا ایک لاکھ درہم ہیں جو اطراف و جوانب سے میرے لیئے لایا گیا ہے اور انتظار ہے کہ اتنا ہی اور آجائے تو سب ملا کر جو چاہوں کروں اور جس کو چاہوں دوں۔ ابوذرؓ نے کہا اے عثمان ایک لاکھ درہم زیادہ ہیں یا کہ چار دینار۔ کہا ایک لاکھ درہم۔ ابوذر نے کہا تم کو یاد ہے کہ میں اور تم ایک مرتبہ رات کے وقت جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؐ بہت رنجیدہ و مغموم تھے اور ہم سے بات تک نہ کی۔ پھر جب صبح کو ہم لوگ حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت بہت خوش و مسرور تھے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس کا کیا سبب ہے کہ رات حضورؐ بہت زیادہ غمگین تھے اور اس وقت شاد و خرم ہیں۔ فرمایا کہ رات مسلمانوں کے مال کا چار دینار میرے پاس آگیا تھا اور اُس کو تقسیم نہ کر سکا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ ممکن ہے کہ اس وقت میری موت آجائے اور وُہ مال میرے پاس رہ جائے۔ لیکن اس وقت وُہ مال مسلمانوں پر تقسیم کر دیا اس لیئے مسرور ہوں۔ یہ سُن کر عثمان نے کعب الاحبار کی جانب دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو اس شخص کے بارے میں جس نے اپنے مال کی واجب زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو اُس پر کچھ اور چیز واجب ہے۔ اور بروایت دیگر کہا کہ اے کعب امام کے لیئے کیا حرج ہے کہ بیت المال سے کچھ مسلمانوں کو دے اور کچھ محفوظ رکھے تاکہ زمانہ کی ضرورت کے موافق جس کو چاہے دے کعب نے کہا اگر سونے اور چاندی کی اینٹ بنا کر رکھے تو کوئی حرج نہیں۔ یہ سُنتے ہی ابوذرؓ نے اپنا عصا کعب کے سر پر مارا اور کہا اے یہودی بچے تیرا کیا کام جو تو مسلمانوں کے احکام میں دخل دیتا ہے۔ خدا کا قول زیادہ سچا ہے یا تیرا۔ وُہ ارشاد فرماتا ہے:۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (آیت ۳۴ و ۳۵۔ سورۃ توبہ۔ پارہ ۱۰) جس کا ترجمہ اکثر مفسّرین کے قول کے مطابق یہ ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے اے رسُولؐ اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو جس روز کہ ان کے خزانے آگ میں لال کر کے اُن کی پیشانیاں داغی جائیں گی کیونکہ وُہ فقیروں کو دیکھتے تو اُن پر بل پڑ جاتے اور اُن کے پہلو بھی (داغے جائیں گے) جن کو اہلِ فقر سے دُور رکھتے' اور اُن کی پیٹھیں بھی جن کو غریبوں کی جانب پھیرے رہتے تھے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وُہ خزانہ جس کو تم نے اپنے لیئے جمع کیا تھا اور اس سے فائدہ کی اُمید رکھتے تھے لہٰذا ان کے مزے چکھو جو ذخیرہ کرتے تھے۔" جب ابوذرؓ نے یہ آیتیں پڑھیں تو عثمان نے کہا تم بڈھے خرافٹ ہو گئے ہو تمہاری عقل زائل ہو چکی ہے اگر تم رسُولؐ کے صحابی نہ ہوتے تو میں یقیناً تم کو قتل کر دیتا۔ ابوذرؓ نے کہا

اے عثمان تم جھوٹ کہتے ہو تم میرے قتل پر قادر نہیں ہو میرے حبیب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ اے ابوذر تم کو کوئی نہ دین سے برگشتہ کر سکتا ہے نہ قتل کر سکتا ہے۔ رہی میری عقل تو وُہ اتنی ہے کہ ایک حدیث جو میرے اور تمہارے بارے میں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے بخوبی یاد ہے۔ عثمان نے پُوچھا وُہ حدیث کون سی ہے؟ فرمایا کہ میں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ جب ابی العاص کی اولاد کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وُہ مالِ خدا میں ناحق تصرّف کریں گے اور آپس میں بانٹ لیں گے اور قرآن کی غلط تاویل کریں گے اور خدا کے بندوں کو اپنا غلام بنا لیں گے اور فاسقوں اور ظالموں کو اپنا دوست بنائیں گے اور صالح اور نیک لوگوں سے لڑائی جھگڑا کریں گے۔ عثمان نے کہا اے گروہِ صحابہ کیا تم میں سے بھی کسی نے پیغمبرؐ سے یہ حدیث سُنی ہے؟ سب نے عثمان کی خوشامد میں کہہ دیا نہیں ہم نے نہیں سُنی ہے۔ عثمان نے کہا علی بن ابی طالبؑ کو بلاؤ۔ جب وُہ تشریف لائے عثمانؓ نے کہا اس بڈھے کاذب کو دیکھو کیا کہتا ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا بس کر دو اے عثمان ان کو جھوٹ سے نسبت مت دو۔ کیونکہ میں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ حضرتؐ نے ان کے حق میں فرمایا کہ آسمانِ سبز نے کسی پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔ وُہ تمام صحابہ جو موجود تھے یہ سُن کر بولے کہ واللہ حضرت علیؑ سچ کہتے ہیں ہم نے یہ حدیث پیغمبرؐ سے سُنی ہے۔ اُس وقت ابوذرؓ پر گریہ طاری ہوا اور کہا وائے ہو تم پر تم سب کے سب اس مال کی طرف للچائی ہوئی آنکھ سے دیکھ رہے ہو اور مجھے جھُوٹ سے نسبت دیتے ہو کہ میں آنحضرتؐ پر جھوٹ باندھتا ہوں اور افترا کرتا ہوں۔ پھر اُن منافقین سے کہا کہ تم میں کون سب سے بہتر ہے؟ عثمانؓ نے فرمایا کہ تمہارا گمان ہے کہ تم ہم سے بہتر ہو؟ فرمایا ہاں جس روز سے اپنے حبیبؐ پیغمبرؐ سے جُدا ہوا ہوں اس وقت سے یہی جبہ پہنے ہوں اور اپنے دین کو دُنیا کے عوض میں نے نہیں فروخت کیا ہے۔ اور تم لوگوں نے پیغمبرؐ کے دین میں بدعتیں ایجاد کر رکھی ہیں اور دُنیا کے عوض دین کو خراب و برباد کر دیا ہے اور خدا کے مالوں میں ناحق تصرّف کیا ہے۔ خدا تم سے سوال کرے گا اور مجھ سے نہیں پوچھے گا۔ عثمانؓ نے (لاجواب ہو کر) کہا اچھا تم کو رسُولِ خدا کے حق کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ کہو۔ ابوذر نے کہا اگر قسم نہ دیتے تب بھی میں سچ کہتا۔ عثمانؓ نے پُوچھا کس شہر کو تم سب سے زیادہ دوست رکھتے ہو فرمایا وُہ شہر جو حرمِ خدا اور حرمِ رسُولؐ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی میں خدا کی عبادت کروں یہاں تک کہ میری موت آئے۔ عثمان نے کہا میں تم کو وہاں نہیں بھیجوں گا کیونکہ میرے نزدیک تمہاری کوئی عزت نہیں ہے۔ ابوذرؓ یہ سُن کر خاموش ہو گئے۔ عثمان نے پھر پُوچھا کس شہر کو سب سے زیادہ دُشمن رکھتے ہو اور ناپسند رکھتے ہو۔ فرمایا ربذہ کو جہاں حالتِ کفر میں میری بسر ہوئی تھی۔ عثمان نے کہا میں تم کو وہیں بھیجوں گا۔ ابوذر نے کہا تم نے جو کچھ پُوچھا میں نے سچ سچ کہہ دیا اب جو میں تم سے پُوچھوں تم بھی صحیح صحیح بتاؤ۔ اگر تم کوئی لشکر کسی دُشمن کی جانب بھیجو جس میں میں بھی ہوں اور کفار مجھے اسیر کر لیں اور کہیں کہ جب تک تم اپنے مال کا تیسرا حصّہ نہ دو گے ہم ابوذرؓ کو رہا نہ کریں گے تو کیا اتنا مال دے کر مجھے رہا کرا لو گے عثمانؓ نے فرمایا ہاں۔ پھر پُوچھا کہ اگر وُہ لوگ تمہارا نصف مال طلب کریں تب بھی دے کر مجھے چھڑا لو گے فرمایا ہاں۔ پھر پُوچھا کہ اگر میرے عوض تمہارا

تمام مال مانگیں کہا تب بھی تم کو رہا کراؤں گا اور اپنا تمام مال تمہارے فدیہ میں دے دُوں گا - ابوذر نے کہا اللہ اکبر میرے حبیب جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا اُس روز جبکہ تم سے بہترین شہر کے بارے میں پُوچھا جائے گا اور تم کہو گے کہ مکّہ تو وہاں تمہاری سکونت منظور نہ کی جائے گی۔ پھر تم سے بدترین شہر معلوم کریں گے تم ربذہ کو بتاؤ گے تو تم کو وہیں بھیجا جائے گا۔ مَیں نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ ایسا زمانہ بھی آئے گا؟ فرمایا ہاں۔ اُسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ امر ضرور واقع ہوگا۔ مَیں نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ اُس روز کاندھے پر تلوار رکھ کر مردانہ وار اُن سے جہاد کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں سُن کر خاموش رہنا اور کسی سے تعرّض نہ کرنا اگرچہ وُہ غلام حبشی ہی ہو۔ بیشک تمہارے اور عثمان کے بارے میں خدا نے چند آیتیں نازل کی ہیں اور وُہ آیتیں جو ذکر ہوئیں حضرتؐ نے تلاوت فرمائیں اور اُن آیتوں کا اس قصّہ سے مطابق ہونا اہلِ علم پر پوشیدہ نہیں ہے یعنی ابوذر کا مدینہ سے اخراج اور ابوذر کا عثمان سے اپنے فدیہ کے بارے میں سوال و جواب۔ غرض عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو حکم دیا کہ ابوذرؓ کو اُن کے عیال کے ساتھ مدینہ سے باہر نکال دے اور ربذہ کی جانب روانہ کر دے اور تاکید کی کہ صحابہ میں سے کوئی شخص ان کو پہنچانے نہ جائے۔ لیکن اہلبیتِ رسالت نے اپنے خواص کے ایک گروہ کے ساتھ اُن کی اطاعت نہ کی اور اُن کو شہر کے کنارے تک پہنچانے گئے اور اُن کو تسلّی و تشفی دی۔ چنانچہ محمد بن یعقوب کلینی نے روایت کی ہے کہ جب ابوذر مدینہ سے روانہ ہوئے جناب امیرؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ علیہم السّلام، عقیل برادرِ امیر المومنینؑ اور عمارؓ یاسر ان کی مشایعت کے لیئے ان کے ساتھ چلے اور رخصت کے وقت امیر المومنینؑ نے فرمایا اے ابوذر تم خدا کی خوشنودی کے لیئے غضبناک ہوئے لہٰذا اُسی سے اجر کی اُمید رکھو۔ اس گروہ کو خوف ہُوا کہ ایسا نہ ہو کہ تم ان کی دنیا میں تصرّف کرو۔ اور تم اُن سے اپنے دین کے بارے میں خوفزدہ ہوئے اور تم نے اپنا دین اُن سے محفوظ کر لیا اور اُن پر نہیں چھوڑا اس لیئے انہوں نے تم کو اپنے شہر سے باہر کر دیا اور بلاؤں میں ڈال دیا۔ خدا کی قسم اگر کسی پر آسمان و زمین کے راستے بند کر دیں اور وُہ پرہیز اور نیکو کار ہو تو بیشک خداوند عالم اُس کے لیئے بدحالی و پریشانی مقرر فرماتا ہے۔ اے ابوذر تمہاری حقیقت اور وحشت و تنہائی اور باطل سے دُوری تمہاری مونس ہے۔ پھر عقیل نے کہا اے ابوذر تم جانتے ہو کہ ہم اہلبیتؑ تم کو دوست رکھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ تم ہم کو دوست رکھتے ہو اور ہمارا حق اور احترام پیغمبرؐ کے سبب سے ملحوظ رکھتے ہو۔ اور دُوسروں نے فراموش کر دیا ہے سوائے تھوڑے اہلِ حق کے۔ لہٰذا تمہارا اجر و ثواب خدا کے ذمّہ ہے اور اہلبیتِ رسالت کی محبت کے سبب تم کو شہر بدر کیا جا رہا ہے خدا تم کو اس کا عوض دے۔ اے ابوذر سمجھ لو کہ بلاؤں سے بھاگنا بزدلی ہے اور فوراً عافیت کی خواہش کرنا نااُمیدی کے سبب سے ہے۔ لہٰذا بزدلی اور نااُمیدی کو قریب نہ آنے دو اور خدا پر بھروسہ رکھو اور کہو حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اُس کے بعد امام حسنؑ نے فرمایا اے چچا اس گروہ نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیئے ہیں ظاہر ہیں اور خداوند عالم تمام حالات سے آگاہ اور گواہ ہے۔ دُنیا کی یاد اُس کی مفارقت کی یاد سے مٹا دیجیئے اور دُنیا کی سختیوں کو آخرت کی راحتوں کی اُمید کے ذریعہ سے آسان کیجیئے اور بلاؤں پر صبر کیجیئے تاکہ جب پیغمبرِ خدا سے آپ ملاقات کریں تو وُہ حضرت

آپ سے راضی و خوشنود ہوں۔ پھر امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا اے چچا خداوند عالم قادر ہے اس پر کہ اس تکلیف و شدّت کو راحت و آرام سے بدل دے۔ لیکن خدا کا ہر کام ہر روز اور ہر وقت کی مصلحت و حکمت کے موافق ہوتا ہے اس جماعت نے اپنے عیش و آرام سے آپ کو روکا اور آپ نے اپنے دین میں مخل ہونے سے ان کو باز رکھا اور آپ کس قدر بے نیاز ہیں اس سے جس سے آپ کو روکا گیا اور وُہ لوگ کوشش کے ساتھ اُس کے محتاج ہیں جو آپ نے اُن سے محفوظ کر لیا ہے۔ آپ کو صبر گوارا ہو جو سب سے بہتر نیکی ہے اور صبر صفات کریمہ میں سے ہے رنج و غم کو چھوڑیئے جس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر جناب عمارؓ نے کہا خدا وحشت و تنہائی میں اس کو مبتلا کرے جس نے تم کو مبتلا کیا اور خوفزدہ کرے اس کو جس نے تم کو خوفزدہ کیا ہے۔ خدا کی قسم سخن حق سے نہیں روکتی مگر دُنیا کی محبت اور اُس کی خواہش اور خدا کی قسم خدا کی عبادت جماعت اہلبیتؑ کے ساتھ ہے اور دُنیا کی بادشاہی اُس کے لیئے ہے جو طاقت و قوّت سے اس پر تصرّف کرتا ہے۔ اس گروہ نے لوگوں کو دُنیا کی طرف بلایا اور لوگوں نے قبول کیا اور اپنا دین ان کو بخش دیا اس لیئے دین و دُنیا دونوں میں گھاٹا اُٹھایا اور یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ یہ تمام باتیں سُنکر ابوذر نے ان لوگوں سے کہا آپ پر سلام اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ میرے باپ ماں ان صورتوں پر فدا ہو جائیں جو میں دیکھ رہا ہوں بیشک جب آپ لوگوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے رسُولؐ خدا یاد آجاتے ہیں اور مجھے مدینہ سے کوئی کام نہیں سوائے آپ لوگوں سے دل بستگی اور محبت کے۔ عثمان پر مدینہ میں میرا رہنا اُسی طرح گراں ہُوا جس طرح شام میں معاویہ پر گراں گذرا۔ عثمان نے قسم کھائی کہ مجھ کو مدینہ سے کسی شہر میں بھیج دیں اور مَیں نے چاہا تھا کہ کوفہ بھیج دیں لیکن وُہ ڈرے کہ مَیں کوفہ کے لوگوں کو اُن کے بھائی سے منحرف کر دوں گا اس لیئے میرا وہاں جانا پسند اور قبول نہ کیا اور قسم کھائی کہ مجھے ایسی جگہ بھیجیں گے جہاں کوئی میرا مونس نہ ہو اور کسی دوست کی آواز میرے کان میں نہ پہنچے۔ خدا کی قسم میں سوائے خدا کے کوئی مُونس و غمخوار نہیں چاہتا اور جبکہ خدا میرے ساتھ ہے میں اپنی تنہائی کی کچھ پروا نہیں کرتا اور وُہ تو عرش عظیم کا خدا ہے اور ہر شئے پر قادر و توانا ہے۔ درُود وسلام جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آلِ طیّبینؑ پر ہو۔

شیخ مفید نے اپنی سند سے ایک شامی مرد سے روایت کی ہے کہ جب عثمانؓ نے ابوذرؓ کو مدینہ سے نکالا اور شام کو بھیجا تو وُہ ہم کو نصیحتیں کرتے اور ہم سے قصّے بیان کیا کرتے تھے اور جب ابتدا کرتے تو پہلے خداوند عالم کی حمد و ثنا بیان کرتے اور محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر درُود بھیجتے پھر کہتے لمّا بعد بیشک ہم زمانۂ جاہلیت میں تھے قبل اس کے کہ ہم پر کتاب نازل ہو اور رسُولِ خدا مبعوث ہوں۔ ہم زمانۂ جاہلیت میں اس حالت پر تھے کہ عہد و پیمان کو پُورا کرتے تھے اور سچ بولتے تھے اور ہمسایوں کے حق کی رعایت کرتے تھے اور مہمان کی عزت کرتے تھے اور فقیروں کے ساتھ مساوات برتتے تھے اور اُن کو اپنے مال میں شریک کرتے تھے۔ پھر جب خداوند عالم نے کتاب نازل فرمائی اور اپنا رسُول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم پر مبعوث فرمایا ہم نے اپنے ان طریقوں کو خدا و رسُولؐ کا پسندیدہ پایا اور اہلِ اسلام ان اُمور پر عمل کرنے کے زیادہ مستحق اور اُن پر قائم رہنے کے سب سے زیادہ اہل قرار پائے اور وُہ ایک مدت تک اس پر قائم رہے یہاں تک کہ حاکمانِ جور نے

بد اعمالیاں ایسی ایجاد کیں کہ ان سے پہلے نہیں دیکھی گئی تھیں اور سنتِ رسولؐ کو ماند کردیا اور بدعتوں کو زندہ کیا اور جس نے حق بات کہی اُس کو جھٹلایا اور ایسے لوگوں کو صالح اور نیک بندوں پر اختیار کیا جو پرہیزگار نہ تھے۔ خداوندا میرے واسطے تیرے پاس جو کچھ ہے اگر بہتر ہے تو مجھے اپنے پاس بلالے قبل اس کے کہ تیرے دین میں مجھ سے کچھ تغیر ہو یا تیرے رسولؐ کی سُنّت میں مجھ سے تبدیلی واقع ہو اور یہ بات مجمع عام میں کئی بار کہی اور ان کی یہ باتیں حبیب بن مسلمہ نے معاویہ تک پہنچائیں کہ ابوذر لوگوں کو تم سے منحرف کرتے ہیں اور ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہیں۔ معاویہ نے یہ باتیں عثمان کو لکھیں انہوں نے معاویہ کو لکھا کہ ان کو میرے پاس بھیج دو۔ جب وُہ مدینہ لائے گئے تو ان کو عثمان نے مدینہ سے نکال دیا اور ربذہ بھیج دیا۔

نیز بعض اہلِ شام سے روایت ہے کہ جب عثمان نے ابوذر کو شام کی جانب بھیجا وُہ ہر روز لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر نصیحتیں کرتے تھے اور اُن کو خدا کی اطاعت کی ترغیب دیتے تھے اور خدا کی نافرمانی سے پرہیز کی تاکید کرتے تھے اور اہلبیتؑ کے فضائل جو آنحضرتؐ سے سُنے تھے وُہ رسُولؐ اللہ سے روایت کرتے تھے اور لوگوں کو اہلبیتؑ یعنی عترتِ رسُولؐ سے تمسّک کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ معاویہ کو یہ سب معلوم ہُوا تو اُس نے عثمان کو لکھا کہ "اما بعد لوگ ابوذر کے پاس ہر صبح و شام حاضر ہوتے ہیں اور وُہ ایسی ایسی باتیں لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔ اگر تم کو شام کے لوگوں کی ضرورت ہے تو ابوذر کو بہت جلد اپنے پاس واپس بلالو ورنہ وُہ تھوڑے ہی زمانہ میں لوگوں کو مجھ سے اور تم سے منحرف کردیں گے۔ والسّلام"۔ یہ خط دیکھ کر عثمانؓ نے معاویہ کو لکھا کہ "جس وقت میرا یہ خط تم کو ملے بے تامّل ابوذر کو میرے پاس بھیج دو۔ والسلام"۔ یہ خط وصول ہُوا تو معاویہ نے ابوذر کو بلایا اور حضرت عثمانؓ کا خط اُن کو سُنایا اور کہا جلد مدینہ کو روانہ ہو جاؤ۔ ابوذرؓ وہاں سے واپس آئے اور اپنا سامان اُونٹ پر بار کیا اور سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ ابوذر کے پاس اہل شام جمع تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے ابوذر خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ ابوذر نے کہا مجھ کو غضبناک ہو کر تمہاری طرف بھیجا تھا اور اب مجھے آزار پہنچانے کے لیئے واپس بُلایا جا رہا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے اور اُن کے درمیان ایسا ہی معاملہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ کوئی نیک اور صالح راحت پائے یا لوگ کسی بدکردار کے شر سے نجات پائیں۔ یہ کہہ کر رخصت ہوئے۔ جب عام لوگوں کو معلوم ہُوا کہ ابوذر یہاں سے جا رہے ہیں تو اُن کی مشایعت کے لیئے دوڑے ان کے ساتھ چلے اور دیرمراں تک پہنچے۔ ابوذر وہاں ٹھہرے ان لوگوں نے بھی قیام کیا۔ ابوذر نے اُن لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور خود امامت کی۔ نماز کے بعد کہا ایّھا النّاس میں تم کو ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارے فائدہ کی ہیں طول و طویل گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ اور کہا مَیں عالموں کے خالق کی حمد کرتا ہوں۔ حاضرین نے بھی کہا الحمد للہ۔ پھر خدا کی وحدانیت اور جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی۔ لوگوں نے بھی آپ کی موافقت کی۔ پھر کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت میں زندہ ہونا حق ہے، بہشت حق ہے، دوزخ حق ہے اور جو کچھ پیغمبرؐ خدا کی جانب سے لائے ہیں مَیں سب کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے اس اعتقاد پر تم لوگوں کو گواہ کرتا ہوں۔ سب نے کہا جو کچھ آپ نے کہا ہم اس پر گواہ ہیں۔ پھر ابوذر نے فرمایا کہ تم میں سے ہر اس شخص کو ہمیشہ کے لیئے خوشخبری ہو رحمت و کرامت الٰہی کی جو ان اعتقاداتِ صحیح پر دُنیا سے رخصت ہو

اور گنہگاروں سے تعاون نہ کرے اور ظالموں اور ستمگاروں کے اعمال کو اچھا نہ سمجھے اور نہ اُن کی مدد کرے۔ اے لوگو اپنی نماز و روزہ کے ساتھ خدا کے لیئے لوگوں پر غضبناک ہونا بھی ضروری سمجھو جبکہ دیکھو کہ لوگ دین میں خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اور اپنے حاکموں کو اُن باتوں سے راضی مت کرو جو حق تعالیٰ کے غضب کا سبب ہیں۔ اگر لوگ خدا کے دین میں بدعتیں ایجاد کریں ایسی جن کی حقیقت کا علم تم کو نہ ہو تو ان سے کنارہ کرو اور اُن کو سرزنش کرو اگرچہ وُہ تم پر سختی و ظلم کریں اور اپنے دربار سے تم کو نکال دیں اور اپنی بخششوں سے تم کو محروم کردیں، اور تم کو اپنے شہروں سے باہر نکال دیں تاکہ خدا تم سے راضی اور خوش ہو اس لیئے کہ خدا ہر ایک سے بلند و جلیل ہے اور مناسب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس کے مخلوق کو راضی کر کے اس کو غضبناک کرے۔ خدا تم کو اور مجھ کو بخش دے۔ مَیں تم لوگوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور تمہارے لیئے خدا کی رحمت و سلامتی چاہتا ہوں۔ یہ سُن کر لوگوں نے اُن سے کہنا شروع کیا خدا آپ کو صحیح و سالم رکھے اور آپ پر رحمت نازل کرے اے ابوذر اے رسُولؐ خدا کے مصاحب کیا آپ نہیں چاہتے کہ ہم آپ کو اپنے شہر واپس لے چلیں اور دشمنوں کے شر سے آپ کی حفاظت و حمایت کریں۔ ابوذر نے کہا خدا تم لوگوں پر رحم کرے واپس جاؤ کیونکہ میں تم لوگوں سے زیادہ بلاؤں پر صبر کرنے والا ہوں تم ہرگز متفرق مت ہو اور آپس میں اختلاف مت کرو۔ یہ کہہ کر روانہ ہوئے اور مدینہ میں داخل ہوئے اور عثمانؓ کے پاس آئے۔ اُن کو دیکھ کر عثمانؓ نے کہا خدا آنکھوں کو اتنی عمر نہ دکھلائے۔ یہ مثل زیادہ عمر والوں کے بارے میں عرب میں مشہور تھی۔ ابوذرؓ نے کہا خدا کی قسم میرے باپ ماں اس عمر تک زندہ نہیں رہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ لیکن خدا زندہ نہ رکھے اُس کو جو خدا کی نافرمانی اور اُس کے حکم کی مخالفت کرے اور اپنے نفس کا غلام بن جائے۔ یہ سُن کر کعب الاحبار اُٹھا اور بولا اے بڈھے تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ امیر المومنینؓ کے مُنہ پر ایسی باتیں کرتا ہے۔ تو ابوذر نے اپنا ڈنڈا اُٹھا کر اُس کے سر پر مارا اور کہا اے یہودی بچے تجھ کو مسلمانوں کے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ خدا کی قسم ابھی تیرے دل سے یہودیت دُور نہیں ہوئی ہے۔ عثمانؓ نے کہا خدا کی قسم مَیں اور تو ایک شہر میں نہیں رہیں گے تو سٹھیا گیا ہے تیری عقل زائل ہو گئی ہے۔ لوگو اس کو میرے سامنے سے دُور کرو اس کو اُونٹ کی پُشت پر بغیر اس کے کہ کوئی چیز ہو سوار کرو اور ناقہ کو تیز ہنکا کر ربذہ پہنچا دو تاکہ وہاں تنہا رہے اور کوئی مونس و غمگسار نہ ہو یہاں تک کہ خدا اُس کے متعلق جو حکم چاہے کرے غرض اُن کو ذلّت و خواری کے ساتھ باہر نکال دیا اور اُن کے جسم اقدس کو ڈنڈے سے مجروح کیا اور اذیت پہنچائی۔ عثمان نے حکم دیا کہ کوئی ان کو شہر کے ناکے تک پہنچانے نہ جائے۔ جب یہ خبر جناب امیرؑ کو معلوم ہوئی تو آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہو گئی اور فرمایا کہ رسُولؐ کے صحابی کے ساتھ کیا ایسا برتاؤ کرتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ پھر آپ جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ، عبید اللہ، قثم، فضل اور عبد اللہ پسران عباسؓ کو ہمراہ لے کر اُن کی مشایعت کو باہر نکلے اور اُن کے پاس پہنچے۔ جب ابوذر نے ان حضرات کو دیکھا ان کی طرف بڑھے اور اُن کی جُدائی پر رونے لگے اور کہا میرے باپ ماں ان چہروں پر نثار ہوں جب مَیں آپ کو دیکھتا تھا جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو یاد آجاتے تھے اور برکت مجھے گھیر لیتی تھی پھر اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیئے اور کہا خداوندا میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ اگر میرے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی ان کی محبت سے تیری رضا جوئی اور

حصولِ ثوابِ آخرت کے لیئے باز نہ آؤں گا۔آپ لوگ واپس جائیں خدا آپ پر رحمت کرے۔میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے درمیان خلافت عطا کرے سب سے بہتر خلافت۔پھر ان لوگوں نے ان کو وداع کیا اور اُن کی مفارقت پر روتے ہوئے واپس ہوئے۔

شیخ کشی نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عثمانؓ نے اپنے آزاد کردہ دو غلاموں کو دو سو دینار دے کر ابو ذرؓ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ابو ذرؓ سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ رقم لے لیجیئے اور اپنے مصرف میں لائیے۔غلاموں نے آکر عثمانؓ کا پیغام پہنچایا۔ابو ذر نے پُوچھا کیا سارے مُسلمانوں کو اتنی ہی رقم دی ہے جس قدر میرے پاس بھیجی ہے؟ غلاموں نے کہا نہیں۔ابو ذرؓ نے کہا میں بھی ایک مُسلمان ہوں اور میرے لیئے جائز نہیں مگر اتنی ہی رقم جس قدر تمام مُسلمانوں کو ملے۔غلاموں نے کہا کہ عثمانؓ کہتے ہیں کہ یہ میرا ذاتی مال ہے اور قسم کھا کر کہنا اُسی خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اس میں کچھ بھی مال حرام شامل نہیں ہے۔ابو ذرؓ نے کہا مجھ کو اس مال کی ضرورت نہیں ہے اور میں نے آج صبح کی ہے اس حال میں کہ تمام لوگوں سے زیادہ بے نیاز ہوں۔غلاموں نے کہا کہ خدا تم کو عافیت دے یہ مال تمہارا معین و مددگار ہوگا ہم کو تو تمہارے پاس کوئی چیز نظر نہیں آتی جس سے تم کو آرام مل سکے۔ابو ذرؓ نے کہا اس نمدے کے نیچے جَو کی دو روٹیاں ہیں جو کئی روز کی ہیں۔میں ان اشرفیوں کو کیا کروں گا۔خدا کی قسم میں نہیں لوں گا۔اور خدا جانتا ہے کہ میں تھوڑے اور زیادہ پر قادر نہیں ہوں۔یقیناً میں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ان کی عترت اور ان کے فرزندوں کی محبت کے سبب سے بے نیازی کے ساتھ صبح کی ہے جو خلق کی ہدایت کرنے والے اور خود ہدایت یافتہ ہیں اور قضائے الٰہی پر راضی ہیں اور خدا کے پسندیدہ نفوس ہیں۔وہ حق کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں، اور عدالت کے ساتھ سلوک و برتاؤ کرتے ہیں۔میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح اُن کے حق میں فرماتے ہوئے سُنا ہے اور ایک بوڑھے آدمی کے لیئے نہایت بُری بات ہے کہ جھُوٹ بولے لہٰذا اس مال کو اُن کے پاس واپس لے جاؤ اور بتا دو کہ مجھے اس مال کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اور مالوں کی جو اُن کے پاس ہے یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کروں گا اور وہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ جب ابو ذر کو شام سے عثمانؓ کے پاس لائے انہوں نے پُوچھا کہ اے ابو ذر تم کس شہر کو سب سے بہتر سمجھتے ہو ابو ذرؓ نے کہا اُس شہر کو۔جو میری ہجرت کا محل و مقام ہے عثمانؓ نے کہا تم ہرگز اُس شہر میں میرے ہمسایہ بن کر نہیں رہ سکتے جس میں میں ہوں۔ابو ذرؓ نے کہا تو مجھے حرمِ خدا (مکہ) میں بھیج دو۔کہا یہ بھی نہیں منظور ہے۔ابو ذر نے کہا تو مجھے کُوفہ بھیج دو کیونکہ وہاں رسُول اللہ کے اصحاب ہیں۔کہا نہیں؛ تو ابو ذر نے کہا کہ میں پھر کسی دُوسرے شہر کو پسند نہیں کرتا اور نہ اختیار کروں گا۔عثمانؓ نے کہا ربذہ چلے جاؤ۔تب ابو ذر نے کہا کہ مجھے رسُول اللہ نے حکم دیا ہے کہ اہلِ جور کا حکم سُن لینا اور اطاعت کرنا اور جدھر جدھر تم کو کھینچ کے لے جائیں اُسی طرف چلے جانا اگرچہ غلام حبشی کے مانند تمہارے ناک کان کاٹے جائیں۔آخر ابو ذرؓ مدینہ سے ربذہ کی طرف چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں رہ کر عثمانؓ کے پاس مدینہ واپس آئے

دیکھا کہ اُن کے سامنے دو صفیں لوگوں کی کھڑی ہیں۔ابو ذرؓ نے کہا اے عثمانؓ مجھے اس شہر سے نکال دیا اور وہاں بھیج دیا جہاں نہ کوئی زراعت ممکن ہے اور نہ میرے پاس حیوانات ہیں سوائے چند گوسفند کے اور نہ کوئی خادم ہے سوائے ایک آزاد کردہ کنیز کے اور نہ کوئی سایہ ہے سوائے درختوں کے سائے کے، لہٰذا مجھے ایک خادم اور چند گوسفند دو تاکہ ان کے ذریعہ سے زندگی کا کچھ انتظام کروں۔یہ سُنکر عثمانؓ نے مُنہ پھیر لیا۔ابو ذرؓ نے دوسری طرف سے جا کر اُن کے سامنے اتمام حجت کے لیئے یہی باتیں کہیں؛ لیکن عثمانؓ نے کوئی جواب نہیں دیا تو حبیب بن مسلمہ نے کہا اے ابو ذر میں تم کو ہزار درہم، ایک خادم اور پانچ سو گوسفند دیتا ہوں۔ابو ذرؓ نے کہا یہ چیزیں اُس کو دو جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو۔میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔میں تو عثمانؓ سے اپنا وہ حق طلب کرتا ہوں جو خدا نے اپنی کتاب میں میرے لیئے مقرر فرمایا ہے۔اُسی وقت امیرالمومنین تشریف لائے عثمانؓ نے اُن سے کہا کہ اس بے عقل کو میرے پاس سے دُور کیوں نہیں کرتے۔حضرت علیؑ نے پوچھا بے عقل کون ہے عثمانؓ نے کہا ابو ذرؓ۔جناب امیرؑ نے فرمایا وہ بے عقل نہیں ہیں۔میں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ ان کے حق میں فرماتے تھے کہ آسمان نے کسی پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے کسی کا بوجھ نہیں اُٹھایا جو ابو ذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔اے عثمانؓ ان کو مومنِ آلِ فرعون کے مانند قرار دو۔اگر وہ جھُوٹ کہتے ہیں تو اُس کا ضرر خود اُن کو پہنچے گا، اور اگر وہ سچ کہتے ہیں تو اُن میں بعض باتیں جن کا تم سے وعدہ کرتے ہیں وہ ضرور تم تک پہنچیں گی۔

شیخ کشی نے عبدالملک بن ابو ذر غفاریؓ سے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب عثمانؓ نے متعدد قرآن مجید چاک کیئے جناب امیرؑ نے مجھ کو بُلا کر فرمایا کہ جاؤ اپنے والد کو بلا لاؤ۔جب میں نے حضرتؑ کا پیغام اپنے والد سے عرض کیا تو وہ جلدی جلدی اُن حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابو ذر آج ایک امرِ عظیم اسلام میں ظاہر ہُوا۔کتابِ خدا کو پھاڑ ڈالا اور لوہے کو اس کے درمیان میں رکھ دیا ہے۔خدا پر لازم ہے کہ لوہے کو اُس کے بدن پر مسلّط فرمائے جس نے لوہا کتابِ خدا میں پہنچایا اور قرآن کو اس سے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔یہ سُنکر ابو ذر نے کہا میں نے جناب رسُولؐ خدا سے سُنا ہے کہ وہ سرکش جو حضرت موسیٰؑ پر مسلّط ہوئے تھے انہوں نے اہلبیتؑ نبوت سے جنگ کی اور اُن پر غالب ہوئے تھے اور مدتوں اُن کو قتل کرتے رہے۔آخر خدا نے چند جوانوں کو اُن پر مسلّط کیا جو دُوسرے شہر سے اُن کے شہر میں آئے تھے اور اُن لوگوں نے اُن سے مقابلہ کیا اور یا امیرالمومنینؑ آپ اس اُمت میں اُنہی کی مثال ہیں جناب امیرؑ نے فرمایا اے ابو ذر گویا تم نے خبر دی کہ میں مار ڈالا جاؤں گا۔عرض کی خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ پیغمبرؐ خدا کے اہلبیت میں سے سب سے پہلے لوگ قتل کی ابتدا آپ سے کریں گے۔

نیز بسندِ معتبر حذیفہ بن اسید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ذر کو دیکھا کہ کعبہ کے حلقہ سے لپٹے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میں ہوں جندب۔جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا تو اُس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں ابو ذر پسر جنادہ ہوں میں نے بیشک رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص مجھ سے پہلی مرتبہ دُوسری مرتبہ پھر تیسری مرتبہ منحرف ہُوا تو وہ دجال کی پیروی

کرنے والوں میں ہے۔ یقیناً اس اُمّت میں میرے اہلبیت کی مثال دریا کی موجوں میں کشتیٔ نوحؑ کی سی ہے جو شخص اُس پر سوار ہُوا اُس نے نجات پائی اور جس نے اُس سے رُوگردانی کی وُہ غرق ہُوا۔ جو کچھ میرے ذمّہ تھا مَیں نے پہنچا دیا۔[1]

ابن ابی الحدید نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب عثمانؓ نے ابوذرؓ کو مدینہ سے نکالا اور ربذہ کی طرف جانے کا حکم دیا تو یہ بھی حکم دیا کہ منادی کرادو کہ کوئی شخص ابوذر سے کلام نہ کرے اور نہ ان کو پہنچانے جائے اور مروان بن الحکم کو تعیّنات کیا کہ ان کو مدینہ سے باہر کر دے۔ غرض عثمانؓ کے خوف سے کوئی شخص ان کو پہنچانے کے لیئے نہ گیا مگر حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، عقیلؓ اور عمارؓ بن یاسر ان لوگوں نے ان کی مشایعت کی۔ جب اُن کے پاس پہنچے امام حسنؑ ابوذرؓ سے باتیں کرنے لگے تو مروان نے کہا اے حسنؑ شاید تم کو نہیں معلوم کہ عثمانؓ نے اس مرد سے گفتگو کرنے کو منع کیا ہے۔ اگر تم کو نہیں معلوم ہے تو اب سُن لو جناب امیرؑ نے یہ سُنکر اپنا تازیانہ بلند کیا اور اس کے دونوں کانوں کے بیچ میں مار کر فرمایا دُور ہو خدا تجھ کو ذلیل کرے اور آگ میں ڈالے۔ مروان وہاں سے غصّہ میں بھرا ہُوا عثمانؓ کے پاس آیا اور ان کو اس کی اطلاع دی۔ عثمانؓ کو بھی بہت غصّہ آیا۔ جب امیرؑ المومنین اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان کو رخصت کرکے مدینہ واپس آئے لوگوں نے حضرتؑ سے کہا کہ عثمانؓ آپ پر بہت غضبناک ہیں اس لیئے کہ آپ نے ابوذرؓ کی مشایعت کی۔ حضرتؑ نے فرمایا مجھ پر ان کا غضبناک ہونا مثل گھوڑے کے غضبناک ہونے کے مانند ہے کہ وُہ لگام جو اس کے دہن میں ہوتی ہے اُس پر اُتارتا ہے اور چبانے لگتا ہے۔ لیکن جس قدر چباتا ہے اس سے اُس کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا غرض جب عثمان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کیا سبب ہے کہ تم نے میرے فرستادہ (مروان) کو واپس بھیج دیا اور میرے حکم کی کوئی حقیقت نہ سمجھی۔ حضرتؑ نے فرمایا تمہارے فرستادہ نے مجھے واپس کرنا چاہا تھا لہٰذا مَیں نے اُسی کو واپس کر دیا۔ اور تمہارا حکم چونکہ خدا کے فرمان کے خلاف تھا لہٰذا مَیں اُس پر عمل نہیں کر سکتا تھا۔ اور اُن کے اور امیرالمومنین علیہ السّلام کے درمیان ناملائم باتیں ہوئیں اور حضرتؑ اُن کی مجلس سے غضبناک اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور چونکہ اپنی بہتری نزاع میں نہیں دیکھی اس لیئے صحابہ کی ایک جماعت کو درمیان میں ڈالا جنہوں نے عثمان اور اُن حضرتؑ کے درمیان صلح کرادی۔

نیز ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ عثمانؓ کا ابوذرؓ کو شام کی طرف بھیجنے کا یہ سبب تھا کہ جب عثمانؓ نے مسلمانوں کے بیت المال پر دستِ تصرّف دراز کیا اور مروان وغیرہ منافقوں کو جو چاہا دے دیا تو ابوذرؓ راستوں اور گلیوں میں لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اُن کے ناجائز طور وطریقہ کا ذکر کرنے لگے اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتے تھے:۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥ (آیت ۳۴ سورۃ توبہ پ۱۰) "جو لوگ چاندی اور سونا جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے اے رسولؐ اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو" عثمانؓ کو اس کی اطلاع پہنچتی رہی،

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ مرتبہ سے مُراد مرتبۂ دوم گویا امیرالمومنینؑ کے ساتھ جنگ وقتال ہے ۱۲

لیکن وُہ اپنے کاموں میں مشغول تھے اور اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ مگر جب حد سے زیادہ شکایتیں پہنچیں تو حضرت عثمانؓ نے اپنے آزاد کردہ ایک غلام کو ابوذرؓ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ ان باتوں کو ترک کر دیں تو ابوذرؓ نے کہا کہ عثمانؓ کتابِ خدا پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اُس شخص کی عیب گیری سے روکتے ہیں جو خدا کے احکام کو ترک کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر خدا کو راضی کروں تو عثمانؓ کے غصّہ ہونے سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ بہتر ہے اس سے کہ عثمانؓ کو راضی رکھ کر خدا کو غضبناک کروں۔ ان کی اس بات سے عثمانؓ کو اور زیادہ غصّہ آیا لیکن مصلحتاً اُن سے کچھ تعرض نہ کیا۔ پھر ایک روز عثمانؓ نے اپنی مجلس میں کہا کہ آیا جائز ہے امام کے لیئے کہ بیت المال سے کچھ بطور قرض لے لے اور جب اُس کو وُہ حاصل ہو جائے تو بیت المال کا قرض ادا کر دے۔ کعب الاحبار نے کہا کوئی حرج نہیں۔ ابوذرؓ نے یہ سُنکر فرمایا کہ اے دو یہودی کے بیٹے کیا تو بھی ہم کو ہمارے دین کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ سُنکر عثمانؓ نے کہا اے ابوذرؓ تمہاری طرف سے میرے اور میرے اصحاب کے لیئے اذیتوں کی انتہا ہو گئی پھر حکم دیا تو اُن کو شام میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں انہوں نے معاویہ کے ناپسندیدہ اطوار مشاہدہ کیئے اور اُن کی بھی عیب گیری اور مذمت کرنا شروع کی۔ ایک روز معاویہ نے تین سو اشرفیاں سونے کی ابوذرؓ کے لیئے بھیجیں۔ ابوذرؓ نے اس کے قاصد سے کہا کہ اگر یہ میرا حصّہ ہے جو اب کے سال تم نے مجھے نہیں دیا ہے تو قبول کرتا ہوں اور اگر یہ تمہاری طرف سے بخشش و احسان ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اور اُس مال کو واپس کر دیا۔ پھر معاویہ نے جب قبۂ خضرِ دمشق میں تعمیر کرایا تو ابوذرؓ نے کہا اے معاویہ اگر یہ خدا کے مال سے بنوایا ہے تو تُو نے خیانت کی ہے اور اگر اپنے مال سے تعمیر کرایا ہے تو فضول خرچی کی ہے۔ اسی طرح ابوذرؓ ہمیشہ شام میں کہا کرتے تھے کہ اس عہد میں خدا کی قسم چند بدعتیں ایجاد ہوئی ہیں جو نہ خدا کی کتاب کے موافق ہیں نہ سنّتِ رسُولؐ اللہ کے مطابق۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ حق زائل کیا جا رہا ہے اور باطل کو رواج دیا جا رہا ہے۔ اور سچّوں کو جھوٹا کہا جاتا ہے اور نیکوں کا حق فاجروں کو دیا جاتا ہے۔ آخر حبیب بن مسلمۂ فہری نے معاویہ سے کہا کہ ابوذرؓ اہلِ شام کو تم سے منحرف کر دیں گے لہٰذا ان کا تدارک کرو۔

نیز جلام بن جندل سے روایت ہے کہ مَیں عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں قنسرین پر معاویہ کا عامل تھا ایک روز مَیں کسی ضرورت سے معاویہ کے پاس آیا ناگاہ مَیں نے سُنا کہ کوئی دروازہ پر چلّا رہا ہے کہ تمہاری طرف اُونٹوں کی قطار آ رہی ہے جس پر جہنّم کی آگ بار کرتے ہیں۔ اے خدا تو لعنت کر اُن لوگوں پر جو دُوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود ترک کرتے ہیں اور اے معبود لعنت کر اُن لوگوں پر جو اوروں کو بُرائیوں سے منع کرتے ہیں اور خود اُس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ سُنکر معاویہ کا چہرہ متغیّر ہو گیا اور اُس نے مجھ سے کہا کیا اس شخص کو پہچانتے ہو جو یہ سب چلّا رہا ہے مَیں نے کہا نہیں۔ تو معاویہ نے کہا یہ جندب بن جنادہ ہے۔ ہر روز میرے محل کے دروازہ پر آکر یوں ہی صدا دیتا ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیں۔ ناگاہ مَیں نے دیکھا کہ لوگ ابوذرؓ کو پکڑ لائے اور معاویہ کے سامنے کھڑا کیا۔ معاویہ نے کہا اے دُشمنِ خدا و رسُولؐ تو ہر روز ہمارے پاس آکر ایسی باتیں سناتا ہے اگر مَیں بغیر عثمانؓ کی اجازت کے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کو قتل کرتا تو تجھ کو قتل کرتا۔ لیکن نہیں تیرے متعلق عثمانؓ سے اجازت لے لوں گا۔ جلام نے کہا مَیں نے چاہا کہ ابوذر کو دیکھوں

کیونکہ وُہ میرے قبیلہ سے تھے۔ غرض مَیں نے ان کو دیکھا۔ وُہ گندمی رنگ کے بلند قد کے دُبلے پتلے آدمی تھے جن کی داڑھی گھنی نہ تھی۔ بڑھاپے کے سبب ان کی کمر پتلی ہوگئی تھی۔ مختصر یہ کہ ابوذرؓ نے معاویہ کے جواب میں کہا کہ مَیں خدا و رسولؐ کا دشمن نہیں ہوں بلکہ تُو اور تیرا باپ خدا و رسُولؐ کے دشمن ہیں۔ تم نے مصلحتاً اسلام قبول کیا تھا اور حقیقت میں کافر تھے اور آنحضرتؐ نے تجھ پر اکثر لعنت کی ہے اور تجھ کو بددُعا دی ہے کہ تُو کبھی سیر نہ ہوگا۔ اور آنحضرتؐ نے خبر دی ہے کہ جب اس اُمّت کا حاکم ایک کشادہ چشم لمبی گردن والا شخص ہوگا وُہ بہت کھانے والا ہوگا اور کبھی سیر نہ ہوگا اُس وقت میری اُمت کے لوگوں کو چاہیئے کہ اُس کے شر سے بچتے رہیں۔ معاویہ نے کہا وُہ مَیں نہیں ہوں۔ ابوذرؓ نے کہا بلکہ تُو ہی ہے۔ آنحضرتؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ تُو ہی ہے۔ ایک روز تو حضرتؐ کی طرف سے گزرا تھا مَیں نے سُنا کہ حضرت فرما رہے تھے کہ خداوندا اس پر لعنت کر اور کبھی سیر نہ کر بجز قبر کے۔ پھر مَیں نے سُنا کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کی مقعد آگ میں ہے۔ یہ سُنکر معاویہ ہنسا اور حکم دیا کہ ابوذرؓ کو قید کردو۔ پھر اُن کے حالات عثمانؓ کو لکھے تو عثمانؓ نے ان کو طلب کر لیا جس طرح کہ سابق میں ذکر کیا جاچکا۔

شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ ابوسحیلہ نے کہا کہ مَیں جناب سلمانؓ فارسی کے ساتھ حج کو روانہ ہُوا۔ جب ہم ربذہ پہنچے تو ابوذرؓ کے پاس گئے۔ ابوذرؓ نے فرمایا کہ میرے بعد فتنہ پیدا ہوگا۔ جب وُہ فتنہ واقع ہو تم پر لازم ہے کہ کتابِ خدا اور بزرگِ دین علیؑ بن ابی طالبؑ سے تمسک کرنا اور اُن سے علیحدہ نہ ہونا کیونکہ مَیں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ علیؑ پہلے شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے اور دوسروں سے پہلے میری تصدیق کی اور روزِ قیامت سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے۔ وُہ صدیق اکبر اس اُمّت کے اور فاروقِ اعظم ہیں جو حق کو باطل سے جُدا کرتے ہیں۔ وُہ مومنوں کے بادشاہ اور منافقوں کے مال کے مالک ہیں[1]

ابن بابویہ نے نعیم بن قعنب سے روایت کی ہے وُہ کہتے ہیں کہ میں ربذہ میں ابوذرؓ کے پاس گیا وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ پُوچھا ابوذرؓ کہاں ہیں اُس نے کہا کسی کام کو گئے ہیں۔ ناگاہ مَیں نے دیکھا کہ وُہ آرہے ہیں اور دو اُونٹوں کو قطار میں لگائے ہوئے کھینچ رہے ہیں۔ ہر ایک کی گردن میں پانی کی ایک ایک مشک لٹکی ہوئی ہے۔ مَیں اُٹھا اور سلام کیا اور پھر بیٹھ گیا۔ جب وُہ گھر میں داخل ہوئے تو مَیں نے سُنا کہ وُہ اپنی عورت سے فرما رہے تھے کہ تو ایسی ہی ہے جیسا رسُولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ عورت ٹیڑھی ہڈی کی مانند ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کردگے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دوگے تو اُس سے فائدہ پاؤگے۔ پھر میرے سامنے ایک پیالہ لائے جس میں کوئی جانور بریاں مثل اسفر کے تھا اور کہا کہ کھاؤ مَیں تو روزہ سے ہوں۔ پھر کھڑے ہوکر دو رکعت نماز ادا کی اور فارغ ہوکر میرے پاس آئے اور کھانا شروع کیا۔ مَیں نے کہا سُبحان اللہ مجھے کبھی گمان نہ تھا کہ تمہارے ایسا شخص جھُوٹ بول سکتا ہے۔ تم نے کہا تھا کہ میں روزہ سے ہوں اور میرے ساتھ یہ گوشت

[1] مؤلف فرماتے ہیں اس حدیث میں سلمانؓ کا ذکر چند وجہوں سے تعجب خیز ہے جو صاحبانِ اطلاع پر مخفی نہیں۔ ۱۲

کھا رہے ہو۔ ابوذرؓ نے کہا مَیں اس مہینے تین روز روزہ رکھ چکا ہوں اور پورے مہینے کے روزوں کا ثواب حاصل کرچکا ہوں۔ اب مَیں چاہوں تو باقی روزہ رکھوں یا افطار کردوں۔

ابن طاؤس نے بسند ہائے معتبر معاویہ بن ثعلبہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جب ابوذرؓ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں اُن کا انتقال ہُوا تو ہم اُن کی عیادت کو گئے اور اُن سے وصیت کرنے کو کہا۔ فرمایا مَیں نے اپنا وصی امیرالمومنین کو قرار دیا ہے۔ مَیں نے کہا کیا آپ کی مراد عثمان سے ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ امیرالمومنینؑ اُس کو کہتا ہوں جو حق اور سچائی کے ساتھ مومنوں کا امیر ہے یعنی علیؑ بن ابی طالبؑ۔ وہی زمین کی بہار ہیں جن سے زمین ساکن اور آباد ہے اور وہی اس اُمّت میں عالم ربانی ہیں۔ اگر وُہ تمہارے درمیان سے چلے جائیں تو تم زمین میں بے انتہا بدکرداری و بدافعالی دیکھوگے۔ مَیں نے کہا ہم جانتے ہیں کہ جس کو پیغمبرؐ خدا بہت زیادہ دوست رکھتے تھے تم بھی اس کو دوست رکھتے ہو۔ بتاؤ تم کس کو سب سے زیادہ دوست رکھتے ہو فرمایا دُنیا میں سب سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وُہ پیر مظلوم ہے جس کا حق لوگوں نے غصب کرلیا ہے یعنی علیؑ بن ابی طالبؑ۔

برقی نے بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ربذہ میں لوگوں نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ اپنے دراز گوش کو پانی پلا رہے تھے۔ ان سے کہا گیا کوئی آدمی نہیں ہے کہ اس خچر کو پانی دے فرمایا مَیں نے رسُولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا کہ ہر چوپایہ جب صبح ہوتی ہے تو دُعا کرتا ہے کہ خداوندا مجھے ایسا مالک روزی کر جو چارہ سے مجھے سیر اور پانی سے سیراب کرے اور میری طاقت سے زیادہ مجھ پر بوجھ نہ ڈالے۔ اسی سبب سے مَیں اس کو خود پانی پلا رہا ہوں۔

شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذرؓ کی شان میں فرمایا کہ آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین گرد آلود نے کسی کا بار نہیں اُٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچ بولنے والا ہو۔ وُہ تنہا زندگی بسر کریں گے، تنہا بہشت میں داخل ہوں گے اور تنہا مبعوث ہوں گے۔ وُہ بالاعلان امیرالمومنینؑ کے فضائل بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہی رسُولِؐ خدا کے وصی اور خلیفہ ہیں۔ اسی لیئے اُن کو حرمِ خدا و رسُولؐ سے نکال دیا اور شام سے برہنہ اُونٹ پر سوار کرکے طلب کیا۔ اور وُہ برابر ندا دیتے تھے کہ یہ جہنّم کی آگ کی قطاریں تمہارے واسطے لائی جارہی ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ مَیں نے رسُولؐ خدا سے سُنا ہے کہ جب ابوالعاص کی اولاد کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وُہ دینِ خدا کو فاسد کریں گے اور خدا کے بندوں کو اپنا غلام سمجھیں گے اور خدا کے مال کو اپنوں میں ایک ہاتھ سے دُوسرے ہاتھ تک پہنچاتے اور گھماتے رہیں گے۔ اسی سبب سے ان کو فقر و فاقہ اور بُرے حال میں مار ڈالا اور وُہ ان تمام حالات میں صبر کرتے رہے۔

نیز روایت ہے کہ جب ابوذرؓ کی وفات کا وقت آیا اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنی گوسفندوں میں سے ایک گوسفند ذبح کرکے اُس کا گوشت پکاؤ اور جب میرا انتقال ہوجائے تو عراق کے راستہ پر جاکر بیٹھ جانا اور جو سب سے پہلا قافلہ آئے اُس سے کہو کہ اے بندگانِ خدا یہاں صحابیٔ رسُولؐ خدا نے وفات پائی اور اپنے پروردگار کی رحمت سے واصل ہوئے ہیں ان کی تجہیز و تکفین میں آپ لوگ میری مدد کیجئے۔ پھر ابوذرؓ نے کہا کہ مجھے

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میں عالمِ غربت میں مروں گا اور آنحضرتؐ کی اُمت کے صالح اور نیک لوگ مجھے غسل وکفن دیں گے اور دفن کریں گے۔ پھر علقمہ بن اسود نخعی نے روایت کی ہے کہ ہم مالک اشتر کے ساتھ مع ایک جماعت مومنین کے حج کے لیئے روانہ ہوئے۔ جب ربذہ پہنچے ایک عورت کو برسرِ راہ بیٹھی ہوئی دیکھا۔ اُس نے ہم لوگوں سے کہا کہ اے بندگانِ خدا، اے نیک کردار مسلمانو! رسُولِ خدا کے صحابی ابوذرؓ نے اس غربت میں انتقال کیا ہے اور میرا کوئی غمخوار نہیں ہے جو اُن کے دفن میں میری مدد کرے۔ یہ سُنکر ہم لوگوں نے ایک دُوسرے کو دیکھا اور خدا کا شکر کیا کہ ایسی سعادت ہم کو نصیب کی کہ ایسے بزرگ کی تجہیز کریں۔ مگر اُن کی مصیبت پر ہم لوگ بہت غمگین ہوئے اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ غرض ہم لوگ اُس زن بیکس کے ہمراہ گئے اور ابوذرؓ کی تجہیز پر متوجہ ہوئے اور ہمارے درمیان نزاع ہوئی یہ کہ ہم میں سے ہر شخص چاہتا تھا کہ اپنے مال سے اُن کو کفن دے۔ آخر یہ طے پایا کہ ہر شخص اپنے مال سے برابر کا حصہ صرف کرے۔ پھر ہم سب نے اُن کو شریک ہو کر غسل دیا۔ جب فارغ ہوئے تو مالک اشتر نے آگے کھڑے ہو کر امامت کی اور ہم سب نے اُن پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔ پھر مالک اشتر اُن کی قبر پر کھڑے ہو کر بولے خداوندا یہ ابوذرؓ تیرے رسُولؐ کے صحابی ہیں انہوں نے عبادت کرنے والوں کے ساتھ تیری عبادت کی اور تیری خوشنودی کے لیئے مشرکوں سے جہاد کیا اور امُورِ دین میں سے کسی امر میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا لیکن تیرے دین میں منافقین کی طرف سے جو بدعتیں دیکھیں ان سے اپنی زبان اور اپنے دل سے انکار کیا۔ اسی سبب سے لوگوں نے اُن پر ظلم و زیادتی کی اور اپنے شہر سے ان کو نکال دیا اور حقوق سے ان کو محروم کیا اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھا۔ اور وُہ تنہا عالمِ غربت میں بسر کرتے رہے۔ خداوندا اُس شخص کی شان و شوکت اور اقتدار کو مٹادے جس نے ان کو ان کے حق سے محروم کیا اور اُن کے محل ہجرت اور حرم رسُولؐ سے باہر کیا۔ ہم سب نے ہاتھ اُٹھا کر آمین کہا۔ پھر وُہ بی بی بریاں گوسفند لائیں اور کہا ابوذرؓ نے آپ لوگوں کو قسم دی ہے کہ اس مکان سے ہرگز قدم نہ نکالیں جب تک کہ اس طعام کا ناشتہ نہ کرلیں۔ یہ سُنکر ہم لوگوں نے ناشتہ کیا اور واپس گئے۔ شیخ طوسیؒ نے اس واقعہ کو موسیٰ بن جعفر سے روایت کی ہے۔

کتاب روضۃ الواعظین میں مذکور ہے کہ ابوذرؓ سے اُن کی وفات کے وقت کسی نے پُوچھا کہ تمہارا مال کیا ہے؟ فرمایا میرا مال عمل ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو چاندی اور سونے کے بارے میں پُوچھ رہے ہیں۔ ابوذرؓ نے کہا میں نے کوئی صبح اور شام دُنیا میں نہیں گزاری جس میں میرے پاس خزانہ رہا ہو کہ میں نے اپنا مال جمع کیا ہو۔ میں نے اپنے خلیل رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ آدمی کا خزانہ قبر ہے۔

ابن ابی الحدید نے دُوسری روایت کے مطابق نقل کیا ہے کہ یہ لوگ ابوذرؓ کے پاس اُن کی زندگی ہی میں پہنچے۔ ابوذرؓ نے ان سے کہا کہ میں نے رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپ ایک گروہ سے فرماتے تھے جن کے ساتھ میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک شخص کا ویرانہ میں انتقال ہوگا اور مومنوں کا ایک گروہ اُس کے جنازہ میں حاضر ہوگا۔ اور وُہ لوگ جن سے حضرتؐ نے یہ پیشینگوئی فرمائی تھی سوائے میرے سب کے سب نے

اپنے اپنے شہروں میں وفات پائی اور میں جانتا ہوں کہ وُہ شخص مذکور میں ہوں۔ اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کوئی لباس ہوتا جو میرے کفن کے لیئے کافی ہوتا تو میں کبھی گوارا نہ کرتا کہ کوئی مجھے کفن دے اور میں آپ لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی وُہ شخص مجھے کفن نہ دے جس نے حکومت و امارت کی ہو یا کسی گروہ کی نقابت کی ہو یا ظالموں کا دوست رہا ہو یا کسی ظالم کا قاصد رہا ہو۔ انہی لوگوں میں ایک مرد انصاری تھا جو کسی حکومت و ولایت میں شامل نہیں ہوا تھا۔ اُس نے کہا اے عم بزرگوار میں آپ کو اسی ردا کا جو اوڑھے ہوں اور دو کپڑے جو میرے ہمراہ صندوق میں ہیں ان کا کفن دوں گا۔ ان کپڑوں کا دھاگا میری ماں نے کاتا اور میں نے اپنے ہاتھوں سے بُنا ہے۔ یہ سُنکر ابوذرؓ نے کہا بس مجھ کو تم ہی کفن دینا۔

شیخ مفید نے ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ جب عثمانؓ نے ابوذرؓ کو ربذہ بھیجا تو ابوذرؓ نے حذیفہ بن الیمان کو خط لکھا کہ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اما بعد اے بھائی خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے، جس سے تمہارا گریہ زیادہ ہو۔ اور دُنیا کے تعلقات سے دِل کو آزاد کرو اور راتوں کو خدا کی عبادت میں بیدار رہو اور طاعتِ معبود میں اپنے بدن کو مشقت میں ڈالو۔ کیونکہ اُس کے لیئے (یہ گریہ اور ریاضت) سزاوار ہے جو یہ جانتا ہے کہ جہنّم اُس کے لیئے ہے جس پر خدا غضبناک ہوتا ہے اسی لیئے اُس کا گریہ اور مشقت اور رسالوں کا (عبادت میں) جاگنا زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وُہ جان لے کہ خداوندِ عالم اُس سے خوشنود و راضی ہوا۔ اور سزاوار ہے اُس کے لیئے جو یہ جانتا ہے کہ بہشت اُس کی جگہ ہے جس سے خدا راضی و خوش ہوتا ہے۔ اس لیئے وُہ حق کی جانب رُخ کرتا ہے کہ شائد اس سبب سے وُہ نجات پا جائے اور خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیئے اپنے مال اور اہل وعیال سے دُور ہونا آسان سمجھے اور اپنی راتوں کی بیداری اور دنوں کو روزہ رکھنا اور ظالموں اور ملحدوں کے ساتھ اپنے ہاتھ اور زبان سے جہاد کرنا سہل سمجھے یہاں تک کہ یہ جان لے کہ خداوندِ عالم نے اُس پر بہشت کو لازم کر دیا۔ اور یہ باتیں نہیں معلوم ہوسکتیں مگر مرنے کے بعد۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ بہشت میں جوارِ رحمت الٰہی میں ہو اور پیغمبروں کا رفیق ہو اُس کے لیئے لازم ہے کہ ویسا ہی بن جائے جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ اے میرے بھائی تم اُن لوگوں میں سے ہو جن سے مجھے اپنے رنج و غم کے بیان سے راحت ہوتی ہے اور اُنہی سے شکایت کرتا ہوں یہ کہ ظالموں نے میری اذیت رسانی میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ بیشک میں نے ستمگاروں کے مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ان کی باطل باتیں اپنے کانوں سے سُنیں اور ان سے انکار کیا تو مجھے ان لوگوں نے اپنی عطا و بخشش سے محروم کر دیا، اور مجھے شہر بہ شہر آوارہ کیا اور مجھے اپنے عزیزوں اور بھائی سے جُدا کر دیا اور حرم خدا و رسُولؐ سے مجھ کو باہر کر دیا اور میں اپنے خداوند بزرگ و برتر سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ان باتوں سے میری شکایت خدا سے ہو کہ لوگوں نے میرے ساتھ یہ برتاؤ کیئے بلکہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں راضی ہوں اُس پر جو کچھ خدا نے میرے لیئے پسند کیا اور جو کچھ میرے حق میں حکم فرمایا اور جو کچھ میرے لیئے مقدر کیا ہے۔ میں اپنی ان کیفیتوں کا تم سے اظہار کر رہا ہوں تاکہ خدا سے میرے لیئے اور عام مسلمانوں کے لیئے راحت و کشائش طلب کرو۔ اور دُعا کرو کہ حق تعالیٰ مجھ کو اور سب مسلمانوں کو وُہ امر نصیب کرے جس کا نفع زیادہ ہو اور اس کا انجام

زیادہ بہتر ہو والسلام۔

حذیفہ نے اس خط کے جواب میں لکھا:۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اما بعد اے میرے بھائی آپ کا خط مجھ کو ملا جس میں آپ نے مجھ کو قیامت میں میری بازگشت سے ڈرایا اور معصیت سے پُر حذر رہنے کی تاکید فرمائی ہے اور جن امور میں میرے نفس کی اصلاح ہے اُن کی ترغیب و تحریص فرمائی ہے۔ اے برادر آپ ہمیشہ میرے اور تمام مسلمانوں کے خیر خواہ اور مہربان رہے اور سب پر شفقت و احسان کرتے رہے اور سب کے لیئے خائف و ترساں رہے ہیں اور ہمیشہ ان کو نیکیوں کا حکم دیتے اور بُرائیوں سے منع کرتے رہے ہیں لیکن خدا کی خوشنودی کی جانب کسی کی ہدایت نہیں ہوتی مگر خدا کی طرف سے جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور اُس کے غضب اور عذاب سے کوئی نجات نہیں پاسکتا مگر اُسی کے کرم و احسان اور عفو و رحم و بخشش سے۔ لہٰذا میں اُسی سے اپنے اور اپنے خاص متعلقین اور تمام انسانوں اور اس اُمت کے تمام لوگوں کے لیئے اُس کی عام بخشش اور وسیع رحمت کا طالب ہوں۔ میرے بھائی جو کچھ آپ کے ساتھ ظلم و ستم کیا گیا ہے یعنی آپ کو شہر سے باہر نکالا گیا، غریب الوطن کیا گیا، اور اپنے دروازوں سے دُور کیا گیا یہ سب آپ کے خط سے معلوم ہوا اور مجھ پر بہت شاق گزرا۔ میرے بھائی اگر میں جانتا کہ یہ آپ کی تکلیفیں مال کے ذریعہ دفع ہوسکتیں تو میں اپنا تمام مال بڑی خوشی سے قربان کردیتا۔ خدا کی قسم اگر ہو سکتا کہ مجھے آپ کی تکلیفوں میں شریک کرلیں گے اور آپ کی بلاؤں میں سے نصف میرے اوپر ڈال دیں گے تو ان لوگوں سے اس امر کا سوال کرتا۔ لیکن یہ تمام اُمور ہم لوگوں کے لیئے اتنا ہے جس قدر خدا کو منظور ہے۔ اے بھائی چاہیئے کہ میں اور آپ دونوں خدا کی بارگاہ میں گریہ و زاری کریں اور اُس کے ثواب کی جانب رغبت کریں اور اُس کے عذاب سے نجات پائیں۔ بیشک عنقریب ہماری جانوں کو اذیت پہنچائیں گے اور بہت جلد ہمارے میوہ زندگی کو ہمارے بدنوں کے درختوں سے کاٹ ڈالیں گے اور مجھ کو اور آپ کو بارگاہِ احدیت میں طلب کریں گے اور ہم قبول کریں گے۔ پھر ہمارے اعمال خدا کے رُوبرُو پیش ہوں گے تو اُس وقت ہم محتاج ہوں گے اُن اعمال کے جو ہم پہلے سے بھیج چکے ہوں گے۔ اے بھائی جو کچھ آپ سے ضائع ہوچکا ہے اُس کا غم نہ کیجیئے اور جو مکروہات آپ کو پہنچے ہیں اُن پر غمگین و رنجیدہ نہ ہوجیئے بلکہ خدا سے اُس کا اجر طلب کیجیئے اور اُس کی جانب سے ثواب عظیم کے منتظر رہیئے۔ اے بھائی موت کو اپنے لیئے اور آپ کے لیئے دُنیاوی زندگی سے بہتر پاتا ہوں کیونکہ بے انتہا فتنے پیدا ہو چکے ہیں جو ایک کے بعد ایک شب تار کے لمحوں کے مانند آرہے ہیں۔ اہلِ دُنیا نے اپنے مرکبوں کو جولاں کردیا ہے" اور مالِ دُنیا اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کررہے ہیں۔ ان فتنوں میں تلواریں نکلیں گی اور موت لوگوں پر مسلط ہوجائے گی۔ جو شخص ان فتنوں میں سَر نکالے گا یا اُن سے ملوث ہوگا یا اُن میں گھوڑے دوڑائے گا بے شبہ قتل ہوگا۔ اور عرب کے قبیلے خواہ وُہ شہر کے باشندے ہوں یا صحرا میں رہنے والے ہوں ان میں سے ہر ایک ان فتنوں میں تصرّف کرے گا۔ اور ان زمانوں میں جو سب سے زیادہ ظالم ہوگا وہی سب سے زیادہ معزز ہوگا اور جو زیادہ پرہیزگار ہوگا وُہ سب سے زیادہ ذلیل ہوگا۔ لہٰذا خداوند کریم مجھ کو اور آپ کو اس زمانہ سے پناہ میں رکھے جس میں لوگوں کا یہ حال ہوگا۔ بیشک آپ کے لیئے اُٹھتے بیٹھتے کسی حال میں بھی دُعا سے باز نہ رہوں گا کیونکہ خدا نے قرآن میں دُعا کا حکم دیا ہے اور قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ (پ۲۴ سورۃ مومن آیت ۶۰)

(ترجمہ) تم مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں وُہ عنقریب ذلیل و خوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔" لہٰذا ہم خدا سے عبادت میں سرکشی کرنے سے اور اُس کی اطاعت سے انحراف کرنے سے پناہ چاہتے ہیں۔ دُعا ہے کہ خداوندِ عالم میرے اور آپ کے واسطے اپنی رحمت سے کشائش اور نیک اجر کرامت فرمائے۔ والسلام!

علی بن ابراہیم اور کلینی نے روایت کی ہے کہ ابوذرؓ کا ایک فرزند ذر نامی تھا۔ ربذہ میں اُس کا انتقال ہوا۔ جب حضرت ابوذرؓ نے اُس کو دفن کیا تو اُس کی قبر پر کھڑے ہوکر ہاتھ اُس کی قبر پر رکھا اور کہا اے ذر خدا تجھ پر رحم کرے بیشک تو اپنے باپ ماں کے لیئے خوش خُلق اور نیک کردار تھا اور جب تو دنیا سے رُخصت ہوا میں تجھ سے راضی تھا۔ تمہاری جُدائی سے مجھ میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوئی۔ اور مجھ کو سوائے خداوند کریم کے کسی غیر سے کوئی حاجت نہیں اور نہ کسی سے نفع کی کوئی اُمید رکھتا ہوں کہ جس کے چلے جانے سے دلگیر اور پریشان ہوں۔ اگر موت کے بعد ہول و سختی نہ ہوتی تو آرزو کرتا کہ میں تیری جگہ پر ہوتا۔ مجھ کو غم لاحق ہے مگر تیرے لیئے اور خدا کی قسم میں تیری جُدائی کے سبب نہیں روتا ہوں بلکہ تجھ پر روتا ہوں۔ کاش میں جانتا کہ تجھ سے کیا کیا سوالات کیئے گئے اور تُو نے کیا جوابات دیئے۔ خداوندا تُو نے کچھ اپنے حقوق اُس پر واجب قرار دیئے تھے اور کچھ میرے حقوق اُس پر مقرر فرمائے تھے۔ پالنے والے میں نے اپنے حقوق اُس کو بخش دیئے، تو بھی اپنے حقوق اُس کو بخش دے اور اُس کو معاف فرما کیونکہ تُو مجھ سے زیادہ جُود و کرم کا مستحق ہے۔

ابوذرؓ چند گوسفندوں کے مالک تھے جس سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی گذر بسر کیا کرتے تھے مگر وُہ سب کی سب کسی وبا میں ضائع ہوگئیں اور اُن کی زوجہ کا بھی ربذہ میں انتقال ہوگیا تھا؛ بس ابوذرؓ تھے اور اُن کی ایک لڑکی جو اُن کے ساتھ رہتی تھی۔ اُن کی لڑکی کا بیان ہے کہ تین روز گذر گئے تھے کہ ایک دانہ میسر نہ ہوا تھا کہ میں اور میرے پدر بزرگوار کھاتے۔ بھوک کا ہم لوگوں پر غلبہ ہوا۔ میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے فرمایا کہ جانِ پدر آؤ اس صحرا میں چلیں شاید وہاں کوئی گھاس ایسی مل جائے جس کو ہم کھاسکیں۔ غرض میں اپنے پدر بزرگوار کو لے کر جنگل میں گئی مگر وہاں بھی کوئی چیز نہ ملی تو میرے والد نے تھوڑی ریت جمع کی اور سر اُس پر رکھا۔ میری نگاہ جب اُن پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ اُن کی آنکھیں پھر گئی ہیں اور جاں کنی کا عالم ہے۔ میں رونے لگی اور عرض کی بابا جان میں اس تنہائی اور بیابان میں کیا کروں گی۔ فرمایا بیٹی فکر نہ کرو۔ جب میں مرجاؤں گا تو اہل عراق کا ایک گروہ آئے گا وُہ میری تجہیز و تکفین کرے گا۔ کیونکہ مجھے میرے حبیب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ تبوک میں یہ اطلاع دی تھی۔ جانِ پدر جب میں عالمِ بقا کی طرف رحلت کرجاؤں مجھ پر چادر اُڑھا دینا اور عراق کے راستہ پر جاکر بیٹھ جانا اور جب قافلہ آئے تو کہنا کہ ابوذرؓ صحابیٔ رسُولؐ نے اس جنگل میں انتقال کیا ہے۔ دُختر ابوذرؓ بیان کرتی ہیں کہ اسی حال میں اہل ربذہ کی ایک جماعت میرے پدر کی عیادت کو آئی اور پوچھا کہ اے ابوذرؓ آپ کو کیا بیماری اور کیا شکایت ہے فرمایا اپنے گناہوں کی بیماری اور شکایت ہے۔ پوچھا کس چیز کی خواہش ہے فرمایا میں اپنے پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کسی طبیب کو بلا لائیں فرمایا طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔

طبیب خداوند عالم ہے اور درد و تکلیف اُسی کے سبب سے ہے۔ پھر اُن کی دختر بیان کرتی ہیں کہ جب میرے والد کی نگاہیں ملک الموت پر پڑیں فرمایا مرحبا اُس دوست کے لیئے جو ایسے وقت آیا ہے جبکہ اُس کی بڑی احتیاج تھی۔ رُستگاری نہ ہو اُس کے لیئے جو تمہارے دیدار سے نادم و پشیمان ہو۔ خداوندا مجھ کو اُس کے ذریعے سے اپنے جوارِ رحمت میں پہنچا دے تیرے حق کی قسم کہ تُو جانتا ہے کہ مَیں ہمیشہ تیری ملاقات کا خواستگار رہا ہوں اور کبھی موت سے مَیں نے کراہت نہیں کی ہے۔ اُن کی صاحبزادی کہتی ہیں کہ جب اُن کا انتقال ہوگیا تو مَیں نے چادر اُن پر ڈال دی اور جاکر قافلہ کے راستہ پر بیٹھ گئی۔ کچھ لوگ وہاں آئے مَیں نے اُن سے کہا کہ اے گروہِ مسلمانان ابوذرؓ صحابیٔ رسولؐ نے یہاں رحلت فرمائی ہے۔ یہ سُنکر وُہ لوگ سواریوں سے اُترے اور اُن کے غم میں روئے پھر اُن کو غسل دیا، کفن پہنایا، اور نماز پڑھ کر ان کو دفن کیا۔ اُن لوگوں میں مالک اشتر بھی تھے۔ روایت ہے کہ مالک بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اُن کو اُس کپڑے کا کفن دیا جو اپنے ساتھ رکھتا تھا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ ان کی دختر کا بیان ہے کہ مَیں اپنے باپ کی قبر پر اس طرح رہتی تھی کہ جب جب وُہ نمازیں اپنی زندگی میں پڑھا کرتے تھے مَیں بھی پڑھتی اور جب جب وُہ روزہ رکھتے میں بھی رکھتی تھی۔ ایک رات میں نے اُن کو دیکھا کہ نمازِ شب کے بعد وُہ تلاوتِ قرآن میں مصروف ہیں جس طرح زندگی میں پڑھا کرتے تھے۔ مَیں نے پُوچھا بابا جان خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا بیٹی مَیں اپنے کریم پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہُوا وُہ مجھ سے خوش ہُوا اور مَیں اُس سے راضی ہُوا۔ اُس نے مجھ پر نوازشیں فرمائیں اور مجھے گرامی فرمایا اور بخششیں کیں۔ لیکن اے بیٹی عمل کر مگر غرور نہ کر۔ اکثر اہلِ تاریخ نے بجائے دختر، ابوذرؓ کی زوجہ بیان کیا ہے۔

احمد بن اعثم کوفی نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ کہ ابوذرؓ کے دفن و کفن میں شریک تھے وُہ احنف بن قیس تمیمی، صعصعہ بن صوحان العبدی، خارجہ بن الصلت التمیمی، عبداللہ بن مسلمہ التمیمی، ہلال بن مالک المزنی، جریر بن عبداللہ البجلی، اسود بن یزید النخعی اور مالک اشتر تھے۔ جب یہ لوگ ابوذرؓ کی نماز میت سے فارغ ہوئے مالک اشتر ان کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا خداوندا ابوذرؓ تیرے رسُولؐ کے صحابی تھے۔ تیری کتابوں اور تیرے رسُولوں پر ایمان لائے تھے اور دین کی راہ میں جہاد کیا اور اسلام کی راہ پر ثابت قدم رہے اور دین کے شعائر میں کوئی تغیّر و تبدل نہیں کیا۔ چند باتیں طریق سنت کے خلاف دیکھیں تو اُن سے اپنے دل و زبان سے انکار کیا اس سبب سے لوگوں نے اُن کو حقیر سمجھا اور اُن کو اُن کے حق سے محروم کر دیا اور اُن کو شہر سے نکال دیا اور اُن کو بے کار کر کے چھوڑ دیا، غربت میں اُن کی وفات ہوئی۔ خداوندا جو کچھ بہشت کے متعلق تو نے مومنین سے [illegible]

[illegible] زیادہ صحیح ہے۔

اکسٹھواں باب

مقدادؓ بن اسود کندی کے فضائل و حالات

مقدادؓ کے فضائل سابقہ ابواب میں بیان ہو چکے۔ اور صحابہ میں اُن کے بلند مرتبہ کے برابر سلمانؓ اور ابوذرؓ کے بعد کوئی نہیں ہے۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ ان کی کنیت ابوسعید تھی بعض نے ابوالاسود بھی کہا ہے۔ وُہ مرد بن ثعلبہ بن مطرود بن عمرو کندی کے بیٹے تھے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وُہ قبیلۂ قضاعہ سے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ وُہ حضرموت کے رہنے والے تھے چونکہ ان کے والد قبیلۂ کندہ سے ہم سوگند ہو گئے تھے، اسی لیئے اس قبیلہ سے منسوب ہو گئے۔ اور چونکہ مقدادؓ اسود بن عبد یغوث زہری کے ہم سوگند تھے؛ اس لیئے ان کو زہری کہنے لگے اور اسی سبب سے ان کو ابن اسود بھی کہتے تھے؛ اور بعض کا قول ہے کہ ان کو اسود نے پالا تھا۔ اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ وُہ اسود بن عبد یغوث کے غلام تھے۔ اور چونکہ اسود نے اُن کو فرزندی میں لے لیا تھا اس وجہ سے مقداد کو اُن کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ مقدادؓ کا اسلام قدیم تھا، اور وُہ جنگِ بدر و اُحد وغیرہ تمام غزوات میں رسُولؐ اللہ کے ساتھ شریک تھے اور فاضل و نجیب و بزرگ صحابہ میں سے تھے۔ ان کی وفات ۳۳ھ میں جرف میں واقع ہوئی جو مدینہ سے ایک فرسخ دُور ہے۔ وفات کے بعد اُن کو لوگ اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر مدینہ لائے اور بقیع میں دفن کیا۔ وفات کے وقت اُن کی عمر ستر سال بیان کی جاتی ہے۔ یہاں تک ابن اثیر کا بیان تھا۔

کلینی نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضباعہ دُختر عبدالمطلب کا نکاح اُن سے کر دیا تھا۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیلؑ آنحضرتؐ پر نازل ہوئے اور کہا یا رسُولؐ اللہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ باکرہ لڑکیاں درخت پر پھلوں کے مانند ہیں۔ جب درختوں میں پھل تیار ہو جاتے ہیں تو اُن کا علاج سوائے توڑ کر استعمال کرنے کے کوئی نہیں، اگر اُن کو استعمال نہ کرو گے تو ہوا اُن کو خراب کر دے گی اور سورج بے کار کر دے گا۔ اسی [illegible]

تزویج فرمایا۔ پھر فرمایا کہ مَیں نے اپنے چچا کی بیٹی کو مقدادؓ سے اس لیئے تزویج کر دیا کہ نکاح پست ہو یعنی لوگ کفو کے بارے میں حسب ونسب کا خیال نہ کریں بلکہ ہر مومن کو لڑکی دیا کریں۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز عثمانؓ نے مقدادؓ سے کہا کہ میری مذمت اور علیؑ کی مدح سے باز آجاؤ ورنہ تم کو تمہارے پہلے آقا کے پاس واپس بھیج دوں گا۔ جب مقدادؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے عمار یاسرؓ سے فرمایا کہ عثمانؓ سے کہہ دو کہ مَیں اپنے پہلے آقا کی طرف واپس جا رہا ہوں یعنی عالمین کے پروردگار جلّ شانہٗ کی طرف۔

شیخ طوسیؒ نے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے عثمانؓ سے بیعت کی مقدادؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا خدا کی قسم آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ پر حضرتؐ کے بعد جو کچھ گذرا اُس کی مثال کہیں نظر سے نہیں گذری۔ عبدالرحمٰن نے کہا تم کو ان کاموں سے کیا واسطہ۔ مقدادؓ نے کہا کہ خدا کی قسم مَیں ان کو دوست رکھتا ہوں اس لیئے کہ آنحضرتؐ ان کو دوست رکھتے تھے اور خدا کی قسم مجھے اُن کے حالات دیکھ کر ایسا صدمہ ہوتا ہے جس کا اظہار ممکن نہیں۔ کیونکہ قریش کو اُن کے سبب لوگوں پر شرافت وعزّت حاصل ہوئی۔ پھر سب نے مل کر یہ سازش کی کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بادشاہی ان کے قبضہ سے لے لیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا وائے ہو تم پر واللہ مَیں نے یہ کوشش تمہی لوگوں کے لیئے کی اور نہیں چاہا کہ خلافت علیؑ کے قبضہ میں جائے مقدادؓ نے کہا خدا کی قسم تُو نے اُس شخص کو چھوڑ دیا جو لوگوں کی حق کی طرف ہدایت کرتا اور عدالت کے ساتھ اُن میں حکم کرتا تھا۔ خدا کی قسم اگر مجھے مددگار مل جاتے تو مَیں یقیناً قریش سے اسی طرح جنگ کرتا جس طرح بدر واُحد کے روز جنگ کی تھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اے مقداد اس بات کو ترک کر کہ لوگ تجھ سے نہ سُنیں اور نہ فتنہ وفساد برپا ہو۔ خدا کی قسم مَیں ڈرتا ہوں کہ تیری باتوں سے لوگوں میں اختلاف اور فساد پیدا ہو جائے گا راوی کہتا ہے کہ مقدادؓ اس مجلس سے اُٹھے تو مَیں اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اے مقداد مَیں تمہارے مددگاروں میں ہوں۔ مقداد نے کہا خدا تم پر رحمت نازل کرے جس امر کا مَیں ارادہ رکھتا ہوں دو یا تین شخصوں سے پُورا نہ ہوگا۔ اس کے بعد راوی امیرؑ المومنین کی خدمت میں گیا اور مقدادؓ کی اور اپنی گفتگو بیان کی جس کو سُنکر حضرتؑ نے اُن کے لیئے دُعائے خیر کی۔

کتاب اختصاص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس اُمّت میں مقدادؓ بن اسود کا مرتبہ قرآن میں الف کے مرتبہ کے مانند ہے کہ دُوسرا حرف اُس سے نہیں ملتا۔ اسی طرح کمال میں کوئی دُوسرا مقدادؓ کے کمال سے نہیں ملحق ہوتا۔ اور شیخ کشی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ صحابہ میں کوئی نہ تھا جس نے رسُولؐ اللہ کے بعد کوئی حرکت نامناسب نہ کی ہو سوائے مقداد بن اسودؓ کے کیونکہ اُن کا دل حق کی طرفداری میں مثل آہنی ٹکڑوں کے تھا۔ نیز بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمانؓ اگر تمہارا علم مقداد پر ظاہر ہو جائے تو وُہ کافر ہو جائیں۔ نیز بسندِ حسن امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ صحابہ جناب رسُولؐ خدا کے بعد مرتد ہو گئے سوائے تین اشخاص سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کے۔ راوی نے کہا کہ عمارؓ کے بارے میں کیا ارشاد ہے فرمایا کہ وُہ بھی ارتداد کی جانب کچھ جُھکے تھے مگر فوراً

پلٹ آئے۔ پھر فرمایا کہ اگر ایسا شخص چاہتے ہو جس کے دل میں کبھی کوئی شک نہ گذرا ہو تو وُہ مقدادؓ ہیں۔ سلمانؓ کے دل میں یہ گزرا کہ امیرؑ المومنین کو اسم اعظم الٰہی پر عبور ہے اگر اُس کے ذریعہ سے لب ہلائیں تو یقیناً زمین اُن منافقوں کو نگل جائے پھر کیوں اُن کے ہاتھوں میں مظلوم پڑے ہیں۔ جب یہ امر اُن کے دلوں میں گزرا تو لوگوں نے اُن کا گریبان پکڑا اور رسّی اُن کے گلے میں لپیٹی یہاں تک کہ اُن کے حلق میں سوُراخ ہو گیا۔ امیرؑ المومنین کا اُن کی طرف گزر ہُوا فرمایا اے ابوعبداللہ یہ تمہارے گلے میں سوُراخ اس امر سے ہے جو تمہارے دل میں پیدا ہُوا۔ ابوبکرؓ کی بیعت کرو تب سلمانؓ نے بیعت کی۔ اور ابوذرؓ کو جناب امیرؑ نے حکم دیا کہ خاموش رہیں اس طرح کہ طعن وطنز کرنے والے ان کو جگہ سے نہ ہلا سکیں مگر انہوں نے منظور نہ کیا اور برابر حق کا اظہار کرتے رہے یہاں تک کہ عثمانؓ نے اُن کے ساتھ کیا جو کیا۔ اس کے بعد صحابہ میں سے کچھ لوگ حق کی جانب رجوع ہوئے۔ اور سب سے پہلے جو لوگ واپس آئے ابوساسان انصاری، ابوعمرہ، اور شتیر تھے پھر اسی طرح سات اشخاص ہوگے اور اُس وقت ان سات شخصوں کے سوا کوئی امیرؑ المومنین کا حق نہیں سمجھتا تھا۔

باسٹھواں[۶۲] باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کے فضائل اور اُن کے بعض حالات

ابن بابویہ نے بسند معتبر امیرؑ المومنین سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے تین خصلتوں کا خدا سے سوال کیا اُن میں دو خصلتیں تو اُس نے مجھے عطا فرمائیں اور تیسری روک دی پہلی یہ کہ مَیں نے عرض کی معبود میری اُمّت پیاس سے ہلاک نہ ہو فرمایا منظور۔ مَیں نے عرض کی خداوندا اُن پر کافروں کو مسلط مت ہونے دینا کہ اُن کو جڑ سے اکھیڑ ڈالیں فرمایا یہ بھی قبول۔ مَیں نے عرض کی پالنے والے ایسا کہ میری اُمّت آپس میں فساد وخونریزی نہ کریں۔ تو یہ آخری بات خدا نے قبول نہ کی۔ نیز بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم نے فرمایا کہ میری اُمّت کے لوگوں میں خوش روئی، اچھی آواز اور قوّتِ حافظہ سے کوئی خصلت کم نہیں۔ نیز بسند صحیح اُنہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ رسُولؐ اللہ نے فرمایا کہ میری اُمّت[۱] سے نو باتیں اُٹھائی گئی ہیں۔ وُہ کام جو غلطی اور نادانی سے کریں یا بھُول جائیں یا دُوسرے لوگ

[۱] یعنی اُن پر کوئی مُواخذہ نہ ہوگا۔ ۱۲ (مترجم)

اُن پر جبر و سختی کریں یا وُہ بات جو نہ جانتے ہوں یا وُہ امر جس کی طاقت نہ رکھتے ہوں یا وُہ امر جس سے مضطر ہوں، اور حسد کرنا ایسا جس کا اظہار نہ کریں۔ اور نیک و بد کے شگون لینے سے جو اُن کے دل میں گزرے اور اُس پر بھروسہ نہ کریں اور لوگوں کی بدی کی وُہ بات جو لوگوں کے بارے میں اُن کے دل میں گزرے ظاہر نہ کریں۔

قرب الاسناد میں بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میری اُمّت کو تین چیزیں عطا فرمائی ہیں جو کسی کو سوائے اُن پیغمبروں کے نہیں عطا کیں جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں۔ اوّل یہ کہ جب خدا نے کسی پیغمبرؐ کو بھیجا تو اُس کو وحی فرمائی کہ اپنے دین میں کوشش کرو اور دین کا کام تم پر تنگ نہیں ہے۔ اور یہ فضیلت میری اُمّت کو عطا فرمائی اور فرمایا کہ :۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ یعنی خدا نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی ہے"۔ دُوسرے یہ کہ جب کوئی پیغمبر بھیجتا تھا تو اُس کو وحی فرماتا کہ جب کوئی ناگوار بات تم کو لاحق ہو تو مجھ سے دُعا کرو تاکہ میں قبول کروں اور یہی میری اُمّت کو بھی عطا فرمایا اور فرمایا اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (پ۲۴ سورۃ مومن آیت ۶۰ تم مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا۔ تیسرے یہ کہ جب کوئی پیغمبر بھیجتا تو اُس کو اُس کی قوم پر گواہ قرار دیتا اور میری اُمّت کو تمام خلق پر گواہ مقرر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے :۔ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پ۲ سورۃ بقرآیت ۱۴۳) لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (آیت مذکور) تاکہ رسُولؐ تم پر گواہ ہوں اور تم لوگ تمام انسانوں پر گواہ ہو"

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ چار بُری خصلتیں میری اُمّت میں قیامت تک ہمیشہ قائم رہیں گی۔ اوّل اپنے حسب پر فخر کرنا، دوسرے لوگوں کے نسب میں طعن کرنا، تیسرے بارش کو ستاروں کی گردش کے سبب جاننا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا، چوتھے (اپنے مردوں پر) نوحہ کرنا۔ اور جو نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے گا تو یقیناً جب وُہ روزِ قیامت مبعوث ہوگا تو اُس کو پگھلے ہوئے تانبے اور سیسے کا لباس پہنایا جائے گا[1]۔ نیز بسندِ معتبر امام رضا علیہ السّلام سے روایت کی گئی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تین خصلتیں ہیں جن کے بارے میں میں اپنے بعد اپنی اُمّت کے لیئے ڈرتا ہوں۔ اوّل حق جاننے کے بعد گمراہی اختیار کرنا، دُوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے والے فتنے؛ تیسرے پیٹ اور شرمگاہوں کی خواہشیں۔ نیز انہی حضرتؐ سے روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے بارے میں ڈرتا ہوں کہ دین کو سُبک سمجھو گے اور لوگوں کے درمیان مالِ دُنیا کے لیئے فیصلہ کرو گے اور قطع رحم کرو گے، قرآن کو ساز اور گانے کے طور پر پڑھو گے اور مقدم کرو گے اُس کو خلافت یا نماز میں جو دین میں تم سے افضل نہیں ہوگا۔ اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ میری اُمّت کے لیئے زمین میں دھنسنا، اُن کی شکلیں مسخ ہونا، آسمان سے اُن پر پتھر برسنا ہوگا۔ صحابہ نے پُوچھا یہ کس سبب سے ہوگا؟ حضرتؐ نے فرمایا اس لیئے کہ لوگ گانے والی کنیزوں اور عورتوں کو

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ علماء نے اس خصلت کو باطل نوحہ کرنے پر محمول کیا ہے یعنی میّت سے غلط باتیں منسوب کرنا یا بارگاہِ الٰہی میں شکایات وغیرہ کرنا یا یہ کہ اُس کی آواز نامحرم مرد سنیں۔ ۱۲

اختیار کریں گے اور شراب پیئیں گے۔ اور جامع الاخبار میں روایت ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ اُن کے چہرے آدمیوں کے ایسے ہوں گے اور اُن کے دِل شیطانوں کے دلوں کے مانند۔ وُہ لوگ پھاڑ کھانے والے بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ لوگوں کے خون بہائیں گے اور بُرے کاموں کو نصیحت سے ترک نہ کریں گے۔ اگر تم اُن کی پیروی کرو گے تو تمہارے بارے میں شک کریں گے اور اگر اُن سے باتیں کرو گے تو تم کو جھٹلائیں گے۔ اگر اُن سے پوشیدہ رہو گے تو تمہاری غیبت کریں گے۔ اُن کے لیئے سُنّت بدعت ہوگی اور بدعت سُنّت ہوگی۔ بُردبار کو مکّار اور مکّار کو بُردبار سمجھیں گے۔ مومن اُن کے زمان کمزور ہوگا اور فاسق عزّت والا ہوگا۔ اُن کے لڑکے بدکار اور عورتیں زنا کار ہوں گی۔ اُن کے بُوڑھے اُن کو اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے منع نہ کریں گے۔ اُن سے کسی امر کی التجا کرنا ذلّت وخواری کا سبب ہوگا اور جو کچھ اُن کے پاس ہوگا اُس میں سے کچھ طلب کرنا فقر و پریشانی کا باعث ہوگا۔ غرض اُس وقت حق تعالیٰ اُن کو آسمانی بارش سے محروم کر دے گا کہ وقت پر پانی نہ برسے گا اور بے وقت برسے گا۔ اُس وقت خداوندِ عالم اُن پر اُن کے بدکاروں کو مسلّط کر دے گا جو اُن پر بدترین عذاب کریں گے۔ اُن کے فرزندوں کو قتل اور اُن کی عورتوں کو قید کریں گے۔ اُس وقت اُن کے نیک لوگ اُن کے حق میں دُعا کریں گے تو وُہ مقبول نہ ہوگی۔ اور دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ لوگ علماء سے گریز کریں گے جس طرح بھیڑیں بھیڑیوں سے بھاگتی ہیں۔ اُس وقت خداوندِ عالم اُن کو تین بلاؤں میں مبتلا کرے گا۔ اوّل یہ کہ اُن کے مالوں سے برکت جاتی رہے گی، دُوسرے اُن پر جابر حاکم مسلّط کر دے گا، تیسرے دُنیا سے بغیر ایمان کے جائیں گے۔ دُوسری سند کے ساتھ روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمّت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں لوگ علما کو نہ پہچانیں گے مگر بہترین لباس کے سبب اور قرآن کو نہ سمجھیں گے مگر خوش الحانی کے ساتھ۔ اور خدا کی عبادت نہ کریں گے مگر ماہِ رمضان میں۔ جب ایسا ہوگا تو خداوندِ عالم اُن پر ایسا حاکم مسلّط کرے گا جو نہ صاحبِ عقل ہوگا، نہ بُردبار ہوگا نہ رحم کرنے والا ہوگا۔

ترسیٹھواں باب ۶۳

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وصیّتیں اور وہ تمام حالات اور واقعات جو آپؐ کی وفات کے قریب واقع ہوئے

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی آپ کو آگاہ کیا گیا کہ آپؐ کی وفات نزدیک ہے تو آپؐ برابر لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھتے اور اُن کو اپنے بعد کے فتنوں سے روکتے تھے۔

اور اپنے ارشادات کی مخالفت سے پرہیز کرنے کی ہدایت فرماتے اور ان کو وصیت فرماتے تھے کہ آپ کی سنت اور طریقہ سے دست بردار نہ ہوں اور دینِ الٰہی میں بدعت نہ کریں اور ان کے اہلبیت اور عترت سے متمسک رہیں اور ان کی اطاعت، نصرت اور حفاظت و پیروی اپنے اوپر لازم سمجھیں۔ اور ان کو مرتد ہونے اور اختلاف کرنے سے منع فرماتے رہتے تھے۔ اور برابر فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو میں تم سے پہلے جاتا ہوں اور تم میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوگے۔ پھر میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے اُن دونوں گراں قدر چیزوں کے ساتھ کیسا عمل کیا جن کو میں نے تمہارے درمیان چھوڑا تھا جو کتاب خدا اور میری عترتؑ اور اہلبیتؑ ہیں۔ لہٰذا سوچو اور سمجھو کیونکر ان دونوں کے ساتھ میرے بعد عمل کروگے۔ بلاشبہ خداوند لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں آپس سے جُدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں۔ بلاشبہ ان دونوں کو تمہارے درمیان چھوڑ کر جاتا ہوں لہٰذا میرے اہلبیتؑ پر کسی معاملہ میں سبقت نہ کرنا اور ان سے علیحدہ نہ ہونا اور ان کے حق کی ادائیگی میں کمی نہ کرنا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور کوئی چیز ان کو تعلیم نہ دینا کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ میں تم کو ایسا نہ پاؤں کہ میرے بعد دین سے پھر جاؤ اور کافر ہو جاؤ اور آپس میں ایک دوسرے کے لیئے تلواریں نکالو۔ پھر مجھ سے یا علیؑ سے لشکر میں زیادتی میں سیل کے مانند تیزی اور سختی کے ساتھ ملاقات کرو۔ سمجھ لو کہ علیؑ میرے بھائی اور وصی ہیں وہ تاویلِ قرآن پر گمراہوں سے جنگ کریں گے جس طرح میں نے تنزیلِ قرآن پر جنگ کی ہے۔ غرض اس بارے میں برابر متعدد جلسوں میں ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ پھر منافقوں اور فتنہ پردازوں کا ایک لشکر ترتیب دے کر اسامہ ابن زید کو اُن کا سردار مقرر فرمایا اور اُن کو حکم دیا کہ صحابہ کو ہمراہ لے کر بلاد روم میں اُس مقام پر جائیں جہاں اُن کے باپ زید شہید ہوئے تھے۔ اور اس لشکر کے بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ مدینہ منافقوں اور فتنہ پردازوں سے خالی ہو جائے اور کوئی جناب امیرؑ سے نزاع نہ کرے تاکہ امرِ خلافت آنحضرتؐ کے لیئے قرار پا جائے۔ غرض اُسامہ کو جرف تک بھیج دیا، اور حکم دیا کہ وہاں ٹھہریں تاکہ لشکر اُن کے پاس جمع ہو۔ اور لوگوں کو اُن کے ساتھ جانے کی بہت تاکید فرمائی۔ اور کچھ لوگوں کو مقرر کیا کہ جانے والوں کو روانہ کریں اور دیر کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی۔ اُسی عالم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ مرض طاری ہوا جس میں آپ جوارِ رحمت الٰہی سے واصل ہوئے۔ جب آپؐ علیل ہوئے تو اُسی حالت میں جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کے بقیع کی جانب تشریف لے گئے۔ اکثر صحابہ آپؐ کے ساتھ تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ بقیع کے مُردوں کے لیئے استغفار کروں۔ جب بقیع میں پہنچے فرمایا السلام علیکم اے اہلِ قبور! تم کو وہ حالت گوارا ہو کہ جس میں تم نے صبح کی اور لوگوں کے فتنوں سے محفوظ ہو گئے جو درپیش ہے کیونکہ تاریک راتوں کی ساعتوں کے مانند لوگوں میں کثیر فتنے اُٹھنے والے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر تک کھڑے ہو کر اُن مردوں کے لیئے استغفار کی۔ پھر امیرؑ المومنین کی جانب رُخ کر کے فرمایا کہ جبریلؑ ہر سال مجھے ایک مرتبہ قرآن سُنایا کرتے تھے۔ مگر اس سال دو۲ مرتبہ سُنایا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس سبب سے ہے کہ میری وفات نزدیک ہے۔ پھر فرمایا کہ اے علیؑ خدا نے مجھے اختیار دیا ہے کہ دنیا کے خزانوں پر قابض ہو کر ہمیشہ دنیا میں رہوں یا بہشت کو اختیار کروں تو میں نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو اس سے زیادہ پسند کیا۔ جب میری رحلت ہو تو میری شرمگاہوں کو چھپا دینا کیونکہ جس کی نگاہ میری شرمگاہ پر پڑے گی وہ اندھا ہو جائے گا۔ پھر وہاں سے اپنی قیام گاہ پر واپس آئے۔ الغرض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی اور تین روز کے بعد حضرتؐ مسجد میں تشریف لائے کپڑا سر پر باندھے ہوئے داہنا ہاتھ امیرؑ المومنین کے کاندھے پر اور بایاں ہاتھ فضل بن عباس کے کاندھے پر رکھے ہوئے تھے۔ اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو عنقریب میں تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہونے والا ہوں (یعنی میری وفات ہونے والی ہے)، میں نے جس کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے وہ آکر مجھ سے پورا کرالے اور جس کسی کا مجھ پر کچھ قرض ہو مجھے بتائے (تاکہ میں ادا کر دوں) اے لوگو خدا اور کسی کے درمیان کوئی وسیلہ اور ذریعہ نہیں جس سے کوئی نیکی حاصل کرے یا کوئی ضرر دور کرے سوائے خدا کی فرمانبرداری کے عمل کرنے کے۔ اے لوگو تم میں کوئی یہ دعوٰے نہ کرے کہ میں بے عمل کے نجات پا جاؤں گا۔ اور کوئی آرزو کرنے والا یہ تمنا نہ کرے کہ بغیر خدا کی اطاعت کے اُس کی خوشنودی و رضا حاصل کر لوں گا۔ اُسی خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ رحمت کے ساتھ سوائے عمل نیک کے عذاب الٰہی سے کوئی نجات نہیں پا سکتا اور اگر میں خدا کی نافرمانی اور گناہ کروں گا تو میں بھی جہنم میں جاؤں گا۔ پالنے والے تو گواہ ہے کہ میں نے تیری رسالت پہنچا دی۔ یہ فرما کر منبر سے اُتر آئے اور لوگوں کے ساتھ مختصر نماز پڑھی اور اُم سلمہؓ کے گھر واپس چلے گئے۔ ایک یا دو روز وہاں مقیم رہے۔ پھر عائشہؓ دوسری بیویوں کو راضی کر کے آنحضرتؐ کے پاس آئیں اور آپؐ کو اپنے گھر لے گئیں۔ جب آنحضرتؐ عائشہؓ کے گھر گئے آپؐ کا مرض بڑھ گیا۔ بلالؓ نماز صبح کے وقت آئے اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم قدس کی جانب متوجہ تھے۔ بلالؓ نے اذان دی لیکن حضرتؐ کو خبر نہ ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور حفصہؓ نے کہا کہ عمرؓ سے کہہ دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آنحضرتؐ نے ان دونوں بیویوں کی باتیں سُن لیں اور ان کی نامناسب غرض کو سمجھ گئے تو فرمایا کہ ان باتوں سے باز آجاؤ کیونکہ تم اُن عورتوں کے مثل ہو جو حضرت یوسفؑ کو چاہتی تھیں کہ گمراہ کریں۔ چونکہ آنحضرتؐ نے ابوبکر و عمر کو حکم دیا تھا کہ اُسامہ کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے جائیں اور اُس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ وہ فتنہ و فساد کے لیئے مدینہ واپس آگئے ہیں تو بہت رنجیدہ ہوئے اور باوجود مرض کی شدت کے اُٹھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ابوبکرؓ یا عمرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور یہ امر لوگوں کے شبہہ کا سبب ہو اس لیئے امیرؑ المومنین اور فضل بن عباس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے باوجود ضعف و ناتوانی کے اپنے پائے اقدس کو گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ محراب عبادت میں پہنچے تو دیکھا کہ ابوبکرؓ نے سبقت کر کے محراب میں آنحضرتؐ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی ہے۔ حضرتؐ نے اُن کو اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے کھڑے ہو اور محراب میں داخل ہو کر بیٹھ گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز شروع سے ادا کی اور جو کچھ ابوبکر پڑھا چکے تھے اُس کی پروا نہ کی۔ اور سلام پڑھ کر گھر میں واپس آگئے۔ پھر ابوبکر اور عمر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو طلب فرمایا اور فرمایا کیا میں نے تم لوگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ اُسامہ کے لشکر کے ساتھ جاؤ۔ سب نے عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ پھر تم نے کیوں میرے حکم کو نہ مانا۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ میں گیا تھا لیکن اس لیئے واپس آگیا کہ آپ سے جو عہد کیا ہے اُس کو پھر تازہ کروں اور عمر نے کہا میں مدینہ سے باہر ہی نہیں گیا اس لیئے کہ میں نے گوارا نہ کیا کہ آپؐ کی بیماری کی خبر دوسروں سے پوچھوں۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لشکرِ اسامہ کو روانہ کرو اور اُس کے ساتھ جاؤ۔ خدا لعنت کرے اُس پر جو لشکرِ اُسامہ سے پیچھے رہ جائے۔ حضرتؐ نے تین مرتبہ یہ کلمہ ارشاد فرمایا۔ اور مسجد میں جانے کی تکان اور منافقوں کے ناپسندیدہ اطوار

اوراُن کی فاسد نیتوں کے اظہار سے حضرتؐ پر غشی طاری ہوگئی۔ مسلمان بہت روئے اور حضرتؐ کے زن و فرزند کے رونے اور نوحہ کی آوازیں بلند ہوئیں اور مسلمانوں کی عورتوں اور مردوں کے فریاد و نالے بلند ہوئے۔ آنحضرتؐ نے آنکھیں کھولیں اور اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا میرے پاس دوات اور گوسفند کا چمڑا لاؤ تاکہ میں تمہارے واسطے ایک تحریر لکھ دوں کہ پھر کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یہ سُنکر ایک صحابی اُٹھے تاکہ دوات وغیرہ حاضر کریں یہ دیکھ کر عمر نے کہا بیٹھو کہ یہ مرد ہذیان کہہ رہا ہے (معاذاللہ) اس پر مرض کا غلبہ ہے۔ اور ہمارے واسطے کتاب خدا کافی ہے۔ تو جو لوگ اُس جگہ تھے اُن لوگوں میں اختلاف ہوا۔ بعضوں نے کہا صحیح قول عمر کا ہے اور بعضوں نے کہا نہیں رسُولؐ اللہ کا ارشاد صحیح اور بہتر ہے۔ ایسی حالت میں خدا کے رسُولؐ کی مخالفت کیسے جائز ہوگی۔ پھر لوگوں نے پوچھا یا رسُولؐ اللہ کیا ہم دوات و قلم حاضر کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تمہاری باتیں سُننے کے بعد اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہلبیتؑ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور اُن سے رُخ نہ پھیرنا۔ پھر وُہ لوگ چلے گئے۔[1]

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ حدیثِ دوات قلم صحیح بخاری و مسلم اور اہلسنت کی تمام معتبر کتابوں میں متعدد طریقوں سے مذکور ہے اور ان لوگوں نے اس طرح ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ وُہ بہت روئے اس قدر کہ اُن کے آنسوؤں سے مسجد کے سنگریزے تر ہو گئے وُہ کہتے تھے کہ روزِ پنجشنبہ۔ آہ! روزِ پنجشنبہ کیسا روز تھا جس میں رسُولِ خدا کا درد شدید ہوا اور آپؐ نے فرمایا کہ دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لیئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے تو صحابہ نے اس امر میں نزاع کی حالانکہ آنحضرتؐ کے پاس نزاع کرنا جائز نہ تھا۔ عمر نے کہا کہ رسُولِ خدا ہذیان کہہ رہے ہیں اور دُوسری روایت کے مطابق یہ کہا کہ اُن پر درد کا غلبہ ہے تمہارے پاس قرآن ہے وُہ کتابِ خدا ہمارے لیئے کافی ہے۔ آخر وہاں جتنے لوگ موجود تھے اُنہوں نے اختلاف کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ بعضوں نے کہا دوات و قلم لانا چاہیئے تاکہ اللہ کے رسولؐ تمہارے لیئے وُہ نوشتہ لکھ دیں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ بعضوں نے کہا عمر کا قول درست ہے۔ جب آوازیں بلند ہوئیں اور بہت نزاع ہوئی تو آنحضرتؐ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ بیشک مصیبت اور بدترین مصیبت یہ آئی (اہلِ اسلام پر) کہ لوگوں نے آنحضرتؐ کو ہدایت نامہ لکھنے نہ دیا اور نزاع کی اور حضرتؐ کے سامنے شور مچایا۔ اے عزیز اس حدیث کی موجودگی میں جس کی روایت عامہ نے کی ہے کسی عاقل کی مجال نہیں ہے کہ عمر کی گواہی میں شک کرے اور اس کی گواہی میں جو اِن کو مسلمان سمجھے۔ اگر کوئی بقال یا غلہ بیچنے والا چاہے کہ وصیت کرے اور کوئی مانع ہو تو لوگ اُس کو ملامت کرتے ہیں۔ لیکن جب رسُولِ خدا چاہتے ہیں کہ ایسی وصیت کریں جس میں اُمّت کی بھلائی ہو اور کوئی مانع ہو اور ایسی حالت میں آپ کو رنجیدہ کرے اور حضرتؐ کو ہذیان سے نسبت دے تو اُس کا کیا حال ہوگا جبکہ خدا فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى (سورۂ نجم پ۲۷ آیت۳) یعنی آنحضرتؐ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے۔ جو کچھ کہتے ہیں وُہ وحی ہوتی ہے جو (خدا کی طرف سے) اُن پر کی جاتی ہے۔" نیز خدا فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا اور اُس کے رسُولؐ کو آزار پہنچاتے ہیں خدا نے (باقی ص۹۹۹ پر دیکھو)

کلینی نے بسندِ معتبر حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پُوچھا کہ کیا ایسا نہیں تھا کہ جناب امیر علیہ السّلام رسالتمآبؐ کے وصیت نامے کے کاتب تھے کہ آنحضرتؐ بولتے جاتے تھے اور امیرؑ المومنین لکھتے جاتے تھے اور جبرئیلؑ اور مقرب فرشتے گواہ ہوتے تھے۔ حضرت صادقؑ یہ سُنکر خاموش ہوگئے۔ پھر فرمایا ایسا ہی تھا جیسا کہ تم نے کہا۔ لیکن جب آنحضرتؐ کی وفات کا وقت آیا جبرئیلؑ مقرب اور امین فرشتوں کے ساتھ خداوندِ جلیل کی جانب سے ایک نوشتہ مکمل شدہ مُہر کیا ہُوا لائے اور کہا یا رسُولؐ اللہ لوگوں کو حکم دیجیئے کہ سوائے علیؑ بن ابی طالب کے سب لوگ باہر چلے جائیں تاکہ آسمانی نوشتہ آپ کے وصی علیؑ بن ابی طالب ہم سے لے لیں۔ اور آپ ہم کو گواہ قرار دیں کہ اس نامہ کو آپ نے علیؑ کو سپرد کر دیا اور وُہ اس پر عمل کرنے کے جو کچھ اس میں ہے ضامن ہوئے۔ یہ سُنکر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن لوگوں کو جو اُس مکان میں تھے باہر چلے جانے کا حکم دیا سوائے علی بن ابی طالبؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کے جو پردہ میں تشریف فرما تھیں۔ اُس وقت جبرئیلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے کہ یہ نامہ وُہ ہے جس کے بارے میں پہلے شب معراج اور اس کے علاوہ اور موقعوں پر میں نے تم سے عہد اور شرط کی تھی اور اُس پر خود گواہ ہُوا تھا اور فرشتوں کو گواہ کیا تھا باوجود اس کے کہ میں خود گواہی کے لیئے کافی تھا۔ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ سُنا آپؐ کے تمام اعضا خوفِ الٰہی سے کانپنے لگے اور فرمایا کہ اے جبرئیلؑ میرا پروردگار تمام عیبوں سے پاک ہے ہر طرح کی سلامتی اُسی کے سبب سے ہے اور ہر طرح کی بھلائی اُسی کی طرف پھرتی ہے۔ میرے پروردگار نے سچ فرمایا ہے اور اپنا وعدہ وفا فرمایا ہے۔ مجھے نامہ دو۔ یہ سُنکر جبرئیلؑ نے حضرتؐ کو وُہ نامہ دیا اور کہا کہ امیرؑ المومنین کو دے دیجیئے۔ آنحضرتؐ نے وُہ نامہ جناب امیرؑ کو دے کر

(بقیہ ص۹۹۸) اُن پر دُنیا و آخرت میں لعنت کی ہے [ع] (اور اُن کے لیئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) اور اس سے بدتر کون سی اذیت ہوگی پیغمبرؐ کو باوجود اُن کے مرتبہ اور شفقت و مہربانی کے جب حضرتؐ کی وفات قریب سمجھتے ہیں اور کوئی فائدہ اُن سے پہنچنے کی اُمید نہیں رکھتے تو اپنے کینوں کو ظاہر کرتے ہیں اور اُن کی اطاعت سے منحرف ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ ہر چند فرماتے ہیں کہ لشکرِ اسامہ کے ساتھ جاؤ مگر نہیں مانتے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ قلم دوات لاؤ کہ وصیت نامہ لکھ دوں مگر اطاعت نہیں کرتے اس لیئے کہ ایسا نہ ہو کہ امرِ خلافتِ امیرالمومنین علیہ السّلام کو زیادہ واضح فرما دیں۔ ان تمام حالات میں آنحضرتؐ اُن کی غرض جانتے اور سمجھتے ہیں کہ حضرتؐ کے بعد آپؐ کے اہلبیتؑ سے انتقام لیں۔ لہٰذا خدا و رسُولؐ کی لعنت اُن پر ہو اور اُن لوگوں پر جو اُن کو مسلمان سمجھیں اور اُس پر جو اُن کی نفرین میں توقف کرے۔ اور اس کی تفصیل انشاء اللہ اپنے محل و مقام پر بیان ہوگی۔ ۱۲

[ع] إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ (پ۲۲ سورۃ احزاب آیت۵۷)

فرمایا کہ اس کو پڑھو۔ امیرالمومنینؑ نے حرف بحرف اُس کو آخر تک پڑھا جب پڑھ چکے تو جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے پروردگار کا عہد ہے اور شرط ہے جو اُس نے مجھ سے کی ہے اور اُس کی امانت ہے جو اُس نے مجھے دی تھی اور مَیں نے تم کو پہنچا دی، اور جو کچھ اُمت کی خیر خواہی کی شرطیں تھیں میں سب بجالایا اور خدا کی رسالتیں ادا کردیں۔ امیرالمومنینؑ نے عرض کی کہ یارسُولؐ اللہ میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے تبلیغ رسالت کردی اور اُمت کی خیر خواہی عمل میں لائے ہیں آپ کی تصدیق کرتا ہوں اُس کی جو کچھ آپ نے فرمایا اور میرے گوشت پوست کان آنکھ اور خون گواہی دیتے ہیں۔ یہ سُنکر جناب جبرئیلؑ نے کہا مَیں بھی آپ دونوں بزرگوں کا گواہ ہوں اُن باتوں پر جو آپؐ نے فرمایا۔ پھر جناب رسُولِؐ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ میری وصیت تم نے حاصل کی اور سمجھ گئے اور میری اور خدا کی طرف سے ضامن ہوئے کہ ہر اُس عہد کو وفا کروگے جو اُس نامہ میں درج ہے۔ امیرالمومنینؑ نے عرض کی بیشک یارسُولؐ اللہ آپ پر میرے باپ ماں فدا ہوں مَیں اُس کی ضمانت کرتا ہوں، اور خدا کے ذمہ ہے کہ مجھے توفیق دے اور اس پر عمل کرنے میں میری مدد کرے۔ جناب رسُولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ مَیں چاہتا ہوں کہ میں اس امر پر گواہی لوں تاکہ جب روزِ قیامت میرے پاس آؤ تو گواہ یہ گواہی دیں کہ مَیں نے تم پر حجت تمام کردی۔ حضرت علیؑ نے عرض کی ہاں آپ گواہ قرار دیں۔ رسُولؐ خدا نے فرمایا کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ مقرب فرشتوں کے ساتھ آئے ہیں اور موجود ہیں اور میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہیں۔ جناب امیرؑ نے کہا ہاں وُہ گواہ ہوں اور مَیں بھی اُن کو گواہ کرتا ہوں آپ پر میرے باپ ماں فدا ہوں۔ غرض آنحضرتؐ نے ان فرشتوں کو گواہ کیا اور جن اُمور کی خدا کی جانب سے جبرئیلؑ کے حکم سے اُن حضرتؐ سے شرط کی تھی اُن میں سے یہ بھی تھے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ یاعلیؑ اس شرط پر جو اس نامہ میں ہے وفا کروگے اور دوستی و محبت کروگے اُس کے ساتھ جو خدا و رسُولؐ کا دوست ہے اور دشمن رکھو گے اس کو اور بیزار رہوگے اُن لوگوں سے جو خدا و رسُولؐ کے دشمن ہیں۔ اور یہ کہ ان کی زیادتی اور سختی پر جو تمہارے حق پر قبضہ کرنے اور تمہارے خُمس کو غصب کرنے اور تمہاری حرمت ضائع کرنے میں ان لوگوں سے ظاہر ہوگا، صبر کروگے۔ جناب امیرؑ نے عرض کی ہاں یارسُولؐ اللہ (ایسا ہی کروں گا)۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ اُسی خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور خلائق کو پیدا کیا کہ مَیں نے جبرئیلؑ سے سُنا کہ جناب رسُولؐ خدا سے کہتے تھے کہ یارسُولؐ اللہ علیؑ کو آگاہ کر دیجئے کہ ان کی اہلِ نفاق ہتک حرمت کریں گے حالانکہ اُن کی حرمت خدا و رسُولؐ کی حرمت ہے اور اُن کی ڈاڑھی کو اُن کے سر کے خُون سے خضاب کریں گے۔ تو جب مَیں نے جبرئیلؑ سے یہ بات سُنی بے ہوش ہوگیا اور گر پڑا اور کہا ہاں مَیں نے قبول کیا۔ ہر چند لوگ میری حرمت ضائع کریں، سُنت کو معطل کریں، کتابِ خدا کو ٹکڑے کریں، کعبہ کو خراب کریں اور میری ڈاڑھی کو خون سے رنگین کریں میں ان تمام حالات میں صبر کروں گا، اور خدا سے اجر و ثواب کی اُمید رکھوں گا یہاں تک کہ بحالتِ مظلومی آپ کے پاس آؤں۔ پھر جناب رسُولِؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہؑ اور حسن و حسین علیہم السّلام کو طلب کیا اور جس طرح امیرالمومنینؑ کو آگاہ کیا تھا ان لوگوں کو بھی آگاہ کیا، ان حضراتؑ نے بھی اُسی طرح سب باتیں منظور کیں جس طرح حضرت علیؑ نے قبول و منظور کی تھیں۔ اس کے بعد وصیت نامہ پر بہشت کی طلائی مہروں سے مہر کی جس کا سونا آگ میں نہیں تپایا گیا

تھا۔ غرض وصیت نامہ جناب امیرؑ کے سپُرد کیا۔ جناب امام موسیٰ کاظمؑ نے جب یہاں تک بیان فرمایا تو راوی نے پوچھا کہ اُس وصیت نامہ میں اور کیا تحریر تھا؟ امامؑ نے فرمایا خدا و رسُولؐ کی سُنتیں تحریر تھیں۔ راوی نے پوچھا کیا اُس میں یہ بھی تحریر تھا کہ وُہ منافقین حضرت علیؑ کی خلافت غصب کریں گے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ شاید تم نے خدا کا یہ قول:۔ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ٥ (سورۃ یٰسین آیت ۱۲ پ ۲۲) نہیں سُنا ہے۔ یعنی "ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ اعمال وُہ پہلے بھیج چکے ہیں اور جو کچھ ان اعمال کا نتیجہ ہوگا ہم سب لکھے ہوں گے۔ اور ہم نے امام مبین میں تمام چیزوں کا احصا کردیا ہے۔" امام مبین لوح محفوظ ہے یا امیرالمومنینؑ ہیں۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیرالمومنینؑ اور جناب فاطمہ صلواۃ اللہ وسلامہٗ علیہما سے فرمایا کہ آیا تم نے سمجھ لیا جو میں نے تم سے کہا اور قبول و منظور کیا کہ اُس پر عمل کروگے۔ دونوں حضراتؑ نے عرض کی ہاں یارسُولؐ اللہ ہم نے قبول کیا جو قبول کرنے کا حق ہے اور صبر کریں گے اُن اُمور پر جو ہم پر دُشوار ہوں گے اور غضب ناک نہ ہوں گے۔

کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جبرئیلؑ امینِ خداوندِ عالمین کی جانب سے آنحضرتؐ کی وفات کی خبر لائے جس وقت آنحضرتؐ کو کوئی مرض نہ تھا تو حضرتؐ کے حکم سے منادی کی گئی اور لوگ جمع ہوئے۔ حضرتؐ نے مہاجرین و انصار کو حکم دیا کہ اپنے ہتھیار لگائیں۔ پھر حضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور اپنی وفات کی خبر لوگوں کو سُنائی اور فرمایا کہ مَیں اُس کو خدا کی یاد دلاتا ہوں جو میرے بعد اُمت کا حاکم ہو کہ بلاشبہ وُہ مسلمانوں پر رحم کرے، اُن کے بوڑھوں کو بڑا سمجھے، ان کے کمزوروں پر مہربانی کرے، اُن کے عالموں کی تعظیم کرے اور ان سب کو کوئی نقصان نہ پہنچائے جو اُن کی ذلت کا باعث ہو اور اُن کو فقیر نہ بنا دے جو اُن کے کفر کا سبب ہو اور اُن کے لئے (انصاف کا) دروازہ نہ بند کر دے کہ اُن کے طاقت والے کمزوروں پر مسلط ہو جائیں، اور اُن کو کافروں کی سرحدوں میں زیادہ دنوں نہ تعینات رکھے جو اُن کی نسلوں کے قطع ہونے کا سبب ہو۔ پھر فرمایا کہ مَیں نے رسالت ادا کر دی اور تمہاری خیر خواہی بجالایا لہٰذا تم سب گواہ رہو۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ یہ آخری کلام تھا جو آنحضرتؐ نے اپنے منبر پر فرمایا۔

کلینی، ابن بابویہ، شیخ طوسی، شیخ مفید اور اکثر محدثین خاصہ و عامہ نے بسند ہائے معتبر حضرت امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم السّلام وغیرہم سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسُولؐ خدا کی وفات کا وقت آیا اور آنحضرتؐ کی بیماری شدید ہوئی، حضرتؐ نے جناب امیرالمومنینؑ اور حضرت عباسؓ کو طلب فرمایا۔ حضرتؐ کے اصحاب مہاجرین و انصار سے مکان بھرا ہوا تھا۔ حضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کی گود میں سر رکھ دیا۔ جناب عباسؓ حضرتؐ کے سامنے کھڑے تھے اور اپنی چادر کے گوشہ سے حضرتؐ کے مُنہ پر ہوا کر رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا اے عباسؓ اے رسُولؐ کے چچا میری وصیت میرے گھر والوں اور میری بیویوں کے بارے میں قبول کرو اور میری میراث لے لو اور میرا قرض ادا کر دو اور لوگوں سے میرے وعدوں کو پورا کر دو اور مجھ کو بری الذمہ کر دو۔ عباسؓ نے کہا یارسُولؐ اللہ مَیں بوڑھا ہو گیا ہوں اور آپ روحِ عاصف سے زیادہ مہربان اور ابرِ بہاری سے زیادہ عطا و بخشش کرنے والے ہیں میرا مال آپ کے وعدوں اور بخششوں کیلئے کافی نہ ہوگا آپ

اس امر کو اُس کی طرف پھیر دیجیے جو طاقت میں مجھ سے زیادہ ہو۔ جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ یہی بات جناب عباسؓ سے کی اور ہر مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ مَیں اپنی میراث کس کو دوں جو قبول کرے جیسا قبول کرنے کا حق اور سزاوار ہے۔ اور جس طرح آپ نے جواب دے دیا وہ بھی عذر نہ کرے اور جواب نہ دے دے۔ پھر حضرتؐ نے علیؑ کی جانب رُخ کیا اور فرمایا کہ اے علیؑ تم میری میراث لو کیونکہ میری میراث تمہی سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو تم سے نزاع کی ضرورت نہیں۔ اور میری وصیت قبول کرو اور میرے وعدوں کو پورا کرو اور میرے قرضوں کو ادا کرو۔ اے علیؑ تم میرے اہل وعیال پر میرے خلیفہ ہو اور میرے پیغامات کی میرے بعد لوگوں کو تبلیغ کرو۔ یہ سُنکر امیر المومنین فرماتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرتؐ کے سرِ مبارک کو دیکھا کہ میری آغوش میں مرض کی شدت کے سبب کانپ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مَیں بے قرار ہوگیا اور میری آنکھوں سے آنسو نکل کر آنحضرتؐ کے چہرۂ اقدس پر گرے اور میرا دل تڑپنے لگا اور ممکن نہ ہوسکا کہ مَیں حضرتؐ کو کچھ جواب دیتا۔ حضرتؐ نے دوبارہ اُنہی باتوں کو دُہرایا۔ پھر گریہ کے سبب میری آواز گلوگیر ہوگئی۔ آخر نہایت کمزور آواز سے میں نے عرض کی ہاں یارسُولؐ اللہ میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں۔ اُس وقت حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ۔ میں نے حضرتؐ کو بٹھایا اور آپ کی پُشتِ اقدس کو اپنے سینہ سے سہارا دے کر میں بھی بیٹھ گیا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تمہیں دُنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو اور میرے اہلبیت اور میری اُمّت پر میرے وصی اور خلیفہ ہو۔ پھر بلالؓ سے فرمایا کہ میرا خود جس کو ذوالجبین کہتے ہیں اور میری ذرہ جس کو ذات الفضول کہتے ہیں اور میرا عَلم جس کو عقاب کہتے ہیں اور میری ذوالفقار اور عمامہ جس کو سحاب کہتے ہیں اور دوسرا عمامہ جس کو طیبہ کہتے ہیں اور میری چادر اور لوٹا اور چھوٹا عصا اور میری چھڑی ممشوق لاؤ۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ اُس بدھنے کو مَیں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جب وُہ لایا گیا تو اُس کا نور نزدیک تھا کہ لوگوں کی آنکھوں کی روشنی زائل کر دے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ اس جامہ کو میرے لیئے لاتے اور کہا تھا کہ یارسُولؐ اللہ اس کو اپنی زرہ کے حلقوں میں داخل کیجئے اور بجائے منطقہ کمر پر باندھ لیجئے۔ پھر عربی دو جوڑے جُوتے منگائے ایک بند دار تھا دوسرا سادہ اور وُہ پیراہن طلب فرمایا جو شبِ معراج پہنے ہوئے تھے اور وُہ پیراہن جو روزِ اُحد پہنے ہوئے تھے۔ اور اپنی تینوں ٹوپیاں منگائیں ایک جو سفر میں پہنا کرتے تھے، دُوسری عیدوں میں پہنتے تھے اور تیسری وُہ جسے پہن کر اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اے بلال میرے دونوں خچر شہبا اور دُلدُل لاؤ اور اپنے دونوں ناقے عضبا اور صہبا اور دونوں گھوڑے جناح اور حیزوم طلب کیئے۔ جناح وُہ تھا جو مسجد کے دروازہ پر کھڑا رہتا تھا۔ حضرتؐ کسی کو جب کسی کام سے کہیں بھیجتے تھے تو وُہ اُسی پر سوار ہو کر جاتا تھا اور حیزوم وُہ تھا جس پر روزِ اُحد حضرتؐ سوار تھے اور جبرئیلؑ اُس سے کہتے تھے کہ اے حیزوم آگے بڑھ۔ اور اپنا دراز گوش یعفور منگایا۔ غرض جب بلالؓ نے ان چیزوں کو حاضر کیا حضرتؐ نے عباسؓ کو بلا کر فرمایا کہ علیؑ کی جگہ پر بیٹھیے اور میری پیٹھ کو سہارا دیجیے اور حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اُٹھو ان تمام چیزوں کو میری زندگی میں قبضہ کر لو تاکہ یہ گروہ جو موجود ہے سب اس پر گواہ ہوں اور میرے بعد کوئی شخص تم سے نزاع نہ کرے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ مَیں آنحضرتؐ کے حکم سے اُٹھا تو مگر میرے پیروں میں چلنے کی طاقت نہ تھی غرض نہایت دُشواری سے گیا اور تمام چیزیں لے لیں اور اپنے گھر لے گیا پھر واپس آکر حضرتؐ کے سامنے کھڑا ہوا۔ پھر

حضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے انگوٹھی اُتاری اور میری انگلی میں پہنا دی۔ اُس وقت تمام بنی ہاشم اور دوسرے مسلمانوں سے گھر بھرا ہُوا تھا۔ حضرتؐ کا سرِ اقدس ضعف و ناتوانی کے سبب قابو میں نہ تھا کبھی داہنی جانب اور کبھی بائیں طرف مڑ جاتا تھا۔ اُسی حالت میں حضرتؐ نے بلند آواز سے فرمایا جس کو سب نے سُنا کہ اے مسلمانو! علیؑ میرا بھائی میرا وصی اور امّت میں میرا خلیفہ ہے۔ وہی میرے دَین کو ادا کرے گا، میرے وعدوں کو پُورا کرے گا اے فرزندانِ ہاشمؑ اور فرزندانِ عبدالمطلبؑ اور اے مسلمانو! علیؑ سے دُشمنی اور اُس کے حکم سے سرتابی نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اُس سے حسد مت کرنا اور اُس کی طرف سے رُخ پھیر کر دُوسروں کی طرف رغبت مت کرنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ یہ فرما کر جناب عباسؓ سے فرمایا کہ علیؑ کی جگہ سے اُٹھو۔ عباسؓ نے کہا یا رسُولؐ اللہ بوڑھے آدمی کو اُٹھاتے ہیں اور ایک لڑکے کو اُس کی جگہ بٹھلاتے ہیں۔ حضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا اور جناب عباسؓ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔ آخر وُہ کبیدہ خاطر ہو کر اُٹھ کھڑے ہوتے اور جناب امیرؑ اُن کی جگہ پر جا بیٹھے۔ آنحضرتؐ نے جب حضرت عباسؓ کو غصّہ میں پایا فرمایا چچا جان کوئی ایسا کام نہ کیجیے کہ مَیں آپ پر غضب ناک دُنیا سے رُخصت ہوں اور میرا غضب آپ کو جہنّم میں لے جائے۔ جب یہ سُنا تو وُہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ مجھ کو لٹاؤ۔ جب حضرتؐ لیٹ چکے تو بلالؓ سے فرمایا کہ میرے فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کو لاؤ۔ وُہ حضرات بلائے گئے حضرتؐ نے اُن کو اپنے سینہ سے لپٹا لیا۔ اور ان دونوں باغِ رسالت کے پھُولوں کو سُونگھنے اور پیار کرنے لگے۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ مَیں اس خوف سے کہ وُہ دونوں آنحضرتؐ کے لیئے تکلیف کی زیادتی کا سبب نہ ہوں، قریب گیا تاکہ اُن کو الگ کر دوں، حضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ ان کو چھوڑ دو تاکہ مَیں ان کو اور یہ مجھ کو سُونگھتے رہیں اور یہ میری ملاقات سے اور مَیں ان کے پیار کرنے سے راحت حاصل کر لوں کیونکہ میرے بعد ان پر سخت بلائیں اور عظیم مصیبتیں پڑیں گی اور خدا لعنت کرے اُس پر جو ان کو ڈرائے اور ان پر ظلم وستم کرے۔ خداوندا میں انہیں تیرے سپُرد کرتا ہوں۔ اور مومنین میں سے سب سے زیادہ بہتر شخص کو یعنی علیؑ بن ابی طالب کو۔ اس کے بعد شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے لوگوں کو رخصت کیا اور سب باہر چلے گئے۔ صرف جناب عباسؓ اور اُن کے صاحبزادے فضل اور حضرت علیؑ اور آنحضرتؐ کے مخصوص اہلبیتؑ اُن کے پاس رہ گئے۔ تو جناب عباسؓ نے کہا یا رسُولؐ اللہ اگر یہ امرِ خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا تو ہم کو خوشخبری دیجیے تاکہ ہم خوش اور مسرور ہوں۔ اور اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ لوگ ہم پر ظلم کریں گے اور خلافت ہم سے غصب کریں گے تو اصحاب سے ہماری سفارش کر دیجیے۔ حضرتؐ نے فرمایا میرے بعد تم لوگوں کو کمزور کر دیں گے اور لوگ تم پر غالب ہوں گے۔ یہ سُنکر اہلبیتؑ گریاں ہوئے اور آنحضرتؐ کی زندگی سے نااُمید ہو گئے اُس حالتِ بیماری میں امیر المومنین رات دن آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھے اور الگ نہیں ہوتے تھے سوائے ضروری کاموں کے۔

ابن بابویہ، شیخ مفید، شیخ طوسی، شیخ طبرسی، ابن شہر آشوب اور دُوسرے محدثین نے بسندہائے معتبر حضرت علیؑ، امام محمد باقرؑ، حضرت صادقؑ، اُم سلمہؓ اور عائشہؓ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کے مرض کے آخری وقت امیر المومنین کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے تو حضرتؐ نے فرمایا بلاؤ میرے مددگار میرے دوست اور میرے بھائی کو۔ یہ سُنکر عائشہؓ نے کسی کو ابوبکرؓ کے پاس حفصہؓ نے کسی کو عمرؓ کے پاس بھیج بھیج کر

بلوالیا۔ جب وُہ لوگ آئے اور حضرتؐ نے اُن کو دیکھا تو اپنا سر اور مُنہ کپڑے سے لپیٹ لیا۔ دوسری روایت کے مطابق رُخ اُن کی طرف سے پھیر لیا تو وُہ دونوں حضرات واپس چلے گئے تو حضرتؐ نے سر اور چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ پھر فرمایا کہ میرے خلیل میرے حبیب اور میرے بھائی کو بلاؤ۔ پھر اُن دونوں بیبیوں نے اپنے اپنے پدر کو بلوایا جب وُہ آئے تو حضرتؐ نے اپنا مُنہ اُن کی طرف سے پھیر لیا یا چھُپا لیا تو اُن دونوں حضرات نے کہا ہم کو نہیں بلکہ علیؑ کو بُلاتے ہیں تو جناب فاطمہؑ نے جناب امیرؑ کو بلوایا۔ جب وُہ تشریف لائے تو حضرتؐ نے اُن کو اپنے سینہ سے لپٹا لیا اور اپنا دہنِ اقدس اُن کے گوش مبارک سے ملا دیا اور اپنا کپڑا اُن کے چہرے پر اُڑھا دیا اور بہت دیر تک راز کی باتیں کیں یہاں تک کہ پسینے کے قطرے دونوں بزرگواروں کے چہرۂ اقدس سے ٹپکنے لگے۔ لوگ آنحضرتؐ کے مکان کے پیچھے جمع تھے ابوبکرؓ و عمرؓ بھی دروازہ کے باہر کھڑے تھے۔ جب امیرؑ المومنین باہر آئے تو ان لوگوں نے پُوچھا کہ یہ کیا راز کی باتیں تھیں جو پیغمبرؐ تم سے کر رہے تھے حضرتؑ نے فرمایا علم کے ہزار باب حضرتؐ نے مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار ہزار باب خود بخود مجھ پر کھُل گئے۔ دوسری روایت کے مطابق جناب خضرؑ آنحضرتؐ کی ڈیوڑھی پر موجود تھے انہوں نے حضرت علیؑ سے پُوچھا کہ کیا جناب سرورِ کائنات نے آپ سے کچھ راز بیان کیے ہیں امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہاں علم کی ہزار قسمیں مجھے سکھائیں کہ ہر قسم سے ہزار ہزار قسمیں مجھ پر واضح و منکشف ہو گئیں۔ جناب خضرؑ نے پوُچھا کیا آپ سب علوم سمجھ گئے اور یاد کر لیے؟ فرمایا ہاں۔ پوُچھا وُہ کلف کیا ہے جو ہر چاند میں ہوتا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا خداوندِ عالم فرماتا ہے:۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۲ پ ۱۵) جناب خضرؑ نے کہا اے علیؑ آپ نے ٹھیک یاد کیا ہے۔ اور عائشہؓ کی روایت میں یہ ہے کہ جب امیرؑ المومنین آئے تو آنحضرتؐ نے اُن کو اپنے لحاف میں داخل کر لیا اور اُن سے راز کی باتیں کیں اور یہاں تک کہ حضرتؐ کی روح مقدس نے جسم سے مفارقت کی اور حضرتؐ کا ہاتھ امیرالمومنینؑ کے بدن پر تھا۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کا وقت آیا حضرتؐ نے مجھے طلب فرمایا اور کہا اے علیؑ تم ہی میرے اہلبیت پر اور میری اُمت پر میری حیات میں اور میری وفات کے بعد میرے وصی اور میرے خلیفہ ہو۔ تمہارا دوست میرا دوست ہے اور میرا دوست خدا کا دوست ہے' اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ اے علیؑ میرے بعد جو شخص بھی تمہاری امامت کا منکر ہوگا ایسا ہے کہ اُس نے میری رسالت سے میری زندگی میں انکار کیا ہوگا کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ پھر مجھے اپنے نزدیک بلایا اور علم کے ہزار باب مجھ کو تعلیم کیئے اور ہر باب سے ہزار ہزار باب خود بخود کھُل گئے۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ حلال و حرام اور جو کچھ اس قسم کی چیزیں قیامت تک ہوں گی ان کے ہزار باب مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر ایک باب سے ہزار ہزار باب مجھ پر خود بخود منکشف ہو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے لوگوں کی موت اور اُن پر نازل ہونے والی بلاؤں کو جان لیا اور حکمِ حق جو لوگوں کے درمیان کرنا چاہیئے سمجھ گیا۔

صفار نے حضرت صادقؑ سے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے حالتِ علالت میں نمازِ صبح

مسجد میں ادا فرمائی اُس وقت سیاہ کرتا پہنے ہوئے تھے۔ پھر خطبہ پڑھا اور لوگوں سے امر و نہی بیان فرمایا اور اُن کو موعظہ فرمایا اور آخرت یاد دلائی۔ پھر لوگوں کی تنبیہ کے لیئے فرمایا کہ اے فاطمہؑ عمل کرو اور خدا کی عبادت بجالاؤ کیونکہ عمل کے بغیر میں تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جب لوگوں نے یہ خطبہ سُنا بہت خوش ہوئے اور آنحضرتؐ کی زیارت سے مسرور ہوئے اور حضرتؐ کی بیویاں بھی بہت خوش ہوئیں کہ آنحضرتؐ کو شفا ہو گئی۔ پھر اپنے بالوں کو سنوارا اور آنکھوں میں سُرمہ لگایا' لیکن اُسی روز حضرتؐ دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ راوی نے پوُچھا کس وقت حضرتؐ نے امیرؑ المومنین کو ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے حضرتؑ نے فرمایا کہ اس روز سے پہلے۔

شیخ مفیدؒ نے بسندِ معتبر عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ، عباسؓ اور فضلؓ بن عباسؓ اُس بیماری کے زمانہ میں جس میں حضرتؐ نے وفات پائی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں حاضر ہیں اور آپ کے لیئے رو رہے ہیں۔ حضرتؐ نے پوُچھا کیوں روتے ہیں؟ کہا اس لیئے کہ ان کو خوف ہے کہ آپ اس مرض میں اُن سے جُدا ہو جائیں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لو پھر اُٹھ کر باہر آئے۔ چادر اوڑھے ہوئے تھے اور عصابہ سر پر باندھے ہوئے تھے۔ اور منبر پر تشریف لے گئے۔ پھر خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! اپنے پیغمبر کے انتقال سے کیوں انکار کرتے ہو میں نے برابر اپنی اور خود تم لوگوں کی موت کی خبر تم کو دی ہے۔ اگر مجھ سے پہلے کوئی پیغمبر دُنیا میں ہمیشہ رہا ہوتا تو میں بھی رہتا۔ سمجھ لو کہ میں دُنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور تمہارے درمیان وُہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس سے تمسک کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وُہ کتاب خدا ہے جس کی صبح و شام تلاوت کرتے ہو۔ لہٰذا دُنیا کی طرف رغبت مت کرو' اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو' اور آپس میں دُشمنی مت کرو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ بھائی کے مانند رہو جیسا کہ خدا نے تم کو حکم دیا ہے۔ اور بیشک اپنے اہلبیتؑ کو یعنی اپنی عترت کو تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں اور اُن کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ اور انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اُن کے حقوق کو اور ان کی کوششوں کو خدا و رسُولؐ اور مومنین کے بارے میں سمجھو کہ انہوں نے اپنے مکانوں میں تم کو وسعت دی' اپنے نصف میوے تم کو دے دیئے اور اپنی ذات پر تم کو ترجیح دی ہر چند کہ خود صاحبِ احتیاج تھے۔ لہٰذا جو شخص مسلمانوں کا حاکم ہو اُس کو چاہیئے کہ انصار کے نیک لوگوں کے ساتھ محبت و مہربانی سے پیش آئے اور اُن کے بُرے لوگوں کو معاف کر دے۔ غرضکہ یہ آخری موقع تھا کہ آنحضرتؐ منبر پر رونق افروز ہوئے یہاں تک کہ خدا سے ملاقات ہوئی۔

شیخ مفید نے بسندِ معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کا وقت آیا جبریلؑ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسُولؐ اللہ آیا آپ چاہتے ہیں کہ دُنیا میں واپس جائیں حضرتؐ نے فرمایا نہیں۔ تبلیغ رسالت کے جو فرائض مجھ پر تھے میں بجا لایا۔ جبریلؑ نے کہا کیا آپ نہیں چاہتے کہ دُنیا میں واپس جائیں؟ فرمایا نہیں بلکہ رفیقِ اعلےٰ کو پسند کرتا ہوں یعنی انبیاء و اوصیا اور دوستانِ خدا کی موافقت چاہتا ہوں۔ پھر حضرتؐ نے لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا ایّھا النّاس میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا اور نہ میری سُنت کے بعد کوئی سُنت ہوگی۔ لہٰذا میرے بعد جو شخص پیغمبری کا دعوٰی کرے یا میرے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے تو اُس کا دعوٰی اور اُس کی بدعت جہنم کی آگ میں ہے اور جو شخص ایسا دعوٰی کرے اُس کو قتل کر دو اور جو شخص اُس کی پیروی کرے

جہنمی ہے۔ لوگو! قصاص کو زندہ رکھو اور حق کو باقی رکھو اور پراگندہ مت ہو اور مسلمان رہنا اور پیشوایان دین کی اطاعت کرتے رہنا تاکہ دُنیا و آخرت کے عذاب سے محفوظ رہو۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (پ۲۸ سورۃ المجادلہ آیۃ۲۱) خدا نے یہ قطعی حکم دے دیا ہے کہ میں اور میرے انبیا غالب رہیں گے بے شک اللہ بڑا طاقت والا ہے۔"

نیز بسند معتبر ابُو سعید خدری سے روایت ہے کہ سب سے آخری خطبہ جو آنحضرتؐ نے ہمارے لیئے پڑھا وُہ خطبہ تھا جو آنحضرتؐ نے اپنے آخری مرض میں پڑھا اور گھر سے باہر تشریف لائے اس صورت سے کہ جناب امیرؑ اور اپنی آزاد کی ہوئی کنیز میمونہ پر سہارا کیئے ہوئے تھے۔ پھر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ایہا النّاس! میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں۔ یہ فرما کر خاموش ہو گئے؛ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ دونوں چیزیں جو آپنے فرمائیں کون ہیں۔ یہ سُنتے ہی حضرتؐ غضبناک ہوئے یہاں تک کہ حضرتؐ کا چہرہ اقدس سُرخ ہو گیا اور فرمایا کیا میں نے تم کو آگاہ نہیں کر دیا ہے لیکن اب یہ چاہتا ہوں کہ اُس کی تفسیر بیان کر دوں لیکن بیماری کے سبب کمزوری سے میرا دم پھُولنے لگا ہے۔ پھر فرمایا کہ اُن میں سے ایک قرآن ہے جو ایک رسّی ہے کہ آسمان سے زمین پر لٹکی ہوئی ہے جس کا ایک سِرا خدا کے قبضہ میں ہے اور دوسرا سِرا تمہارے ہاتھ میں ہے اور دُوسرے میرے اہلبیتؑ ہیں پھر فرمایا کہ خدا کی قسم میں تم سے یہ امر بیان کر رہا ہوں اور جانتا ہوں کہ کچھ لوگ ہیں جو ابھی اہل شرک کے صلب میں ہیں اور پیدا نہیں ہوئے ہیں لیکن میں تمہاری اکثریت کی بہ نسبت اُن سے زیادہ اُمید رکھتا ہوں پھر فرمایا خدا کی قسم میرے اہلبیتؑ کو کوئی بندہ دوست نہیں رکھتا مگر یہ کہ خداوند عالم اُس کو روز قیامت ایک نُور عطا فرمائے گا یہاں تک کہ وُہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ اور اُن کو کوئی بندہ دشمن نہیں رکھتا مگر یہ کہ حق تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے قیامت کے دن محروم کر دے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس حدیث کو امام محمد باقر علیہ السلام سے بیان کیا اور اُن حضرتؑ نے تصدیق فرمائی۔

شیخ طوسی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ سلمانؓ کا بیان ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی علالت کے زمانہ میں حاضر ہوا جس میں کہ آپؐ کی وفات ہوئی۔ میں حضرتؐ کی خدمت میں بیٹھا اور آپ کی مزاج پُرسی کی۔ اور جب میں نے چاہا کہ باہر آؤں تو حضرتؐ نے فرمایا بیٹھو تاکہ تم بھی اُس امر پر گواہ رہو جو بہترین اُمور ہے۔ یہ سُنکر میں بیٹھ گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ حضرتؐ کے اہلبیتؑ میں سے چند بزرگوار اور اصحاب میں سے کچھ لوگ گھر میں آئے۔ جناب فاطمہ زہراؑ بھی تشریف لائیں۔ جب آنحضرتؐ کا ضعف مشاہدہ کیا معصومہؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور گریہ کے سبب آواز گلو گیر ہو گئی۔ جب آنحضرتؐ نے اُن کا یہ حال مشاہدہ کیا فرمایا کہ بیٹی کیوں روتی ہو خدا تمہاری آنکھیں روشن کرے اور کبھی تم کو نہ رُلائے۔ جناب فاطمہؑ نے عرض کی کیونکر نہ روؤں جبکہ آپ کو اس حال سے دیکھ رہی ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ خدا پر بھروسہ رکھو اور صبر کرو۔ جس طرح تمہارے آباؤ اجداد نے صبر کیا جو پیغمبرانِ خدا تھے اور اپنی ماؤں کی طرح صبر کرو جو پیغمبروں کی بیویاں تھیں اے فاطمہؑ کیا تم چاہتی ہو کہ تمہیں خوشخبری سُناؤں۔ عرض کی ہاں ابا جان۔ حضرتؐ نے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ نے تمہارے باپ کو تمام خلق میں سے اختیار کیا اور اُس کو پیغمبری عطا فرما کر تمام مخلوق پر مبعوث فرمایا

پھر اُن کے بعد علیؑ کو انتخاب کیا اور مجھے حکم دیا کہ تم کو اُن کے ساتھ تزویج کروں اور اُن کو خدا ہی کے حکم سے اپنا وزیر اور وصی مقرر کروں۔ اے فاطمہؑ علیؑ کا حق تمام مسلمانوں پر ہر شخص سے بہت زیادہ اور اُن کا اسلام سب سے قدیم ہے اور اُن کا علم سب سے زیادہ ہے اور اُن کا حلم سب سے بڑھا ہوا ہے اور میزان قدر و منزلت میں اُن کی قدر و منزلت سب سے زیادہ گراں ہے۔ یہ سُنکر جناب فاطمہؑ خوش ہو گئیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ کیا میں نے تم کو خوش و مسرور کیا؟ عرض کی ہاں اے پدر بزرگوار! حضرتؐ نے فرمایا کیا چاہتی ہو کہ تمہارے شوہر اور پسر عم کی فضیلت میں اور بیان کروں عرض کی ہاں بابا جان۔ فرمایا کہ علیؑ اس اُمت میں سب سے پہلے شخص ہیں جو خدا و رسُولؐ پر ایمان لائے اُن کے بعد سب لوگوں سے پہلے خدیجہؓ تمہاری ماں ایمان لائیں اور سب سے پہلے میری پیغمبری میں جس نے مدد کی وُہ علیؑ تھے اے فاطمہؑ اس میں شک نہیں کہ علیؑ میرے بھائی ہیں میرے برگزیدہ ہیں اور میرے فرزندوں کے باپ ہیں بیشک حق تعالیٰ نے علیؑ کو نیک خصلتیں عطا کی ہیں کہ کسی ایک کو اُن سے زیادہ نہیں عطا فرمائیں اور نہ اُن کے بعد کسی کو عطا فرمائے گا۔ اہٰذا صبر جمیل کرنا اور جان لو کہ عنقریب تمہارا باپ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے والا ہے۔ جناب فاطمہؑ نے عرض کی بابا جان پہلے تو آپ نے مجھے شاد فرمایا اور آخر میں رنجیدہ و غمگین کر دیا حضرتؐ نے فرمایا پارۂ جگر دُنیاوی اُمور ایسے ہی ہیں۔ اس کی خوشی اُس کے رنج و غم سے ملی ہوئی ہے اور اس کی صفائی اس کی کدورت سے مخلوط ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ کچھ اور بیان کروں عرض کی ہاں یا رسُولؐ اللہ۔ حضرتؐ نے فرمایا خالق کائنات نے خلائق کو پیدا کیا اور اُن کو دو حصّوں میں تقسیم کیا اور مجھ کو اور علیؑ کو بہتر اور نیک حصّوں میں سے قرار دیا جو اصحابِ یمین ہیں اور دونوں حصّوں میں خاندان مقرر کیئے اور مجھ کو اور علیؑ کو بہترین قبیلوں میں سے قرار دیا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے:۔ وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (پ۲۶ سورۃ الحجرات آیت۱۳) ہم ہی نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر لے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت دار وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔" پھر اُن قبیلوں میں سے خاندان قرار دیئے اور مجھ کو اور علیؑ کو بہترین خاندان قرار دیا جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (آیت۳۳ سورۃ الاحزاب پ۲۲) اے پیغمبر کے اہلبیتؑ خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی بُرائی سے پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔" پھر مجھ کو میرے اہلبیت میں سے اختیار کیا اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ (علیہم السّلام) کو اور تم کو ان لوگوں میں سے اختیار کیا۔ تو میں آدمؑ کی اولاد میں سب سے بہتر ہوں اور علیؑ عرب میں سب سے بہتر ہیں اور تم عالمین کی عورتوں میں سب سے بہتر ہو اور حسنؑ اور حسینؑ بہترین جوانانِ اہلِ جنّت ہیں۔ اور تمہاری ذرّیت سے مہدی ہو گا جس کی برکت سے حق تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وُہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوتی ہو گی۔

فرات بن ابراہیم نے بسند معتبر جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولؐ خدا نے اپنے مرض کے آخری وقت جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ تم پر میرے باپ ماں فدا ہوں کسی کو بھیج کر اپنے شوہر کو بلاؤ۔ تو جناب فاطمہؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ جا کر اپنے پدر بزرگوار سے کہو کہ نانا جان آپ کو بلاتے ہیں۔ جناب امیرؑ جب تشریف لائے سُنا کہ فاطمہؑ کہہ رہی ہیں کہ بابا جان آپ کی شدّت تکلیف کے سبب کس قدر

رنج واندوہ ہے اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہ ہوگی اور اے فاطمہؑ تم سمجھ لو کہ پیغمبرؐ کے لیئے گریبان کو چاک اور چہرہ کو زخمی نہ کرنا اور نہ فریاد کرنا بلکہ وہی کہنا جو تمہارے باپ نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کی وفات کے وقت کہا تھا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل دُکھتا ہے لیکن میں کوئی بات ایسی نہیں کہتا جو معبود کے غضب کا باعث ہو اور اے ابراہیم ہم تم پر غمگین ہیں۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر ابراہیمؑ زندہ ہوتے تو پیغمبر ہوتے۔ پھر فرمایا اے علیؑ میرے قریب آؤ۔ جب وُہ نزدیک پہنچے تو فرمایا کہ اپنا کان میرے مُنہ کے قریب لاؤ۔ یہ دیکھ کر عائشہ و حفصہ نے کان لگائے کہ حضرتؐ کی باتیں سُنیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ خداوندا ان کے کان بند کر دے کہ نہ سُن سکیں۔ پھر فرمایا اے میرے بھائی تم نے سُنا ہے جو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (آیت سورۃ بینہ پ۳۰) یعنی یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہی لوگ بہترین خلق ہیں" جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہاں میں نے سُنا ہے حضرتؐ نے فرمایا وُہ لوگ تم ہو اور تمہارے شیعہ اور مددگار ہیں۔ اور ان کی اور میری وعدہ گاہ قیامت کے دن حوض کوثر کے پاس ہے جس وقت کہ تمام اُمتیں دو زانو پڑی ہوں گی اور ان کے اعمال خدا وند اعمال کے سامنے پیش ہوں گے اُس وقت خدا تم کو تمہارے شیعوں کو بُلائے گا اور تم لوگ نورانی چہروں اور روشن ہاتھ پیروں کے ساتھ آؤ گے اُس حالت میں کہ سیر و سیراب ہو گے۔ اے علیؑ تم نے وُہ سُنا ہے جو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ (پ۳۰ سورۃ بینہ آیت ۶) یعنی بیشک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر پر قائم رہے وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتے رہیں گے اور وُہ بدترین خلق ہیں" جناب امیرؑ نے عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ! حضرتؐ نے فرمایا وُہ یہودی اور بنی اُمیّہ اور ان کی پیروی کرنے والے اور تمہارے دُشمن اور تمہارے شیعوں کے دُشمن ہیں وُہ قیامت کے دن بھُوکے پیاسے سیاہ رُو اُٹھیں گے اور سخت تکلیف و مصیبت اور شدید عذاب میں ہوں گے۔ یہی حدیث کتاب سلیم بن قیس میں امیرؑ المومنین سے منقول ہے۔

تفسیر محمد ابن عباس بن ماہیار میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے اور ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے اپنی وفات کے وقت جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے غم میں اپنے چہرے کو مت زخمی کرنا اور نہ اپنے بالوں کو پریشان کرنا۔ اور مجھ پر فریاد و نالہ اور نوحہ مت کرنا اور نہ نوحہ کرنے والوں کو طلب کرنا۔

کتاب بشارت المصطفےٰ میں روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ اُس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں کہ حضرتؐ کی وفات ہوئی، جناب فاطمہ علیہا السّلام حسنؑ و حسینؑ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں جب حضرتؐ کو اس حالت میں دیکھا بے تاب ہو گئیں اور آنحضرتؐ پر اپنے تئیں گرا دیا اور سینۂ اقدس سے لپٹ کر بہت روئیں حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ رو ؤ مت اور صبر کرو۔ یہ سُن کر جناب فاطمہؑ اُٹھیں۔ حضرتؐ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے پھر حضرتؐ نے تین بار فرمایا خداوندا یہ میرے اہلبیتؑ ہیں میں ان کو ہر مومن کے سپرد کرتا ہوں۔

شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ کی رحلت ریاض جنت کی جانب قریب ہوئی آپؐ نے

امیرؑ المومنین سے فرمایا کہ یا علیؑ میرا سر اپنی گود میں لے لو کہ خدا کا حکم آپہنچا اور جب میری جان بدن سے جدا ہو جائے تو اپنے ہاتھوں کو میرے چہرے کے نیچے سے نکال کر اپنے مُنہ پر پھیر لینا۔ اور میرا سر قبلہ کی طرف کر دینا پھر میری تجہیز کی جانب متوجہ ہونا اور سب سے پہلے تم مجھ پر نماز پڑھنا اور جب تک مجھے قبر میں نہ پہنچا دینا میرے پاس سے نہ ہٹنا اور ان تمام امور میں خدا سے مدد کے خواستگار رہنا۔ غرض جب آنحضرتؐ کا سرِ مبارک جناب امیرؑ نے اپنی گود میں لیا حضرتؐ بے ہوش ہو گئے۔ جناب فاطمہؑ حضرتؐ کے روئے اقدس کو دیکھتی تھیں اور روتی تھیں فریاد کرتی تھیں اور ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت ایسے نورانی چہرے والے ہیں جن کی برکت سے لوگ بارش طلب کرتے تھے اور حضرتؐ یتیموں کے فریاد رس اور بیواؤں کے جائے پناہ تھے۔ جب جناب فاطمہؑ کی آواز آنحضرتؐ کے گوش مبارک میں پہنچی حضرتؐ نے آنکھیں کھول دیں اور کمزور آواز سے فرمایا کہ پارۂ جگر یہ کلام تو تمہارے چچا ابو طالبؑ کا ہے یہ مت کہو بلکہ کہو وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ (آیت ۱۴۴ سورۃ آلِ عمران پ۴) یعنی محمدؐ تو بس رسولؐ ہیں جس طرح آپ کے پہلے انبیا تھے تو اگر وُہ موت سے ہمکنار ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اے مسلمانو کیا اپنے کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے" جناب فاطمہؑ یہ سُن کر بہت روئیں تو حضرتؐ نے اُن کو اپنے قریب بُلایا اور کوئی راز کی بات کہی جس سے جناب فاطمہؑ خوش ہو گئیں۔ جب آنحضرتؐ کی وفات ہو گئی حضرت علیؑ نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے اقدس کے نیچے سے ہاتھ نکال کر اپنے چہرے پر مل لیا اور آنحضرتؐ کی چشم ہائے مبارک کو بند کر دیا، آپ کے جسم پر کپڑا اُڑھا دیا۔ اُس وقت جناب فاطمہؑ سے کسی نے پوچھا کہ وُہ کون سی بات تھی جو آنحضرتؐ نے آپ کے کان میں کہی تھی جناب معصومہؑ نے فرمایا کہ حضرتؐ نے مجھے خبر دی کہ اہلبیتؑ میں سب سے پہلے جو حضرتؐ سے جا کر ملے گا وُہ میں ہوں گی۔ اور میری مدتِ حیات حضرتؐ کے بعد زیادہ نہ ہوگی۔ اس سبب سے میرے رنج و ملال کی شدت میں سکون ہو گیا اس لیئے کہ میں نے سمجھ لیا کہ میری اور آنحضرتؐ کی مفارقت زیادہ دنوں نہ رہے گی۔

چونسٹھواں باب ۶۴

آنحضرتؐ کی وفات کی عظیم مصیبت اور آپؐ کی تجہیز و تکفین و دفن و نماز وغیرہ اور وُہ حالات جو اس کے بعد واقع ہوئے

واضح ہو کہ علمائے خاصہ و عامہ کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات حسرت آیات

اکثر علمائے شیعہ کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرتؐ کی تاریخ وفات ماہِ صفر کی (۲۸) اٹھائیس ہے۔ اور علمائے عامّہ کی اکثریت نے بارہ ۱۲ ربیع الاوّل بیان کیا ہے۔ اور ہمارے علماء میں سے محمد بن یعقوب کلینی اس قول کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہے۔ اور علمائے عامہ میں سے بعض نے یکم ماہِ ربیع الاوّل اور بعض نے دُوسری اور بعض نے اٹھارھویں اور بعض نے دسویں اور بعض نے آٹھویں بھی کہی ہے۔ اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سن مبارک تریسٹھ سال تھا اور ہجرت کا دسواں سال تھا۔

کشف الغمہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ہجرت کے دسویں سال وفات پائی اور آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔ چالیس ۴۰ سال مکّہ میں گزرے تھے وہیں حضرتؐ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی پھر تیرہ سال وہیں اور گزرے۔ جب آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو آپ کی عمر شریف ترپن ۵۳ سال تھی ہجرت کے بعد مدینہ میں دس سال زندہ رہے اور آپ کی وفات دوسری ماہِ ربیع الاوّل روز دوشنبہ کو ہوئی۔[1]

نیز کشف الغمہ میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ کا سن مبارک تریسٹھ ۶۳ سال تھا۔ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ دو ۲ سال چار مہینے گزارے اور جب حضرت عبدالمطلبؑ کی وفات ہوئی تو آپؐ آٹھ برس کے تھے۔ اُن کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالبؑ نے آپؐ کی کفالت وحمایت فرمائی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ جب آپ کے پدر بزرگوار نے رحلت کی تو آپؐ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ آپؐ اپنے والد صاحب کی وفات کے وقت سات ماہ کے تھے اور جب آپؐ چھ سال کے ہوئے تو آپؐ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی۔ اور جب آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ نے باغِ جنّت کی جانب رحلت فرمائی آپ کی عمر چھیالیس ۴۶ سال آٹھ مہینے چوبیس ۲۴ روز کی تھی اور تین ۳ روز بعد جناب خدیجہؑ نے رحلت فرمائی۔ لہٰذا اس سبب سے آنحضرتؐ نے اُس سال کا نام عام الحزن رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعثت کے بعد مکّہ میں تیرہ سال مقیم رہے۔ پھر تین ۳ روز یا چھ ۶ روز غارِ ثور میں قیام پذیر تھے۔ اُس کے بعد مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اور گیارہ ماہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ کو مدینہ میں داخل ہوئے اور دس سال مدینہ میں رہے۔ اور ہجرت کے دسویں سال اٹھائیس ماہِ صفر کو رحمت خلّاقِ عالم سے فائز ہوئے۔

قطب راوندی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ابوسفیان ملعون آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسُولؐ اللہ میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تُو چاہتا ہے کہ مَیں تیرے سوال کرنے سے پہلے تیرے سوال بتا دوں اُس نے کہا ہاں یا رسُولؐ اللہ۔ حضرتؐ نے فرمایا تُو پُوچھنا چاہتا ہے کہ میری عُمر کتنی ہوگی کہا ہاں یا رسُولؐ اللہ۔ حضرتؐ نے فرمایا مَیں تریسٹھ ۶۳ سال زندہ رہوں گا اُس نے کہا مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ حضرتؐ نے فرمایا تُو صرف زبان سے کہتا ہے دِل میں یقین نہیں ہے۔

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ علمائے شیعہ میں سے کوئی اس قول کا قائل نہیں۔ شائد یہ بات تقیہ پر محمول ہو۔ ۱۲

ابن بابویہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روز دوشنبہ کو روزہ مت رکھو اور سفر مت کرو کیونکہ اُسی روز آنحضرتؐ نے دُنیا سے رحلت فرمائی۔ اور اس بارے میں آئمہ طاہرین سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔

شیخ طوسی وغیرہم نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ جب تم پر کوئی مصیبت پڑے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصیبت کو یاد کرو کیونکہ ایسی مصیبت لوگوں پر نہ کبھی پڑی ہے اور نہ کبھی پڑے گی۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یا علیؑ جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو میری مصیبت یاد کرو کیونکہ یہ سب سے زیادہ سخت مصیبت ہے۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیئے جبریلؑ امین بہشت سے چالیس درم کے وزن کے برابر کافور لائے حضرتؐ نے اُس کے تین حصّے کیئے۔ ایک حصّہ اپنے واسطے رکھا ایک حصّہ حضرت علیؑ کو دیا اور ایک حصّہ جناب فاطمہؑ کو دیا۔

شیخ طوسی نے بسند معتبر حضرت امیرُ المومنین سے روایت کی ہے وہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ مَیں آنحضرتؐ کی بیماری کے زمانہ میں ایک مرتبہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مَیں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ آرام فرما رہے ہیں، اور آپؐ کا سرِ اقدس ایسے شخص کی گود میں ہے جس سے زیادہ خوبصورت مَیں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب مَیں پہنچا تو اُس شخص نے کہا کہ لیجیئے اپنے بھائی کا سر اپنی گود میں کہ اس کے آپ مجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔ اور آنحضرتؐ کا سر میری گود میں دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آنحضرتؐ بیدار ہوئے تو فرمایا وُہ صاحب کہاں گئے جو میرا سر اپنی گود میں لیئے ہوئے تھے؟ مَیں نے جو کچھ گفتگو ہوئی تھی حضرتؐ سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اُن کو پہچانا؟ مَیں نے عرض کیا نہیں یا حضرتؐ آپؐ پر میرے باپ ماں فدا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا وُہ جبریلؑ تھے جب میری تکلیف زیادہ بڑھی تو آکر مجھ سے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ میرے درد وتکلیف میں کمی ہوئی۔ مَیں ان کی باتوں میں مشغول تھا کہ سوگیا۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ مَیں نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پُوچھا کہ آپ کی جب رحلت ہوجائے گی تو آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا ہر پیغمبر کو اُس کا وصی غسل دیا کرتا ہے۔ مَیں نے پُوچھا کہ آپ کا وصی کون ہے یا رسُولؐ اللہ۔ آپ نے فرمایا علیؑ بن ابی طالب۔ مَیں نے پُوچھا وُہ آپ کے بعد کتنے دنوں زندہ رہیں گے فرمایا تیس ۳۰ سال جیسا کہ یوشعؑ بن نون جناب موسیٰؑ کے وصی ان کے بعد تیس سال زندہ رہے اور صفرا دختر شعیبؑ نے جو حضرت موسیٰؑ کی زوجہ تھی اُن پر خروج کیا اور کہتی تھی کہ اے یوشعؑ میں موسیٰؑ کی خلافت کی زیادہ مستحق ہوں۔ اور یوشعؑ نے اُس سے جنگ کی اور اُس کے لشکر والوں کو قتل کیا اور اُس کو گرفتار کیا پھر اُس کا احترام کیا۔ بے شبہ دختر ابوبکر اسی طرح ہزاروں نامردوں کو لے کر علیؑ پر خروج کرے گی اور علیؑ اُس کے لشکر کے لوگوں کو کثرت سے قتل کریں گے اور دُختر ابوبکر کو اسیر کریں گے پھر اُس کے ساتھ احسان کریں گے۔

کلینیؒ، صفارؒ، شیخ طوسیؒ، ابن بابویہؒ، قطب راوندی اور دُوسرے محدثین نے بسند معتبر حضرت امیرُالمومنینؑ، امام محمد باقرؑ، اور امام جعفر صادق صلوات اللہ علیہم اجمعین سے رِوایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خداؐ نے

امیرؑ المومنین کو طلب کیا اور فرمایا کہ یا علیؑ جب میری وفات ہو جائے چاہ غرس سے چھ مشک پانی لاکر مجھے اچھی طرح غسل دینا پھر مجھے کفن پہنانا اور حنوط کرنا، اور جب فارغ ہونا میرے کفن کا گریبان پکڑ کر مجھے بٹھا دینا پھر مجھ سے جو چاہنا پوچھنا میں تم کو جواب دوں گا۔ جناب امیرؑ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اس وقت بھی حضرتؐ نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار ہزار باب مجھ پر منکشف ہو گئے اور دوسری روایت میں جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے سوالات کیئے اور آنحضرتؐ نے مجھے قیامت تک واقع ہونے والے حالات سے آگاہ فرمایا۔ لہٰذا لوگوں کا کوئی گروہ نہیں جن کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ کون ان کو حق تک پہنچانے والا اور کون ان کا گمراہ کرنے والا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بولتے جاتے اور حضرت علیؑ لکھتے جاتے تھے۔

شیخ طوسیؒ نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ یا علیؑ میری وفات کے بعد مجھے غسل دینا اس طرح کہ تمہارے سوا کوئی شخص میری شرمگاہ نہ دیکھے ورنہ اُس کی آنکھیں اندھی ہو جائیں گی۔ یہ سُنکر جناب امیرؑ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ آپ توانا بزرگ ہیں مجھے غسل کے وقت ضرور کسی کی مدد کی ضرورت ہوگی۔ حضرتؐ نے فرمایا جبریلؑ تمہارے ساتھ ہوں گے اور مجھے غسل دینے میں تمہاری مدد کریں گے؛ اور فضل بن عباس سے کہنا کہ تمہارے ہاتھوں پر پانی ڈالیں اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں۔ اگر میری شرمگاہ پر ان کی نظر پڑے گی تو وُہ اندھے ہو جائیں گے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قریش کے دو اشخاص امام زین العابدینؑ کے پاس آئے۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے آگاہ کروں؟ اُن دونوں صاحبان نے کہا ہاں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے پدر نے مجھے خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات سے تین روز پہلے جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ مجھے خداوندِ جلیل نے آپ کی خدمت میں آپکے احترام واکرام کے لیئے بھیجا ہے اور آپ سے آپ کی حالت دریافت کرتا ہے حالانکہ وُہ خود بہتر جانتا ہے وُہ فرماتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارا کیا حال ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اے جبریلؑ میں اپنے تئیں غمگین اور شدت میں پاتا ہوں۔ جب تیسرا روز آیا تو پھر جبریلؑ ملک الموتؑ کے ساتھ نازل ہوئے اور ان کے ساتھ ایک فرشتہ اور بھی تھا جس کا نام اسماعیلؑ ہے اور وُہ ہوا پر ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ مؤکل ہے۔ جناب جبریلؑ اُن سے پہلے آئے اور خدا کی جانب سے وہی پہلا پیغام دیا اور آنحضرتؐ نے وہی جواب دیا۔ پھر جناب ملک الموتؑ نے اجازت طلب کی کہ حضرتؐ کے گھر میں داخل ہوں۔ جبریلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ ملک الموتؑ ہیں آپ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں حالانکہ کسی سے گھر میں داخل ہونے کی آپ سے پہلے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آیندہ کسی سے آپ کے بعد اجازت طلب کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ان کو داخل ہونے کی اجازت دے دو۔ جبریلؑ نے اُن کو اجازت دی اور وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر ادب سے کھڑے ہو گئے اور عرض کی اے احمدؐ بیشک خدا نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپؐ کے ہر حکم کی جو آپ فرمائیں اطاعت کروں۔ اگر آپ حکم دیں تو آپ کی روح قبض کروں اور اگر واپس جانے کو ارشاد ہو تو واپس چلا جاؤں۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ واپس چلے جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو واپس چلے جاؤ گے؟ ملکؑ الموت نے عرض کی ہاں مجھے خدا کا یہی حکم ہے کہ آپؐ کی اطاعت کروں آپؐ جو کچھ حکم دیں۔ جناب جبریلؑ نے کہا اے احمدؐ بیشک خداوندِ عالم آپؐ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ یہ سُنکر حضرتؐ نے فرمایا کہ اے ملکؑ الموت اُس کام میں مشغول ہو جس پر مامور ہوئے ہو۔ اُس وقت جبریلؑ نے کہا زمین پر یہ میرا آنا آخری ہے۔ یا رسولؐ اللہ آپ دُنیا میں میری حاجت تھے۔ مجھے آپؐ سے مطلب تھا پھر دُنیا سے مجھے کیا تعلق۔ غرض جب آنحضرتؐ کی رُوح مبارک نے آپؐ کے جسم اطہر سے مفارقت کی ایک شخص آیا اور اُن لوگوں کو تعزیت دی۔ لوگ اُس کی آواز سُنتے تھے مگر اُس کو نہیں دیکھتے تھے۔ اُس شخص نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آیت ۱۸۵ سورۃ آل عمران پ۴) یعنی ہر نفس کے لیئے موت کا مزہ ہے اور ہر ایک کے اعمال کا بدلہ روز قیامت پورا پورا دیا جائے گا تو جو شخص آتشِ دوزخ سے نجات پا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وُہ کامیاب ہوا اور دُنیا کی زندگی تو بس فریب کا سرمایہ ہے۔" پھر اُس شخص نے کہا کہ خدا کی رحمت ہر مصیبت میں صبر کرنے والوں کے لیئے ہے اور خدا اُس کے عوض میں جو کچھ ضائع ہو جائے اور خدا اُس کا تدارک فرماتا ہے جو فوت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا (اے اہلبیتؑ رسولؐ) خدا پر اعتماد رکھو اور اُسی سے ہر خیر کی اُمید رکھو بیشک مصیبت یافتہ وُہ ہے جو ثواب خدا سے محروم رہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ یہ سُنکر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ وُہ حضرت خضرؑ تھے جو ہماری تعزیت کے لیئے آئے تھے۔

نیز ابن بابویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے اور آنحضرتؐ کے اصحابؓ آپؐ کے گرد جمع ہوئے عمار یاسر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے یا رسُولؐ اللہ آپ پر میرے باپ ماں فدا ہوں جب آپ عالم قدس کی طرف تشریف لے جائیں تو ہم میں کون آپ کو غسل دے گا آپؐ نے فرمایا کہ میرے غسل دینے والے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں کیونکہ وُہ میرے جس عضو کو دھونا چاہیں گے فرشتے اس کے دھونے پر اُن کی مدد کریں گے۔ پُوچھا یا رسُولؐ اللہ آپ پر میرے باپ ماں فدا ہوں ہم میں کون آپ کی نماز پڑھائے گا حضرتؐ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے پھر اپنا رُخ علیؑ بن ابی طالب کی طرف کر کے فرمایا کہ اے علیؑ جب تم دیکھو کہ میری رُوح میرے جسم سے مفارقت کر چکی مجھے غسل دینا اور اچھی طرح غسل دینا۔ اور مجھے اُنہی دونوں کپڑوں کا کفن دینا جو میں پہنے ہوں یا مصری جامۂ سفید یا بُرد یمانی کا کفن دینا۔ اور میرا کفن بہت قیمتی نہ ہو اور مجھے قبر کے کنارے تک اُٹھا کر لے جانا اور وہاں مجھے چھوڑ کر الگ ہو جانا۔ تو سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا وُہ خداوندِ عالم ہوگا جو اپنے عظمت وجلال عرش سے مجھ پر صلوات بھیجے گا اُس کے بعد جبریلؑ ومیکائیلؑ اور اسرافیلؑ اپنے لشکروں اور فرشتوں کی فوجوں کے ساتھ جن کی تعداد سوائے خداوندِ عالمین کے کوئی نہیں جانتا، مجھ پر نماز پڑھیں گے اُس کے بعد وُہ فرشتے جو عرشِ الٰہی کے گرد ہیں، اُس کے بعد ہر آسمان کے فرشتے یکے بعد دیگرے مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ پھر میرے تمام اہلبیتؑ اور میری بیویاں اپنے اپنے قرب ومنزلت کے مطابق ایما کریں گے جو ایما کرنے کا حق ہے اور سلام کریں گے جو سلام کرنے کا حق ہے۔ اور اُن کو چاہیئے کہ نوحہ وفریاد بلند

کرکے مجھے آزار نہ پہنچائیں گے۔ اس کے بعد فرمایا اے بلالؓ لوگوں کو میرے پاس بلاؤ کہ مسجد میں جمع ہوں جب لوگ جمع ہوگئے تو آنحضرتؐ عمامہ سر پر باندھے ہوئے اور اپنی کمان پر سہارا کرتے ہوئے باہر تشریف لائے اور منبر پر گئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور فرمایا اے گروہِ اصحاب میں تمہارے لیئے کیسا پیغمبرؐ تھا کیا میں نے تمہارے ساتھ رہ کر خود جہاد نہیں کیا۔ کیا میرے سامنے کے دانت تم نے شہید نہیں کیئے کیا تم نے میری پیشانی کو خاک آلود نہیں کیا کیا میرے چہرے پر تم نے خون جاری نہیں کیا یہاں تک کہ میری ڈاڑھی خون سے رنگین ہوگئی۔ کیا میں نے تکلیفوں اور مصیبتوں کو اپنی قوم کے نادانوں سے برداشت نہیں کیا۔ کیا میں نے بھوک میں اپنی اُمّت کے ایثار کے لیئے اپنے شکم پر پتھر نہیں باندھے۔ صحابہ نے کہا یا رسُولؐ اللہ کیوں نہیں۔ بیشک آپ خدا کی خوشنودی کے لیئے صبر کرنے والے تھے اور بُرائیوں سے منع کرنے والے تھے۔ لہٰذا خدا آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے؛ حضرتؐ نے فرمایا خدا تم کو بھی جزائے خیر دے۔ پھر فرمایا کہ خدا نے (مجھے بتا دینے کا) حکم دیا ہے۔ اور قسم کھائی ہے کہ کوئی ظلم کرنے والا اُس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ لہٰذا تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی ظلم ہوگیا ہو وُہ (بلا تامّل) اُٹھے اور قصاص لے لے کیونکہ دنیا میں قصاص لے لینا میرے نزدیک عقبیٰ کے قصاص سے زیادہ بہتر ہے جو فرشتوں اور انبیاء کے سامنے ہوگا۔ یہ سُنکر آخر سے ایک شخص اُٹھا جس کو اسود بن قیس کہتے تھے اور کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسُولؐ اللہ جس وقت آپؐ طائف سے واپس آرہے تھے میں حضورؐ کے استقبال کے لیئے گیا۔ اُس وقت آپ اپنے ناقہ غضبا پر سوار تھے اور اپنا عصائے ممشوق لیئے ہوئے تھے۔ جب آپ نے اُس کو بلند کیا تاکہ اپنے ناقہ کو ماریں تو وُہ میرے شکم پر لگ گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ آپ نے جان بوجھ کر مارا یا غلطی سے۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا کی پناہ کہ میں نے دانستہ مارا ہو۔ پھر بلالؓ سے فرمایا کہ جاؤ فاطمہؑ کے گھر اور میرا وُہ عصا لے آؤ۔ بلالؓ مسجد سے نکلے اور گلیوں اور بازاروں میں آواز دیتے ہوئے چلے کہ اے لوگو تم میں کون ہے جو اپنے نفس کو قصاص دینے پر آمادہ کرے دیکھو محمدؐ (رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) روزِ قیامت سے پہلے اپنے تیئں قصاص دینے پر آمادہ ہیں؛ اور جناب سیدہؑ نے فرمایا اے بلالؓ یہ وقت تو عصا کام میں لانے کا نہیں ہے کس لیئے وُہ طلب فرما رہے ہیں۔ بلالؓ نے عرض کی آپ کو نہیں معلوم آپ کے پدرؐ بزرگوار منبر پر تشریف فرما ہیں اور دینداروں اور دُنیا والوں کو وداع فرما رہے ہیں۔ جب جناب معصومہؑ نے وداع کی بات سُنی فریاد وزاری کی اور کہا ہائے رنج و ملال آپ کے لیئے اے میرے پدرؐ بزرگوار۔ آپ کے بعد فقرا و مساکین غریب اور کمزور لوگ کس کی پناہ میں ہوں گے۔ غرض بلالؓ کو عصا دے دیا۔ وُہ لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے عصا لے کر فرمایا کہ وُہ بوڑھا آدمی کہاں گیا۔ اُس نے حاضر ہوکر عرض کی میں موجود ہوں یا رسُولؐ اللہ آپ پر میرے باپ ماں فدا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ عصا لو اور مجھ سے اپنا قصاص لے لو تاکہ مجھ سے راضی ہو جاؤ۔ اُس شخص نے کہا یا رسُولؐ اللہ اپنا شکم مبارک کھولیئے جب آنحضرتؐ نے اپنے شکم اقدس سے کپڑا ہٹایا اُس نے کہا یا مولاؐ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنا دہن حضرتؐ کے شکم سے مس کروں۔ حضرتؐ نے اجازت دے دی تو اُس نے حضرتؐ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا اور کہا میں روزِ جزا آتش جہنم سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ رسُولِ خداؐ کے شکم مبارک سے قصاص لوں۔ حضرتؐ

نے فرمایا اے سوادہ قصاص لے لو یا معاف کردو۔ سوادہ نے کہا میں نے معاف کردیا یا رسُولؐ اللہ۔ حضرتؐ نے فرمایا خداوندا تو بھی سوادہ بن قیس کو بخش دے جس طرح اُس نے تیرے پیغمبرؐ سے درگزر کی۔ پھر حضرتؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور خانۂ اُم سلمہ میں داخل ہوئے۔ فرماتے جاتے تھے کہ خداوندا تو اُمّتِ محمدؐ کو آتشِ جہنم سے محفوظ رکھ اور اُن پر حساب روزِ قیامت آسان فرما۔ جناب اُم سلمہؓ نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ آپ غمگین کیوں ہیں اور آپ کا رنگ مبارک کیوں متغیر ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا جبرئیلؑ نے مجھے اس وقت میری موت کی خبر دی ہے۔ تم پر سلامتی ہو دنیا میں کیونکہ آج کے بعد محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز نہ سنوگی۔ جناب اُم سلمہ نے جب یہ وحشت اثر خبر آنحضرتؐ سے سُنی نالہ و فریاد کرنے لگیں کہ واحسرتاہ ایسا صدمہ مجھے پہنچا کہ ندامت و حسرت جس کا تدارک نہیں کرسکتے۔ اس کے بعد حضرتؐ نے فرمایا اے اُم سلمہ میرے دل کی محبوب اور میری آنکھوں کے نور فاطمہؑ کو بلا لاؤ یہ کہہ کر حضرتؐ بے ہوش ہوگئے۔ غرض جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا آئیں اور اپنے پدر بزرگوار کی یہ حالت دیکھی تو نالہ و فریاد کرنے لگیں اور کہا اے پدر بزرگوار میری جان آپ کی جان پر فدا ہو اور میری صورت آپ کی صورت پر قربان ہو مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ سفرِ آخرت پر آمادہ ہیں اور موت کا لشکر ہر طرف سے آپ کو گھیرے ہوئے ہے کیا اپنی بیٹی سے کچھ بات نہ کیجیئے گا اور اُس کے آتشِ حسرت کو اپنے بیان سے ساکن نہ فرمایئے گا۔ جب آنحضرتؐ کے کان میں اپنے نورِ عین کی یہ آواز پہنچی اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا پارۂ جگر میں بہت جلد تم سے جُدا ہونے والا ہوں اور تم کو وداع کرتا ہوں؛ لہٰذا تم پر سلامتی ہو۔ جناب فاطمہؑ نے جب یہ خبر وحشت اثر حضرت سیدؐ البشر سے سُنی دِلِ پُر درد سے ایک آہ کھینچی اور عرض کی ابا جان میں روزِ قیامت آپؐ سے کہاں ملاقات کروں گی۔ حضرتؐ نے فرمایا اُسی مقام پر جہاں مخلوقاتِ عالم کا حساب کیا جائے گا جناب فاطمہؑ نے عرض کی اگر وہاں آپ کو نہ پاؤں تو پھر آپ کو کہاں ڈھونڈوں فرمایا مقامِ محمود میں جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس جگہ میں اُمّت کے گنہگاروں کی شفاعت کروں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی آپ سے ملاقات نہ ہو تو کہاں تلاش کروں۔ فرمایا صراط کے نزدیک دیکھنا جبکہ میری اُمّت اُس پر سے گذر رہی ہوگی اور میں کھڑا ہوں گا جبرئیلؑ میری داہنی جانب اور میکائیل بائیں جانب اور خدا کے تمام فرشتے میرے آگے اور پیچھے ہوں گے اور سب خدا کی بارگاہ میں تضرّع وزاری کے ساتھ دُعا کرتے ہوں گے کہ خداوندا اُمّتِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو صراط پر سے سلامتی کے ساتھ گزار دے اور اُن پر حساب آسان فرما۔ پھر جناب سیدہؑ نے عرض کی میری مادرِ گرامی جناب خدیجہؑ کہاں ملیں گی۔ حضرتؐ نے فرمایا بہشت کے اُس قصر میں جس کے گرد چار قصر ہوں گے۔ یہ فرما کر حضرتؐ پھر بے ہوش ہوگئے اور عالمِ قدس کی جانب متوجّہ ہوئے۔ اتنے میں بلالؓ نے اذان دی اور کہا اَلصّلٰوۃ رحمک اللہ۔ حضرتؐ کو ہوش آیا اور اُٹھ کر مسجد میں تشریف لائے اور مختصر نماز ادا کی۔ جب فارغ ہوئے جناب امیرؑ اور اُسامہ بن زید کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خانۂ فاطمہؑ میں لے چلو۔ جب وہاں پہنچے تو اپنا سرِ اقدس جناب سیدہؑ کی گود میں رکھ کر تکیہ فرمایا۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ نے اپنے جدِ بزرگوارؐ کا یہ حال دیکھا بے تاب ہوگئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش برسانے لگے اور فریاد کرتے تھے کہ ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ حضرتؐ نے پوچھا یہ کون ہیں جو رو رہے ہیں۔ امیرُ المومنینؑ نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ آپ کے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں

حضرتؐ نے اُن کو اپنے قریب بُلایا اور اُن کے گلے میں باہیں ڈال کر اُن کو اپنے سینہ سے لپٹا لیا۔ چونکہ حضرت امام حسنؑ بہت زیادہ بے قرار تھے، حضرتؐ نے فرمایا اے حسنؑ مت روؤ کیونکہ تمہارا رونا مجھ پر دُشوار ہے اور میرے دل کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ اسی اثناء میں ملکُ الموت نازل ہوئے اور کہا السلام علیک یا رسُولؐ اللہ حضرتؐ نے فرمایا وعلیکُ السلام۔ اے ملکُ الموت تم سے میری ایک حاجت ہے۔ ملکُ الموت نے عرض کی حضورؐ وُہ کیا حاجت ہے فرمایا جب تک جبریلؑ نہ آجائیں اور سلام نہ کرلیں اور مَیں اُن کے سلام کا جواب نہ دے دوں اور مَیں اُن کو وداع نہ کرلوں، میری رُوح قبض نہ کرنا۔ یہ سُنکر ملکُ الموت یا محمّداہ کہتے ہوئے باہر آگئے۔ اسی اثنا میں جبریلؑ ہوا میں ملکُ الموت کے پاس پہنچے اور پُوچھا کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رُوح قبض کرلی؟ کہا نہیں، حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تک حضرتؐ سے تمہاری ملاقات نہ ہوجائے اور وُہ تم کو وداع نہ کرلیں اُن کی رُوح قبض نہ کروں۔ جبریلؑ نے کہا اے ملک الموت کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ آسمانوں کے دروازے محمّدؐ کے لیئے کھولے گئے ہیں اور بہشت کی حوروں نے اپنے کو آراستہ کیا ہے۔ پھر جبریلؑ آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا السّلام علیک یا ابا القاسمؐ۔ حضرتؐ نے فرمایا وعلیک السّلام یا جبریلؑ کیا ایسی حالت میں مجھے تنہا چھوڑ دوگے جبریلؑ نے کہا یا رسُولؐ اللہ آپ کی اجل قریب ہے اور ہر ایک کے لیئے موت درپیش ہے اور ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے میرے حبیبؑ میرے قریب آؤ۔ جبریلؑ حضرتؐ کے نزدیک گئے اور ملکُ الموت نازل ہوئے۔ جبریلؑ نے کہا اے ملکُ الموت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح قبض کرنے میں خدا کا فرمان پیشِ نظر رکھنا۔ پھر جبریلؑ آنحضرتؐ کی داہنی جانب اور میکائیلؑ بائیں جانب کھڑے ہوئے اور ملکُ الموت حضرتؐ کے رُوبرُو رُوح قبض کرنے میں مشغول ہوئے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اُس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار فرمایا کہ میرے حبیبِ قلب کو بلاؤ۔ جب کوئی بُلایا جاتا تو حضرت اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیتے۔ تو جناب فاطمہؑ سے کہا گیا کہ ہمارا گمان ہے کہ حضرتؐ جناب امیرؑ کو طلب فرما رہے ہیں۔ جنابِ فاطمہؑ امیرُ المومنین کو بُلا لائیں۔ جب جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ امیرُالمومنینؑ پر پڑی شاد ومسرور ہوگئے اور کئی بار فرمایا اے علیؑ میرے پاس آؤ۔ اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سرہانے بٹھایا، پھر غشی طاری ہوگئی اسی اثناء میں حسنین علیہم السّلام بھی آگئے۔ جب آنحضرتؐ کے جمالِ مبارک پر اُن کی نگاہیں پڑیں بے چین ہوگئے اور واجدّاہ، وامحمّداہ کہہ کر فریاد وزاری کرتے ہوئے آنحضرتؐ کے سینۂ اقدس سے لپٹ گئے۔ حضرت علیؑ نے چاہا کہ ان کو علیحدہ کردیں اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوش آگیا فرمایا اے علیؑ ان کو چھوڑ دو تاکہ مَیں اپنے باغ کے ان دونوں پھُولوں کو سُونگھتا رہوں اور یہ میری خوشبو سے معطّر ہوتے رہیں۔ مَیں ان کو رُخصت کردوں اور یہ مجھے وداع کرلیں۔ بیشک یہ میرے بعد مظلوم ہوں گے اور زہرِ ستم اور تیغ ظلم سے مارے جائیں گے۔ پھر تین مرتبہ فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو اُس پر جو ان پر ظلم وستم کرے۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر امیرُالمومنین کو اپنے لحاف کے اندر کھینچ لیا اور اپنے مُنہ کو ان کے مُنہ پر رکھ دیا۔ اور دُوسری روایت کے مطابق اپنا دہن اقدس اُن کے کان سے ملا دیا اور بہت سی راز کی باتیں کیں اور اسرارِ الٰہی اور علوم لا متناہی آپ کو تعلیم فرمائے یہاں تک کہ آپ کا طائرِ رُوح آشیانۂ عرشِ رحمت کی جانب پرواز کر گیا پھر امیرُالمومنین

سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لحاف سے باہر آئے اور فرمایا لوگو! تمہارے پیغمبر کے غم میں خداوندِ عالم تمہارا اجر زیادہ کرے کیونکہ حضرت ربّ العزّت نے اُس برگزیدۂ عالم کی رُوح اپنے پاس بُلالی۔ یہ سُنتے ہی اہلبیتؑ رسالت میں گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کا شور بلند ہوُا اور مومنوں کا ایک مختصر گروہ جو خلافت کے غصب کرنے میں مشغول نہیں ہوا تھا ان اہلبیتؑ کے ساتھ تعزیت اور مصیبت میں شریک ہوُا۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ سے لوگوں نے پُوچھا کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کیا راز بیان کیئے جبکہ آپ کو زیرِ لحاف داخل کرلیا تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے تھے جن میں ہر باب سے ہزار ہزار باب خود بخود منکشف ہوگئے۔

ابن بابویہ نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ حضرت امیرُالمومنین نے فرمایا کہ سب سے پہلی بلا اور سب سے پہلا امتحان جو رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھ پر وارد ہوُا یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کے درمیان میرا خصوصیت سے کوئی مونس ومددگار نہ تھا جس پر مجھے بھروسہ ہوتا اور اُس سے مدد کی اُمید رکھتا۔ آنحضرتؐ نے بچپن میں میری پرورش کی اور جوانی میں مجھے پناہ دی اور یتیمی کا غم محسوس نہ ہونے دیا اور میرے اور میرے عیال کے اخراجات کے متکفل رہے اور مجھے طلب وتلاشِ روزی سے بے نیاز کردیا اور مَیں آنحضرتؐ کی برکت سے ان کے حاصل کرنے میں کبھی محتاج نہ ہوُا۔ اور ایسی ہی دُنیاوی بہت سی نعمتیں تھیں جو حضرتؐ کے طفیل میں مجھ کو حاصل ہوئیں۔ اور باوجود بہت زیادہ ہونے کے اُس کے مقابلہ میں بہت کم تھیں جن کمالاتِ انسانی کے عالی درجات میں ترقی دینے سے مجھے مخصوص فرمایا اور جن علوم ربانی اور قرب ووصال حضرت احدیت جلّ شانہٗ کے سلوک مراتب کی رہنمائی میں اور اقوال وافعال کے بہترین آداب سے مجھے آراستہ کرنے میں ممتاز فرمایا۔ لہٰذا آنحضرتؐ کی وفات سے وُہ الم واندوہ مجھ پر نازل ہوئے جن کے بارے میں گمان کرتا ہوں کہ اگر پہاڑوں پر پڑتے تو اُن میں برداشت کی طاقت نہ ہوتی۔ مَیں نے آنحضرتؐ کے غم میں مصیبت والوں کو مختلف حالات میں پایا۔ بعضوں کا جزع وفزع اس قدر سخت ہوُا کہ ضبط نہیں کرسکے اور ان مصیبتوں کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے تھے ان کی بے قراری کی شدّت نے اُن کے صبر کو زائل کردیا تھا اور اُن کی عقل کو مختل کرڈالا تھا اور وُہ سمجھنے اور سمجھانے اور کہنے سُننے سے عاجز ہوگئے تھے۔ یہی حال آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ اور فرزندانِ عبدالمطلب اور تمام لوگوں کا تھا۔ بعض تعزیت دیتے اور صبر کی تلقین کرتے تھے اور بعض اُن کے ساتھ گریہ وزاری میں اُن کے شریک تھے غرض ایسی سخت مصیبت میں جو مجھ پر دفعتہً پڑی تھی مَیں نے صبر اپنے لیئے لازم قرار دیا اور خاموشی کو اختیار کیا اور آنحضرتؐ کی تجہیز وتکفین وغسل وحنوط اور حضرتؐ پر نماز پڑھنے اور دفن کرنے اور کتاب خدا کے جمع کرنے میں جیسا کہ مجھے آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا مشغول ہوُا۔ اور مجھے ان ضروری اُمور کے انجام دینے میں بے قراری اور بے چینی اور آہ ونالہ مانع نہ ہوُا یہاں تک کہ مَیں نے اُن اُمور کے انجام دینے میں خداوندِ عالم کی جانب سے جو حق مجھ پر لازم تھا ادا کیا۔ اور اُن غم ورنج اور درد ومصیبتوں کو مَیں نے صبر وشکیبائی اور خدا کی لامحدود رحمت کی اُمید میں مٹا دیا۔

ابن شہر آشوب نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرضِ وفات

میں ایک روز غشی طاری تھی۔ ناگاہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جناب فاطمہؑ نے پوچھا کون ہے کہا میں ایک مرد غریب ہوں اور آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ سوال کرنے آیا ہوں۔ کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ گھر میں آجاؤں؟ جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحمت کرے تو واپس جا اور اپنا کام کر اس وقت رسولؐ اللہ بیمار ہیں اور تجھ سے نہیں مل سکتے۔ یہ سُنکر وُہ چلا گیا پھر تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا کہا ایک غریب حاضر ہے۔ کیا اجازت ہے کہ رسولؐ خدا کے پاس آئے۔ کیا آپ غریبوں کو اجازت دیتی ہیں؟ اسی اثناء میں آنحضرتؐ کو ہوش آگیا۔ آپ نے اپنی مبارک آنکھیں کھولیں اور فرمایا اے فاطمہؑ تم جانتی ہو کہ یہ کون ہے؟ عرض کی نہیں یا رسولؐ اللہ فرمایا یہ جماعتوں کو پراگندہ کرنے والا، اور لذتوں کو زائل کرنے والا ہے؛ یہ ملکؑ الموت ہے اور مجھ سے پہلے کسی سے اس نے اجازت نہیں طلب کی ہے اور نہ آیندہ کسی سے اجازت طلب کرے گا یہ میرے احترام و کرامت کے لیئے جو مجھے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاصل ہے اجازت طلب کرتا ہے۔ اے فاطمہؑ اس کو اجازت دے دو کہ یہ اندر آئے۔ یہ سُنکر جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ اندر آجاؤ خدا تم پر رحمت کرے غرض ملکؑ الموت تیز نسیم کے مانند گھر میں داخل ہوئے اور اہلبیتؑ رسالت کو سلام کیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیٰ اَہْلَبَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ اُس وقت پھر آنحضرتؐ نے امیرالمومنین کو دُنیا میں اہل جور و جفا کے ظلم پر صبر کرنے اور جناب فاطمہؑ کی نگہداشت کرنے اور قرآن جمع کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرض ادا کرنے اور اُن حضرتؐ کو غسل دینے کی وصیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ قبر کے گرد دیوار تعمیر کر دیں گے اور حسنؑ و حسینؑ کی حفاظت کریں گے۔

کشف الغمہ میں حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ کی وفات کا وقت آیا ایک شخص نے اجازت طلب کی کہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو۔ امیرالمومنین نے باہر جا کر پوچھا کہ کیا کام ہے اُس نے کہا حضرتؐ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اس وقت حضرتؐ سے ملاقات ہونا ممکن نہیں بتاؤ کیا کام ہے۔ اُس نے کہا ضروری کام ہے ضرور آنحضرتؐ کے پاس جاؤں گا۔ امیرالمومنین رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے اور اُس شخص کے لیئے اجازت طلب کی۔ حضرتؐ نے فرمایا اُس سے کہہ دو کہ آجائے۔ وُہ شخص آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گیا اور کہا یا حضرتؐ میں خدا کی جانب سے آپ کے پاس پیغام لے کر آیا ہوں۔ حضرتؐ نے پُوچھا تم کون ہو؟ عرض کی میں ملک الموت ہوں حضرت احدیت نے فرمایا ہے کہ آپ کو اختیار ہے آپ چاہیں اپنے پروردگار کی ملاقات پسند فرمائیں یا دُنیا میں رہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا مجھے مُہلت دو اس قدر کہ جبریلؑ آجائیں اور میں اُن سے مشورہ کر لوں۔ اُسی اثناء میں جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا یا رسولؐ اللہ آپ کے لیئے دُنیا سے آخرت بہتر ہے۔ خداوند عالم آپ کو اپنا تقرب و کرامت و منزلت اور شفاعت اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ بیشک آپ کے لیئے لقائے حق تعالیٰ بقائے دُنیا سے بہتر ہے۔ یہ سُنکر آپ نے ملکؑ الموت سے فرمایا کہ خدا کی جانب سے جس کام پر مامور ہوئے ہو عمل میں لاؤ۔ جبریلؑ نے کہا اے ملکؑ الموت جلدی مت کرو جب تک میں اپنے پروردگار کے پاس جا کر واپس نہ آجاؤں۔ ملکؑ الموت نے کہا حضرتؐ کی جان اقدس اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ تاخیر مناسب نہیں جناب جبریلؑ نے فرمایا کہ یہ میرا آنا زمین پر آخری ہو گا پھر مجھے زمین سے کیا کام ہے۔

نیز ثعلبی نے روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضرتؐ پر مرض کی شدت ہو چکی تھی اور پُوچھا آپ کی مَوت کب واقع ہو گی؟ حضرتؐ نے فرمایا قریب ہو چکی ہے پُوچھا آپ کہاں واپس جائیں گے فرمایا سدرۃ المنتہیٰ اور جنّت الماوٰی اور رفیق اعلیٰ کی طرف جہاں حق تعالیٰ کے تقرب کی شراب کے گھُونٹ اور بہترین زندگی ہے۔ پُوچھا آپ کو غسل کون دے گا فرمایا میرے اہلبیتؑ میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہے۔ پُوچھا کس کپڑے کا آپ کو کفن دیا جائے گا فرمایا کہ اسی لباس کا جو میں پہنے ہوئے ہوں یا یمنی حلوں کا یا مصری سفید کپڑے کا۔ پُوچھا آپ پر نماز کیونکر پڑھی جائے گی یہ سُنکر لوگوں میں شورِ گریہ بلند ہُوا کہ دَر و دیوار لرزنے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا صبر کرو خدا تم کو معاف کرے۔ جب مجھے غسل و کفن دے چکیں مجھے ایک تختے پر میری قبر کے کنارے لٹا دیں اور تھوڑی دیر کے لیئے ہٹ جائیں اور مجھے تنہا چھوڑ دیں تو سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا وُہ خداوند عالم، پھر فرشتوں کو اجازت دے گا کہ مجھ پر نماز پڑھیں تو سب سے پہلے جو نازل ہو گا وُہ جبریلؑ ہوں گے۔ پھر اسرافیلؑ پھر میکائیلؑ پھر ملکؑ الموت پھر تمام فرشتوں کا لشکر نازل ہو کر مجھ پر نماز پڑھے گا۔ پھر تمام لوگ قطار در قطار اس مقام پر آکر مجھ پر درود و سلام بھیجنا، اور فریاد و نالہ کر کے مجھے اذیت مت پہنچانا۔ اور سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے میرے اہلبیتؑ میں سے قریب تر لوگ ہوں اُس کے بعد میرے اہلبیتؑ میں سے عورتیں اور لڑکے اس کے بعد دُوسرے لوگ ابوبکرؓ نے پُوچھا آپ کی قبر میں کون داخل ہو گا۔ فرمایا میرے اہلبیتؑ میں سے جو مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک اور مقرب ہے یا چند فرشتے ہوں گے جن کو تم نہیں دیکھو گے۔ بس جاؤ اور جو کچھ مَیں نے بیان کیا ہے دُوسروں کو بتا دو۔

نیز امیرؑ المومنین سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی آخری مرض میں جبریلؑ ہر روز اور ہر رات آیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے آپ پر سلامتی ہو آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم اپنا حال کیسا پاتے ہو حالانکہ وُہ بہتر جانتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ آپ کا اکرام و احترام زیادہ کرے جس طرح آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور چاہتا ہے کہ بیماروں کی عیادت آپ کی اُمت میں سُنّت قرار پائے۔ اُس وقت اگر حضرتؐ کو تکلیف ہوتی تو فرماتے کہ مَیں درد میں مبتلا ہوں۔ اور جبریلؑ جواب میں کہتے کہ اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے نزدیک کوئی شخص آپ سے بڑھ کر بلند مرتبہ نہیں ہے اور اس وجہ سے آپ کو درد بخشتا ہے کہ آپ کی دُعا کی آواز دوست رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ آخرت میں آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور اگر آنحضرتؐ فرماتے کہ آرام سے ہوں جبریلؑ کہتے تھے کہ خدا کا شکر کیجئے کیونکہ خداوند عالم شکر کرنے والوں کا شکر زیادہ پسند فرماتا ہے اور اُن پر اپنی نعمتیں زیادہ کرتا ہے۔ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب جبریلؑ نازل ہوتے تھے اُن کے آنے کے آثار مجھ پر ظاہر ہو جاتے تھے کیونکہ سوائے میرے سب لوگ اُس گھر سے باہر چلے جاتے تھے۔ غرض آخری بار جبریلؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کا حال دریافت فرماتا ہے باوجود اس کے کہ خود بہتر جانتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اپنے کو سفر آخرت پر آمادہ پاتا ہوں اور اپنے میں مَوت کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ جبریلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ کو خوشخبری ہو کہ خداوند عالم چاہتا ہے

کہ اس حال میں جو آپ کو لاحق ہے آپ کے درجات بلند کرے باوجودیکہ آپ کے درجہ کے برابر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے جبریلؑ ملکُ الموت اجازت لے کر میرے گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور میں نے اُن سے مہلت لے لی ہے کہ تم آجاؤ۔ جبریلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ عالمین کا پروردگار آپ کا مشتاق ہے اور ملکُ الموت نے سوائے آپ کے کسی سے اجازت نہیں طلب کی اور نہ آئندہ کسی سے طلب کریں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا اے جبریلؑ میرے پاس سے مت جاؤ جب تک ملکُ الموت نہ واپس جائیں۔ پھر حضرتؐ نے اپنے فرزندوں اور عورتوں کو طلب فرمایا تاکہ اُن کو وداع کریں۔ اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ میرے نزدیک آؤ۔ اے پارۂ جگر۔ اور آنحضرتؐ نے اُن کو اپنے سینہ سے لپٹا لیا اور پیار کیا اور کوئی راز اُن کے کان میں بیان فرمایا جب جناب فاطمہؑ نے سر اُٹھایا، آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تو حضرتؐ نے دوبارہ اُن کو اپنے قریب بلایا اور اُن کے کان میں ایک راز پھر کہا جس کو سُنکر جناب فاطمہؑ نے سر اُٹھایا اور ہنسنے لگیں۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ کی بیویوں نے تعجب کیا۔ جب اُن معصومہؑ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضرتؐ نے اپنی وفات کی خبر مجھ سے بیان کی اس سبب سے میں رونے لگی تھی؛ پھر دوسری مرتبہ حضرتؐ نے فرمایا کہ پارۂ جگر دعوت کیونکہ میں نے خدا سے التجا کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سے سب سے پہلے جو مجھ سے ملاقات کرے وہ تم ہو اور خدا نے میری دُعا قبول فرمالی ہے اور میرے بعد تم دُنیا میں زیادہ نہ رہو گی اس سبب سے میں خوش ہو گئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ و حسینؑ (علیہم السلام) کو طلب فرمایا اور اُن کو پیار کیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ جب جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا سے مفارقت کی حضرتؐ کے سامنے پردہ ڈال دیا گیا۔ اور امیرُ المومنین پردہ کے سامنے بیٹھے تھے اور انتہائی اندوہ و ملال کے سبب اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ جب ہوا چلتی تو وہ پردہ آنحضرتؐ کے چہرۂ مبارک سے مس ہو جاتا۔ صحابہ سے آنحضرتؐ کا دروازہ رُکا ہوا تھا اور مسجد بھری ہوئی تھی اور وہ نالہ و فریاد کر رہے تھے اور آنسو بہا رہے تھے اور خاک اپنے سروں پر اُڑا رہے تھے۔ ناگاہ حضرتؐ کے مکان سے ایک آواز بلند ہوئی کہ تمہارا پیغمبرؐ طاہر و مطہر تھا اس کو غسل مت دو اور دفن کر دو۔ لیکن اس کا کہنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ جناب امیرؑ نے اس کی آواز سُنی تو سمجھ گئے کہ وہ شیطانؑ ہے، اور لوگوں کے فتنہ میں پڑنے سے خوفزدہ ہو کر سر زانو سے اُٹھایا اور فرمایا کہ اے دُشمنِ خدا دُور ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ حضرتؐ کو غسل دوں، کفن پہناؤں تب دفن کروں اور یہ سُنّت قیامت تک کے لئے تمام لوگوں کے واسطے جاری ہے۔ پھر دُوسرے ندا کرنے والے نے آواز دی کہ اے علیؑ بن ابی طالبؑ اپنے پیغمبرؐ کی شرمگاہ پوشیدہ رکھنا اور غسل کے وقت اُن کے تنِ اطہر سے پیراہن جُدا نہ کرنا۔

شیخ مفید، سید رضی الدین اور دُوسرے علماٗ نے بسندِ معتبر ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا سے دارِ بقا کی جانب رحلت کی جناب امیرؑ آنحضرتؐ کو غسل دینے کے لئے آمادہ ہوئے جناب عباسؓ موجود تھے اور فضل بن عباسؓ حضرتؐ کی مدد کر رہے تھے۔ غسل سے فارغ

ہو کر حضرتؐ کو کفن دیا اور آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور کہا کہ میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں آپ پاک و پاکیزہ اور بہتر تھے حیات میں اور مرنے کے بعد بھی۔ اور آپ کی وفات کی وجہ سے منقطع ہو گئے وہ برکات جو کسی پیغمبر کی وفات کے بعد منقطع نہیں ہوئے تھے، اور آسمانی وحیوں کا نازل ہونا بند ہو گیا آپ کی وفات کی مصیبت اس قدر عظیم اور سخت ہے جس سے دوسری مصیبتوں میں تسکین ہوتی ہے۔ اور آپ کی وفات کی مصیبت اور اندوہ و غم اس قدر عام ہے کہ تمام خلق آپ کی تعزیت میں صاحبِ مصیبت ہے۔ اور اگر آپ نے مجھے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور گریہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو بے شک میں اپنے دماغ کا بھیجا آپ کی مصیبت میں آنسوؤں کی شکل میں بہا دیتا اور ہرگز آپ کے درد و غم کا علاج نہ کرتا اور دل سے آپ کی مفارقت کا زخم مندمل نہ ہونے دیتا، اور یہ سب آپ کی مصیبت کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا۔ آپ کے غم و ملال کا علاج نہیں ہو سکتا اور آپ کی مفارقت کا صدمہ زائل ہونے کے قابل نہیں ہے۔ آپ پر میرے باپ ماں فدا ہوں آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مجھے یاد رکھیئے گا اور ہم کو اپنے دل سے بھُلا نہ دیجیئے گا۔ یہ کہہ کر حضرتؐ کی لاش پر گر پڑے۔ حضرتؐ کے چہرۂ اقدس کو چُومتے تھے اور سینۂ پُر درد سے حسرت و اندوہ کے ساتھ آہ کھینچتے تھے۔ آخر حضرتؐ کے چہرے کو ڈھانپ دیا۔

بصائر الدرجات میں روایت ہے کہ جس روز جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کو غسل دیا خداوند عالم نے اُن سے بطورِ راز کچھ الہام فرمایا۔ نیز بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ نے عالمِ بقا کی جانب رحلت فرمائی جبریلؑ و ملائکہ اور روحیں نازل ہوئیں جو شبِ قدر میں آنحضرتؐ پر نازل ہوا کرتی تھیں۔ اُس وقت خداوندِ عالم نے جناب امیرؑ کی آنکھوں کو روشن و منور فرما دیا کہ وہ حضرتؐ زمین سے آخری آسمان تک دیکھتے تھے اور وہ فرشتے اور روحیں آنحضرتؐ کو غسل دینے اور نماز پڑھنے میں جناب امیرؑ کی مدد کرتی تھیں۔ اور آنحضرتؐ کی قبر شریف کھود کر تیار کی اور خدا کی قسم فرشتوں کے علاوہ کسی نے آنحضرتؐ کی قبر نہیں کھودی۔ جب امیرُ المومنین نے آنحضرتؐ کو قبر میں رکھا وہ بھی اُن جنابؐ کے ساتھ قبر میں داخل ہوئے۔ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتوں سے گفتگو کی اور خدا نے جناب امیرؑ کے کانوں میں اُن کی گفتگو سُننے کی قوت بخشی۔ آپ نے سُنا کہ رسُولؐ خدا فرشتوں سے امیرُ المومنین کی سفارش کرتے ہیں تو حضرت گریاں ہوئے اور سُنا کہ فرشتے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ ہم اُن کی خدمت و اعانت اور مدد اور خیر خواہی میں کمی نہ کریں گے۔ وہی آپ کے بعد ہمارے امام و پیشوا ہیں اور ہم ہمیشہ اُن کے پاس آتے رہیں گے لیکن وہ آج کے بعد ہماری آواز سُننے کے علاوہ ہم کو نہ دیکھیں گے۔ پھر جب جناب امیرؑ نے عالمِ بقا کی جانب رحلت فرمائی جبریلؑ و میکائیلؑ اور فرشتے اور روحیں حسنؑ و حسینؑ پر نازل ہوئیں۔ اُس وقت اُن حضراتؑ نے ملائکہ کو دیکھا اور وہ تمام اُمور واقع ہوئے جو جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات میں واقع ہوئے تھے اور اُن حضراتؑ نے دیکھا کہ فرشتے امیرُ المومنین کے کفن و دفن میں اُن کی مدد کر رہے ہیں۔ جب امام حسنؑ نے رحلت فرمائی امام حسینؑ نے جبریلؑ فرشتوں اور روحوں اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرُ المومنین کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور امام حسنؑ کے غسل و کفن و دفن میں امام حسینؑ کی موافقت فرما رہے ہیں اور جب امام حسینؑ شہید ہوئے جناب

علیؑ بن الحسینؑ نے ان تمام حضرات کو دیکھا کہ آئے ہیں اور تمام اُمور میں مدد کر رہے ہیں۔ جب امام زین العابدینؑ نے رحلت کی امام محمد باقرؑ نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیرؑ المومنین، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو دیکھا کہ مدد کر رہے تھے اور جبریلؑ و میکائیلؑ اور روحیں اور فرشتے اُن حضراتؑ کی اعانت کر رہے تھے۔ اور جب جناب امام محمد باقرؑ کی وفات ہوئی میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا، جناب امیرؑ، حسنؑ و حسینؑ اور امام زین العابدینؑ مدد کر رہے تھے اور فرشتے روحوں کے ساتھ اُن جناب کے غسل و کفن و دفن و نماز میں میری اعانت کر رہے تھے اور یہ حکم تمام ائمہ کے لیئے جاری اور باقی ہے۔ [1]

کلینی اور شیخ طوسی وغیرہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا کو تین کپڑوں میں کفن دیا ایک سرخ چادر اور دو سفید یمنی کپڑوں کا۔ نیز بسند حسن حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب عباسؓ امیرؑ المومنین کی خدمت میں آئے اور کہا کہ لوگوں نے مشورہ کر لیا ہے کہ جناب رسولؐ خدا کو بقیع میں دفن کریں گے اور ابوبکرؓ امام بن کر نماز پڑھائیں گے۔ جب اُن حضرتؑ کو یہ معلوم ہوا کہ منافقین فساد پر آمادہ ہیں تو گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ایہا النّاس بیشک رسولِ خدا اپنی حیات اور وفات کے بعد ہمارے امام اور پیشوا تھے حضرتؐ نے خود فرمایا کہ میں اُسی جگہ دفن ہوں گا جہاں میری رُوح قبض کی جائے گی۔ چونکہ غصب خلافت میں اپنا مطلب نکالنا چاہتے تھے اس لیئے اس معاملہ میں لوگوں نے مضائقہ نہیں کیا اور کہا جو کچھ آپ جانتے ہیں کیجیے۔ غرض اُن حضرتؑ نے آگے کھڑے ہو کر امامت کی اور حضرتؐ پر نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ سے فرمایا تو دس دس افراد نے حضرتؐ کے جنازے کی نماز پڑھی۔ پھر امیرؑ المومنین نے اُن کے درمیان کھڑے ہو کر اس آیت کی تلاوت کی:- إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (آیت ۵۶ سورۃ احزاب پ ۲۲) یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی حضرتؐ پر درُود اور سلام بھیجتے رہو۔" پھر ان لوگوں نے یہ آیت پڑھی اور حضرت رسولِ خدا پر صلوٰۃ بھیجی اور باہر چلے گئے یہاں تک کہ اہل مدینہ اور مدینہ کے اطراف کے لوگوں نے صلوات بھیجی۔

شیخ طبرسی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ دس دس افراد داخل ہوتے تھے اور آنحضرتؐ پر بغیر امام کے نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح تمام دن دوشنبہ کا اور سہ شنبہ کی رات صبح تک اور سہ شنبہ کا تمام دن شام تک مدینہ اور اطراف مدینہ کے ہر خورد و بزرگ اور مردوں اور عورتوں نے آنحضرتؐ پر نماز پڑھی۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اُن حدیثوں سے جو گزریں کہ جبریلؑ نے فرمایا کہ آئندہ زمین پر نازل نہ ہوں گا شاید یہ مُراد ہو کہ میں وحی لے کر نازل نہ ہوں گا تاکہ یہ حدیثیں اُن کے برعکس نہ ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زمین پر نہ آئے ہوں اور ہوا پر یہ امُور انجام دیئے ہوں - ۱۲
(واللہ تعالیٰ یعلم)

رحلت فرمائی آپ پر تمام فرشتوں نے اور مہاجرین و انصار نے قطار در قطار نماز پڑھی۔ امیرؑ المومنین فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صحت کی حالت میں فرماتے تھے کہ یہ آیت (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ الخ) میری وفات کے بعد مجھ پر نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

شیخ طوسی نے اُنہی حضرتؑ سے بسند صحیح روایت کی ہے کہ جب امیرؑ المومنین نے جناب رسولؐ خدا کو غسل دیا تو کپڑا آنجنابؐ کے روئے اقدس پر ڈال دیا اور گھر میں چھوڑ دیا۔ تو جو گروہ بھی داخل ہوتا تھا وُہ حضرتؐ کے گرد کھڑا ہو کر آپؐ پر صلوات بھیجتا اور حضرتؐ کے لیئے دُعا کرتا اور باہر آجاتا۔ جب سب فارغ ہو چکے تو امیرؑ المومنین حضرتؐ کی قبر مطہر میں اُترے۔ اُسی وقت بنی الحبلا میں سے ایک انصاری جس کو اوس بن خولی کہتے تھے اور وُہ باہر سے دیکھ رہا تھا اُس نے کہا یا علیؑ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ہمارا حق زائل نہ کیجیئے اور ہماری خدمتیں فراموش نہ کیجیئے اور ہم کو حضرتؐ کی اس آخری خدمت کے شرف سے کچھ بہرہ مند فرمایئے۔ تو جناب امیرؑ نے اُس کو بھی قبر میں اُتار لیا۔ وُہ جنگ بدر میں موجود تھا۔ راوی نے پُوچھا کہ آنحضرتؐ کے جنازہ کو قبر کی کس طرف رکھا تھا فرمایا قبر کی پائینتی کی جانب رکھا گیا اور وہیں سے قبر میں اُتارا۔

کتاب احتجاج اور کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں سلمانؓ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے جب آنحضرتؐ کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو مجھے ابوذرؓ، مقدادؓ، جناب فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو گھر میں داخل کیا اور خود آگے کھڑے ہوئے اور ہم لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور آنحضرتؐ پر نماز پڑھی۔ حضرت عائشہ اُسی حجرہ میں تھیں مگر اُن کو خبر نہ ہوئی اس لیئے کہ جبریلؑ نے اُن کی آنکھوں کو بند کر رکھا تھا۔ پھر دس دس افراد مہاجر و انصار داخل حجرہ ہوتے اور آنحضرتؐ پر صلوات بھیجتے اور باہر چلے جاتے۔ اسی طرح تمام مہاجر و انصار (موجودہ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسی طرح پر صلوات بھیجی مگر آنحضرتؐ پر نماز وہی تھی جو پہلے پڑھی گئی۔

کتاب کفایۃ الاثر میں بسند معتبر عمار یاسر سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ کی وفات کا وقت آیا تو آپؐ نے امیرؑ المومنین کو طلب کیا اور اُن سے بہت کچھ فرمایا جس میں سے یہ امر بھی تھا کہ اے علیؑ تم میرے وصی ہو اور میرے وارث ہو۔ خدا نے تم کو میرا علم و فہم عطا فرمایا ہے۔ جب میں دُنیا سے رُخصت ہو جاؤں گا تو تمہارے ساتھ ایک جماعت اپنی دیرینہ عداوت کو جو اپنے سینوں میں پوشیدہ کیئے ہوئے ہے ظاہر کرے گی اور تمہاری خلافت غصب کرے گی۔ یہ سُنکر جناب فاطمہؑ اور حسنؑ و حسین علیہم السّلام رونے لگے۔ حضرتؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے بہترین زنان عالمین کیوں روتی ہو عرض کی اے پدر بزرگوار ڈرتی ہوں کہ آپ کے بعد ہمارے حقوق ضائع کیئے جائیں گے اور ہماری حرمت کی رعایت نہ کی جائے گی۔ حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ تم کو خوشخبری ہو کہ میرے اہلبیتؑ میں سے تم سب سے پہلی فرد ہو گی جو مجھ سے ملاقات کرو گی۔ رو ؤمت اور رنجیدہ مت ہو اس لیئے کہ تم اہلِ بہشت کی عورتوں میں سب سے بہتر ہو اور تمہارے پدر بہترین پیغمبران ہیں اور تمہارے شوہر پیغمبروں کے وصیوں میں سب سے بہتر ہیں اور تمہارے دونوں فرزند جو اہل جنت کے لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور حق تعالیٰ صلب حسینؑ سے ۹ امام خلق فرمائے گا جو سب کے سب معصوم ہوں گے۔ اور اس

اُمت کا مہدی ہم میں سے ہوگا۔ پھر علیؑ بن ابی طالبؑ سے خطاب فرمایا کہ یا علیؑ سوائے تمہارے کوئی میرے غسل و کفن میں مشغول نہ ہو۔ حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسُولؐ اللہ آپؐ کے غسل میں میری مدد کون کرے گا۔ فرمایا جبرئیلؑ مدد کریں گے فضل بن عباسؓ تمہارے ہاتھ پر پانی ڈالیں گے۔

فقہ الرّضا میں مذکور ہے کہ جب امیرؑ المومنین جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل سے فارغ ہوئے اپنی زبان مبارک سے آنحضرتؐ کی آنکھوں کے حلقوں میں جو پانی تھا صاف کیا اور کہا میرے باپ ماں آپؐ پر فدا ہوں یا رسُولؐ اللہ آپ اپنی حیات میں بھی پاک و پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔

کتاب نہج البلاغۃ میں مرقوم ہے کہ جناب سیدہؑ کی وفات کے بعد حضرت امیرؑ المومنین نے جناب رسُولِ خدا سے خطاب کیا کہ یا رسولؐ اللہ بے شک آپ کی مفارقت اور جُدائی کی عظیم مصیبت کے سبب ہر مصیبت میرے لیئے صبر کا باعث ہے کیونکہ میں نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں رکھا اور آپ کی رُوح مقدس میرے سینہ اور گلے کے درمیان جسم مطہر سے باہر نکلی۔ دُوسرے خطبہ میں فرمایا کہ جب رسُولِ خدا کی رُوح پاکیزہ قبض کی گئی تو حضرتؐ کا سر مبارک میرے سینہ پر تھا اور آپ کی جان میری ہتھیلی پر جاری ہوئی تو میں نے ان کو اپنے مُنہ پر مل لیا اور خود حضرتؐ کے غسل میں مشغول ہُوا۔ فرشتے میرے مددگار تھے تمام مکان اور اُس کے چاروں طرف فرشتوں کی آواز سے بھرا ہُوا تھا ایک گروہ اُوپر جاتا تھا اور ایک زمین پر آتا تھا میں اُن کی آوازیں سُنتا تھا وُہ آنحضرتؐ پر درُود بھیج رہے تھے یہاں تک کہ میں نے آنحضرتؐ کے جسم مبارک کو ضریح کے اندر پوشیدہ کیا لہٰذا آنحضرتؐ کے لیئے آپ کی حیات اور وفات کے بعد مجھ سے زیادہ کون مستحق ہو سکتا ہے۔ کلینی نے بسندِ حسن حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ابوطلحہ انصاری نے آنحضرتؐ کی قبر کھودی تھی۔[1]

کلینی نے بسندِ معتبر دیگر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ شقران آزاد کردۂ رسُولؐ اللہ نے آنحضرتؐ کی قبر میں قطیفہ رکھا تھا۔ اور بسندِ صحیح اُنہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے حضرتؐ کی قبر پر اینٹیں چنی تھیں (دیوار تعمیر کی تھی) اور دُوسری معتبر سند سے اُنہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی قبرِ مطہر سُرخ پتھر کے ٹکڑوں سے پاٹ دی۔ اور کلینی اور حمیری وغیرہم نے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جب میری وفات ہو جائے تو مجھ کو اسی مقام پر دفن کرنا اور میری قبر زمین سے چار اُنگل اُونچی کرنا اور پانی قبر پر بہا دینا۔ اور شیخ طوسی نے دوسری حدیث میں روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی قبرِ اقدس کو ایک بالشت بلند کیا تھا۔[2]

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالمِ بقا

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ لوگوں کی نگاہوں میں بظاہر ابوطلحہؓ نے قبر کھودی ہوگی ورنہ درحقیقت فرشتوں نے قبر کھودی تھی جیساکہ سابقہ حدیث میں گزرا اور یہی زیادہ قوی ہے تاکہ حدیث سابقہ کے خلاف نہ ہو۔ ۱۲

[2] مؤلف فرماتے ہیں کہ چار اُنگل کی حدیثیں بہت ہیں۔ ممکن ہے پہلے چار اُنگل بلندی رکھی گئی ہو اور کنکروں کو پاٹنے کے بعد ایک بالشت اُونچی ہوگئی ہو اور احتمال یہ ہے کہ یہ حدیث تقیہ پر محمول ہو۔ ۱۲

کی جانب رحلت فرمائی میں نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھا اُس کے بعد کئی ہفتہ تک جب میں کھانا کھاتی یا وضو کرتی تھی مجھے اپنے ہاتھ سے مُشک کی خوشبو آتی تھی۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جس شب کو آنحضرتؐ ریاض جنت کی جانب تشریف لے گئے وُہ رات آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ پر نہایت طویل گزری اور اُن سب کی یہ حالت تھی کہ اُن کو یہ نہیں سمجھ میں آتا تھا کہ وُہ آسمان کے نیچے ہیں یا زمین کے اُوپر ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ خدا کی رضا مندی وخوشنودی کے لیئے اپنوں اور دُوسروں سے دُشمنی رکھتے تھے اور آپ نے ان میں سے بہتوں کو قتل کیا تھا لہٰذا حضرتؐ کے اہلبیتؑ کافروں اور منافقوں کے انتقام لینے سے خوفزدہ تھے۔ تو خدا نے اُسی عالم میں ایک فرشتہ کو بھیجا اور دُوسری روایت کے بموجب جبرئیلؑ کو بھیجا کہ لوگ ان کو دیکھتے نہ تھے مگر ان کی آواز سُنتے تھے کہ انہوں نے کہا اَلسّلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بیشک خدا کی جانب سے ثواب ہر مصیبت میں تسکین دینے والا ہے اور ہر مہلکہ سے نجات بخشنے والا اور ضائع شدہ کا تدارک کرنے والا ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی:۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آیت ۱۸۵ سورۃ آلِ عمران پ۴) ہر نفس کے لیئے موت کی چاشنی ہے اور قیامت کے روز تمہارے اعمال کا پُورا پُورا بدلہ تم کو دیا جائے گا تو جو شخص جہنم سے بچ گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وُہ کامیاب ہُوا اور دُنیاوی زندگی تو بس دھوکا ہے۔" پھر کہا کہ بیشک خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور دوسروں پر فضیلت دی ہے اور گناہوں اور عیبوں سے پاک کیا ہے اور تم کو اپنے پیغمبرؐ کا اہلبیتؑ بنایا ہے اور اپنا علم تم کو سُپرد کیا ہے۔ اور اپنی کتاب تم کو دی ہے۔ اور تم کو اپنے علم کا صندوق قرار دیا ہے اور اپنی عزت کا عصا قرار دیا ہے اور تمہارے لیئے اپنے نور کی مثال دی ہے اور غلطیوں سے تم کو محفوظ و معصوم بنایا ہے اور مامون رکھا ہے تم کو فتنوں سے لہٰذا خدا کی خوشنودی کے لیئے صبر کرو کیونکہ خداوند عالم تم سے اپنی رحمت الگ نہیں کرے گا اور اپنی نعمتیں تم سے زائل نہیں کرے گا کیونکہ تم ہی لوگ ہو اہل خدا اور اُس نے اپنی نعمتیں مخلوق پر تمہارے ذریعہ سے پوری کی ہیں اور پراگندگیاں تمہارے سبب سے جمع کی ہیں اور کلمات متفق فرمائے ہیں۔ تم ہی لوگ خدا کے دوست ہو۔ جو شخص تمہاری محبت اختیار کرے گا وُہ ناجی ہے اور جو شخص تمہارے حقوق غصب کرے گا اور تم پر مظالم کرے گا وُہ ہلاک ہوگا اور جہنم میں جائے گا۔ خدا نے اپنی کتاب میں تمہاری محبت مومنین پر واجب کی ہے اور وُہ تمہاری مدد کرنے پر ہر وقت قادر ہے جبکہ وُہ چاہے گا اور مصلحت دیکھے گا۔ لہٰذا صبر کرو اور نیک انجام کے منتظر رہو بیشک ہر امر کی بازگشت خدا کی جانب ہے۔ یقیناً تمہارے پیغمبرؐ نے تم کو حق تعالیٰ کے سپُرد کیا ہے اور اُس نے تم کو قبول کر لیا ہے اور زمین پر تم کو مومنین اور اپنے دوستوں کے حوالہ کر دیا ہے۔ لہٰذا جو شخص امانتِ الہٰی کو ادا کرے گا اور تمہاری محبت اپنے اُوپر لازم سمجھے گا اور تمہاری عزت و حرمت کی رعایت کرے گا، خداوند عالم اس کی راستگوئی کا اچھا بدلہ اُس کو قیامت میں دے گا۔ تو خدا و رسُولؐ کی سپُرد کی ہوئی امانت تم ہی ہو۔ اور تمہاری محبت واجب ہے اور اطاعت فرض ہے۔ پیغمبرِ خدا دُنیا سے نہیں گئے یہاں تک کہ

دین کو تمہارے لیئے کامل کر دیا اور تمہارے لیئے راہِ نجات واضح کر دی اور کسی جاہل کے لیئے کوئی حجت نہیں چھوڑی لہٰذا جو شخص نادان ہو یا نادانی کا اظہار کرے یا تمہارے حق کا انکار کرے یا فراموش کرے یا فراموشی ظاہر کرے، تو اُس کا حساب خدا پر ہے اور خدا تمہاری حاجتیں پُوری کرنے والا ہے۔ مَیں تم کو خدا کے سپُرد کرتا ہوں تم پر سلامتی ہو۔ راوی نے اُن حضرتؑ سے پُوچھا کہ یہ تعزیت کس کی طرف سے تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا کی جانب سے ہے۔

معتبر حدیثوں میں وارد ہُوا ہے کہ آنحضرتؐ شہادت کے رُتبہ کے ساتھ دُنیا سے تشریف لے گئے جیسا کہ صفار نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ روزِ خیبر دستِ بزغالہ میں حضرتؐ کو زہر دیا گیا جب حضرتؐ نے اُس میں سے ایک لقمہ تناول فرمایا وُہ گوشت گویا ہُوا اور کہا یا رسُولؐ اللہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے اسی لیئے آنحضرتؐ اپنے مرضِ موت میں فرمایا کرتے تھے کہ آج اُس لقمہ نے میری پُشت توڑ دی جس کو مَیں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اور کوئی پیغمبر اور وصیِ پیغمبر ایسا نہیں جو بغیر شہادت کے دُنیا سے رُخصت ہُوا ہو۔ اور دوُسری معتبر روایت میں فرمایا کہ زنِ یہودیہ نے حضرتؐ کو گوسفند کے شانہ میں زہر ملا کر کھلایا تھا۔ جب حضرتؐ نے اُس میں سے کچھ تناول فرمایا تو اُس شانہ نے کہا کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔ یہ سُنکر حضرتؐ نے اُس لقمہ کو پھینک دیا۔ اور ہمیشہ وُہ زہر حضرتؐ کے جسم اقدس میں اثر کرتا رہا یہاں تک کہ اُسی کے اثر سے آپؐ کی وفات واقع ہوئی۔ اور عیاشی نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عائشہؓ و حفصہؓ نے اُن حضرتؐ کو زہر سے شہید کیا۔ لہٰذا ہوسکتا ہے کہ دونوں زہر آپ کی شہادت کا باعث ہُوا ہو۔ [1]

شیخ مفید، شیخ طوسی، شیخ طبرسی اور تمام محدثین خاصہ وعامہ نے روایت کی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے دُنیا سے رحلت کی مہاجرین و انصار کے سر برآوردہ لوگ مثل ابوبکر و عمر و عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ آنحضرتؐ کے اہلبیت کو اُسی غم و مصیبت میں چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے اور خلافت حاصل کرنے کی کوشش میں مشغول ہو گئے نہ اہلبیتؑ کو تعزیت دی نہ تسلّی و دلاسا دیا اور نہ آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین کی جانب متوجہ ہوئے۔ اسی سبب سے اُن میں سے بہت لوگوں کو آنحضرتؐ کی نماز جنازہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل نہ ہُوا جناب امیرؑ نے بریدہ کو اُن لوگوں کے پاس بھیجا کہ حضرتؐ کی نماز جنازہ میں حاضر ہوں مگر وُہ لوگ نہ آئے جب تک کہ اپنی بیعت لوگوں سے نہ

[1] جیسا کہ اہلسنّت کی سب سے معتبر کتاب صحیح بخاری میں درج ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مرض کی حالت میں ہم نے رسُولؐ اللہ صلعم کے مُنہ میں دوا ڈالی آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ میرے مُنہ میں دوا نہ ڈالو ہم سمجھے کہ مریض دوا سے نفرت کرتا ہے، اسی لیئے حضورؐ نے یہ فرمایا ہے جب آپ کو ہوش آیا تو فرمایا کیا مَیں نے تم کو مُنہ میں دوا ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم یہ سمجھے کہ مریض دوا سے نفرت کرتا ہے۔ اسی طرح آپ نے بھی ممانعت فرمائی۔ فرمایا سوا عباسؓ کے گھر میں ہر شخص کے مُنہ میں میرے سامنے دوا ڈالی جائے عباسؓ کے مُنہ میں نہ ڈالی جائے کیونکہ وُہ تمہارے پاس موجود نہ تھا۔ ترجمہ بخاری شریف پ۱۵ حدیث ۱۹۷۳ مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی ص۱۸۹۔ لہٰذا یہ قیاس یقین کے درجہ تک پہنچتا ہے کہ آنحضرتؐ کے آخری مرض میں آپ کو زہر ضرور دیا گیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ مترجم۔

لے لی۔ اور اُس وقت فارغ ہوئے جب آنحضرتؐ دفن کر دیئے گئے۔ جب صبح ہوئی جناب فاطمہؑ نے فریاد کی کہ کیسی بد صبح ہوئی ہے کہ تیرا دن بہت ہی منحوس ہوگا۔ ابوبکر نے جب یہ سُنا تو کہا تمہارا دن بدترین ایام ہے۔ پھر وُہ فرصت کو غنیمت سمجھ کر کہ امیرالمومنینؑ آنحضرتؐ کے دفن و کفن میں مشغول ہیں اور بنی ہاشم حضرتؐ کے غم میں گرفتار ہیں سقیفہ میں چلے گئے اور آپس میں اتفاق کیا کہ ابوبکرؓ کو خلیفہ قرار دیں جیسا کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں ایسی ہی سفارش کی گئی تھی اور انصار میں سے لوگوں نے چاہا کہ سعد بن عبادہ کو خلافت کے لیئے منتخب کریں۔ لیکن وُہ مہاجرین کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس سبب سے مغلوب ہو گئے۔ جب ابوبکرؓ کی بیعت تمام ہو گئی تو ایک شخص امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا جبکہ وُہ حضرتؑ بیلچہ ہاتھ میں لیئے ہوئے حضرتؐ کی قبر مطہر درست کر رہے تھے اور کہا منافقوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کر لی اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ فارغ ہو جائیں گے تو آپ کا حق غصب نہ کر سکیں گے۔ جناب امیرؑ نے یہ سُنکر بیلچہ ہاتھ سے رکھ دیا اور یہ آیتیں پڑھیں:۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ط سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (آیت ۱تا۴ سورۃ عنکبوت پ۲۰) الٓمّٓ۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وُہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا حالانکہ اُن سے قبل جو لوگ تھے سب امتحان میں مبتلا کیئے جا چکے ہیں تو خدا تو یقیناً سچے اور جھُوٹے لوگوں کو جانتا ہے۔ یا ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے جو بُرے اعمال بجا لاتے ہیں کہ ہماری گرفت سے نکل جائیں گے (اگر ایسا ہے تو) یہ لوگ کیا غلط خیال کیئے ہوئے ہیں") اس کا قصہ مفصل طور پر اس کے بعد دوُسری جلد میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ لوگوں نے امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس لکھ کر دریافت کیا کہ کیا امیرالمومنینؑ نے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسلِ میت دینے کے بعد خود بھی غسل مسِ میت کیا تھا یا نہیں۔ حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ جناب رسُولؐ خدا طاہر و مطہر تھے لیکن امیرالمومنینؑ نے غسل کیا تھا۔ اور یہ سنت جاری ہوئی کہ ہر میت کو (قبل غسل میت اگر مس کریں تو غسل کریں۔

شیخ طوسی، شیخ طبرسی اور تمام محدثین خاصہ وعامہ نے روایت کی ہے کہ روزِ شوریٰ جبکہ امیرالمومنینؑ نے اہلِ شوریٰ پر حجتیں تمام کیں تو فرمایا کہ کیا تم میں کوئی میرے علاوہ ہے جس نے رسُولؐ خدا کو غسل دیا ہو اُن فرشتوں کے ساتھ جو بہشت کی خوشبوئیں اور پھُول لے کر نازل ہوئے تھے۔ وُہ آنحضرتؐ کے جسم اقدس کو پھیرتے جاتے تھے اور مَیں اُن کی آوازیں سُنتا تھا۔ وُہ کہتے تھے کہ آنحضرتؐ کی شرمگاہ کو پوشیدہ رکھو تاکہ تم کو خدا پوشیدہ رکھے۔ سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کیا میرے سوا تمہارے درمیان کوئی ہے جس نے آنحضرتؐ کو اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا ہو اور دفن کیا ہو۔ سب نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تم میں کوئی میرے سوا ہے جس کی طرف خدا نے تعزیت بھیجی ہو۔ جبکہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تھی اور فاطمہ زہراؑ آنحضرتؐ پر گریہ کر رہی تھیں ناگاہ میں نے گھر کے ایک گوشہ سے کسی کو جس کو مَیں نہیں دیکھ رہا تھا یہ کہتے ہوئے سُنا

کہ السّلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ تمہارا پروردگار تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر مصیبت کے عوض خدا کی رحمت اور ثوابِ الٰہی ہے جو تسلّی دینے والا ہے تمام گزرے ہوئے مصائب میں اور ہر ضائع شدہ شے کا تدارک کرنے والا ہے۔ لہٰذا خدا کی طرف سے تعزیت فرمانے پر صبر کرو اور سمجھ لو کہ ہر اہلِ زمین کو ایک روز موت آئے گی اور اہلِ آسمان سے بھی کوئی باقی نہیں رہے گا والسّلامُ عَلَیکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اُس وقت مکان میں میرے، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے سوا کوئی نہ تھا اور جناب رسُولِ خداؐ کی میّت ہمارے درمیان رکھی ہوئی تھی اور کپڑا اُن کے بدن اطہر پر پڑا ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا کوئی نہیں۔ پھر جناب امیرؑ نے فرمایا کیا تمہارے درمیان میرے سوا کوئی ہے جس کو جناب رسُولِ خداؐ نے بہشت کا کافور دیا ہو اور فرمایا ہو کہ اس کے تین حصّے کرو اور ایک حصّہ سے مجھ کو حنوط کرنا، ایک حصّہ میری بیٹی فاطمہؑ کے لیئے ہے اور ایک حصّہ اپنے لیئے رکھنا۔ لوگوں نے اقرار کیا کہ کوئی نہیں۔ پھر فرمایا کہ مَیں تم کو قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تمہارے درمیان میرے سوا کوئی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مجھ سے زیادہ مقرب رہا ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے علاوہ تمہارے درمیان کوئی ہے جس کو رسُول اللہؐ نے ہزار کلمے (علم کے) تعلیم کیئے ہوں جن میں سے ہر کلمہ دُوسرے ہزار کلموں کی کنجی رہی ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں۔

کلینی وغیرہم نے بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باغِ جنّت کی طرف رحلت فرمائی جناب فاطمہؑ پر آنحضرتؐ کی رحلت اور منافقوں کے مظالم سے وُہ کرب و مصیبت گرا جس کی تکلیف اور شدّت خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اُس وقت خدا نے جناب جبرئیلؑ کو اُن کے پاس بھیجا تاکہ وُہ ان معصومہؑ سے گفتگو کریں اور اُن کو تسلّی دلاسا دیں۔ ہر روز جبرئیلؑ آتے تھے اور آپ کی دلداری کرتے اور خدا کے نزدیک جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدارج اور تقرب کی خبر دیا کرتے تھے اور آنحضرتؐ کے بعد اُن کی ذرّیت طاہرہ پر دُشمنوں سے جو مصیبتیں اور تکلیفیں پڑنے والی تھیں اُن سے آگاہ کیا کرتے تھے اور جو جو سلطنتیں اور حکومتیں حق یا باطل ہونے والی تھیں۔ جب جناب فاطمہؑ نے یہ صورت مشاہدہ فرمائی امیرالمومنین سے کہا کہ کوئی میرے پاس آتا ہے اور ایسی ایسی باتیں کرتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب وُہ پھر تمہارے پاس آئے تو مجھے خبر دینا۔ پھر جب حضرت جبرئیلؑ آتے تھے تو جناب فاطمہؑ امیرالمومنین کو آگاہ کرتی تھیں۔ اور جو کچھ جناب جبرئیلؑ بیان کرتے حضرت علیؑ لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک کتاب تیار ہوگئی وہی مصحفِ فاطمہؑ ہے۔ اُس میں قیامت تک ہونے والے حالات ہیں اور وُہ کتاب اب حضرت قائمؑ کے پاس ہے۔ جناب صادقؑ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسُولِ خداؐ کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ پچھتّر روز غم و الم کی شدّت میں زندہ رہیں یہاں تک کہ اپنے پدرِ بزرگوار کے پاس پہنچ گئیں صلوات اللّٰہ علیہا وعلیٰ ابیہا وبعلہا واولادھا الطاھرین ولعنۃ اللّٰہ علیٰ اعدائھم اجمعین۔

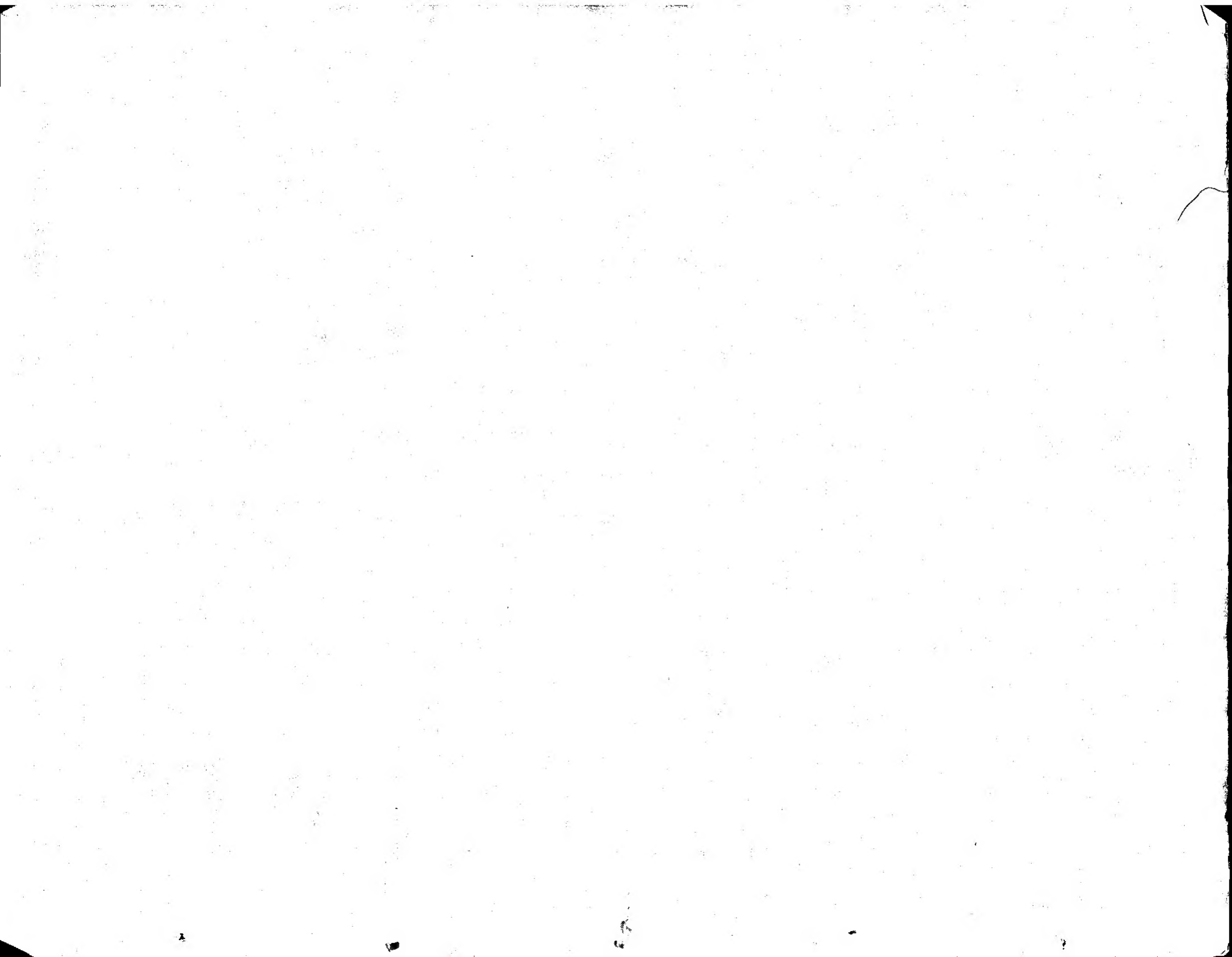
پینسٹھواں (۶۵) باب

وُہ حالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد ضریحِ مقدس کے نزدیک ظاہر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدس کے غریب و نادر کوائف

شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی عمارت تعمیر کریں حضرتؐ کی قبرِ مطہر کے سرہانے اور پائینتی سے مشک کی خوشبو ظاہر ہوئی جس کو لوگوں نے کبھی نہیں سُونگھا تھا۔

کلینی نے بسندِ معتبر جعفر بن مثنی خطیب سے روایت کی ہے۔ وُہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں مدینہ میں تھا کہ آنحضرتؐ کی مسجد کی چھت آپؐ کی قبرِ مقدس کے نزدیک خراب ہوگئی۔ معمار اُوپر جاتے اور نیچے چلے آتے۔ مَیں نے اسمٰعیل بن عمار سے کہا کہ حضرت صادقؑ سے دریافت کرے کہ ہم چھت کے اُس مقام پر جا سکتے ہیں جس کے نیچے آنحضرتؐ کی قبر شریف ہے اور دیکھیں۔ دُوسرے روز اسمٰعیل نے آکر بیان کیا کہ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ مَیں کسی شخص کے لیئے یہ پسند نہیں کرتا کہ آنحضرتؐ کی قبرِ مطہر کے اُوپر کی چھت پر جائے کیونکہ میں مطمئن نہیں ہوں کہ وُہ کچھ ایسی حالت دیکھے جس سے نابینا ہو جائے یا یہ کہ دیکھے کہ آنحضرتؐ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں یا اپنی بعض طاہرہ بیویوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں۔

نیز بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سنہ ۴۱ھ میں معاویہ نے حج کا ارادہ کیا اور ایک نجار (بڑھئی) کو لکڑیاں اور اوزار کے ساتھ بھیجا اور مدینہ کے حاکم کو خط لکھا کہ رسُول اللہؐ کے منبر کو توڑ کر اتنا بڑا منبر بنواؤ جس قدر لمبا چوڑا شام میں میرا منبر ہے۔ جب اُس نے رسُولِ خداؐ کے منبر کو توڑنے کا ارادہ کیا تو آفتاب میں گہن لگ گیا اور شدید زلزلہ شروع ہوا جس سے وُہ لوگ باز آئے۔ اور یہ صورتِ حال معاویہ کو لکھی۔ اُس نے جواب میں لکھا کہ مَیں نے جیسا لکھا ہے تجھ کو ضرور اُس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ یہ خط پڑھ کر ان لوگوں نے پھر منبرِ رسُولؐ کو توڑ کر بڑا بنایا۔ صفار وغیرہم نے بسندہائے صحیح و معتبر معصوم علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے فرماتے تھے کہ میری زندگی بھی تمہارے واسطے بہتر ہے اور میری وفات بھی۔ صحابہ نے کہا یا رسُول اللہؐ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ ہمارے لیئے بہتر ہے کیونکہ ہم نے آپ کے سبب گمراہی سے ہدایت اور آتشِ جہنم سے نجات پائی، لیکن آپ کی موت ہمارے لیئے کیسے بہتر ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کیئے جائیں گے تو تمہارے نیک اعمال جو میرے پاس لائے جائیں گے اُن کو



دیکھ کر میں دُعا کروں گا کہ خدا تمہاری توفیق زیادہ کرے اور تمہارے بُرے اعمال جو میرے سامنے آئیں گے اُن کو دیکھ کر میں تمہارے واسطے خدا سے آمرزش طلب کروں گا۔ یہ سُنکر ایک منافق نے کہا یا رسُولؐ اللہ کس طرح آپ ہمارے لیئے دُعا کریں گے جبکہ آپ کی ہڈیاں (معاذ اللہ گل سڑ کر) خاک ہو چکی ہوں گی۔ حضرتؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہے خدا نے ہمارے (یعنی میرے اور میرے اہلبیتؑ طاہرین کے) گوشت کو زمین پر حرام کر دیا ہے اور ہمارے اجسام زمین میں بوسیدہ اور خراب نہیں ہوتے۔

بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کوئی پیغمبر اور وصی پیغمبر زمین میں تین روز سے زیادہ نہیں رہتا۔ پھر اُس کا گوشت ہڈیاں اور رُوح اُٹھالی جاتی ہے اور لوگ (زیارت کو) اُس مقام (قبر دں) پر جاتے ہیں جہاں اُن کے جسم سپُرد خاک کیئے جاتے ہیں۔ اور دُور و نزدیک سے سلام اُن کو پہنچتا ہے۔

بسند ہائے معتبر بسیار اُنہی حضرتؑ سے روایت ہے کہ جب ابوبکرؓ نے امیرالمومنینؑ کی خلافت غصب کی حضرت علیؑ نے اُن سے کہا کہ کیا رسُولؐ خدا نے تم کو میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا وُہ بولے نہیں۔ اگر وُہ حکم دیتے تو آپ کی اطاعت کرتا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر اس وقت تم پیغمبرؐ کو دیکھو اور وُہ تم کو میری اطاعت کا حکم فرمائیں تو کیا میری اطاعت کرو گے وُہ بولے ہاں کروں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے ساتھ مسجد قُبا میں چلو۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ رسُولؐ اللہ کھڑے ہوئے نماز میں مشغول ہیں۔ جب آنحضرتؐ فارغ ہوئے تو امیرالمومنین نے کہا یا رسُولؐ اللہ ابوبکرؓ انکار کرتے ہیں کہ آپ نے ان کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ مَیں نے تم کو بار بار حکم دیا ہے جاؤ اور اُن کی اطاعت سے انحراف مت کرنا۔ ابوبکرؓ یہ حال دیکھ کر بہت ڈرے اور واپس آئے۔ راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بولے کیا ہُوا؟ ابوبکرؓ نے کہا رسُولؐ اللہ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا وُہ اُمت ہلاک ہوئی جس نے تمہارے ایسے احمق کو اپنا حاکم بنایا ہے شائد تم کو نہیں معلوم یہ امور بنی ہاشم کے جادو ہیں۔

کتاب اختصاص اور بصائر الدرجات بلکہ تمام کتابوں میں بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کے لیئے جناب امیرؑ کا گریبان پکڑا اور آپ کو مسجد کی جانب کھینچ کر لائے تو حضرت علیؑ نے جناب رسُولؐ خدا کی قبر مطہر کے برابر کھڑے ہو کر کہا جو کچھ ہارونؑ نے موسیٰؑ کے جواب میں کہا تھا کہ یابن امّ ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی (پ۹ آیت۱۵۰ سورۃ الاعراف) یعنی اے میرے بھائی اور میری ماں کے فرزند بے شک مجھ کو میری قوم نے کمزور کر دیا اور نزدیک تھا کہ مجھ کو قتل کر دیں۔ اُس وقت قبر جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ہاتھ ابوبکرؓ کی طرف بڑھا جس کو سب لوگوں نے پہچانا کہ وُہ حضرت رسولؐ ہی کا ہاتھ تھا اور ایک آواز آئی جس کو سب نے شناخت کیا کہ رسُولِ خدا ہی کی آواز تھی (یہ کہا) کہ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا۔ کیا تو نے اُس سے انکار کیا جس نے تجھ کو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھ کو (صحیح وسالم) مرد بنایا۔ بروایت دیگر قبر اقدس سے ایک تختی برآمد ہوئی جس پر لکھا تھا اکفرت یا عمرُ بالذی خلقک من تراب ثم من نطفة ثم سواك رجلا۔

نیز صفار وغیرہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اُن حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ رسُولِ خدا کو کیوں آزار پہنچاتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہم کس طرح آنحضرتؐ کو آزار دیتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا شائد تم کو نہیں معلوم کہ تمہارے اعمال حضرت کے سامنے پیش کیئے جاتے ہیں۔ جب تمہارا کوئی گناہ آنحضرتؐ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں۔

کلینی اور صفار اور دُوسرے لوگوں نے بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ شب جمعہ جناب رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح اور پیغمبرانِ گزشتہ کی روحوں اور گزشتہ اوصیا کی رُوحوں کو اور امام زمانہ کی رُوح کو اجازت دی جاتی ہے اور یہ رُوحیں عرش پر لے جائی جاتی ہیں اور وُہ سات مرتبہ عرش کا طواف کرتی ہیں اور عرش کے ہر قائمہ پر دو دو رکعت نماز پڑھتی ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو اُن کا علم بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اور دُوسری معتبر روایت میں وارد ہُوا ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ حلال وحرام کے سوا امام زمانہ پر علم تازہ کا اضافہ فرمائے تو اُس علم کو ایک ملک کے ذریعہ رسُولِ خدا پر نازل فرماتا ہے۔ پھر حضرتؐ اُس کو امیرالمومنینؑ کے پاس بھیجتے ہیں امیرالمومنین اُس کو حسنؑ کے پاس بھیجتے ہیں۔ پھر اسی طرح ہر امام اپنے بعد کے امام کے پاس بھیجتا ہے اور امام زمانہؑ تک منتہی ہوتا ہے۔ حمیری اور صفار نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ مَیں نے کل حضرت رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی مقام پر دیکھا اور حضورؐ سے بغلگیر ہُوا۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے معانی ومطالب کی تحقیق کتاب بحار الانوار میں بیان ہو چکی ہے اور انشاء اللہ ان حدیثوں کے بعض رموز و دقائق کتاب امامت میں واضح کیئے جائیں گے۔ اور شیعوں کے لیئے جو مطیع ومنقاد ہیں اسی قدر کافی ہے کہ مجملاً ان خبروں پر ایمان لائیں اور اس کا حقیقی علم اُنہی پر چھوڑ دیں اور شکوک وشبہات اپنے نفس میں نہ آنے دیں کیونکہ شبہات شیطانی اور وساوس نفسانی میں کفر والحاد کا خطرہ ہوتا ہے خاص کر اُن لوگوں کے لیئے جو ان کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور مَیں اسی جگہ اس کتاب کو ختم کرتا ہوں اور برادرانِ ایمانی سے التماس کرتا ہوں کہ لفظ ومعنی کی غلطی پر مجھ سے مؤاخذہ نہ فرمائیں اور اس عصیان کے طوفان میں غرق بندہ کو خداوند کریم کی رحمت اور مغفرت کی دُعا سے محروم نہ رکھیں اور اس بے بضاعت کے حق کو فراموش نہ کریں۔ کیونکہ مشاغل کی کثرت اور حالات کی ناسازگاری اور ملامت کرنے والوں کی زیادتی اور حق شناسوں کی کمی کے باوجود اہلبیتؑ رسالتؐ کے ارشادات جو مدتوں سے لوگوں کی بے التفاتی کے سبب متروک وپوشیدہ تھے [illegible] جو عربی زبان سے واقف نہ تھے ترجمہ کیا تاکہ پیشوایانِ دین اور مقربانِ بارگاہِ ربّ العالمین کے اخلاق و اطوار اور علوم واسرار پر مطلع ہوں۔ اور مَیں خداوندِ عالم سے اجر کا طالب ہوں اور حق نہ پہچاننے والوں کی ملامت کی پروا نہیں رکھتا۔ اور خدا ہی میرے لیئے کافی ہے اور وُہ بہترین کفالت کرنے والا ہے۔ اور یہ کتاب ۲۵ رذی الحجہ ۱۰۸۰ھ میں تمام ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ



سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اَھْلَبَیْتِہِ الْمَعْصُوْمِیْنَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ۔

الحمد للہ والمنتہ کہ آج بتاریخ ۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۲ر ستمبر ۱۹۶۶ء بروز جمعرات

اس کتاب "حیات القلوب" جلد دوم مؤلفہ علامہ سید محمد تقی صاحب علیہ الرحمہ مجلسی کا اُردو ترجمہ خدا کی اعانت و توفیق سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ خدا سے دُعا ہے کہ وُہ اس دینی خدمت کو میری نجات و بلندئ درجاتِ اُخروی کا سبب قرار دے، اور مومنین کو اس کے مطالعہ سے مستفیض و مستفید ہونے کی توفیق کرامت فرمائے۔ آمین۔

عاصی سید بشارت حسین کامل مرزا پوری ابن سید محمد حسین
غفراللہ ذنوبھما

ذخیرہ عملیات اُردو ترجمہ جامع الدعوات

مترجمہ:۔ جناب الحاج علامہ سید عبدالواحد صاحب رضوی مشہدی کربلائی۔ ایم۔ اے۔ مومنین کے بے حد اصرار پر فارسی سے اُردو ترجمہ کرا کر یہ کتاب پہلی بار پاکستان میں شائع ہوئی ہے جس میں واجب نمازوں کی تعقیبات۔ دُعائے سحر مختصر۔ اعمال شب ہائے قدر۔ ماہِ رمضان کی نادر دُعا۔ زیارت وارث۔ زیارت تمام شہداء۔ نمازیں عیدالفطر، عیدالاضحیٰ۔ دُعائے قربانی صیغہ توبہ۔ دفن میت اور تلقین کے آداب۔ دفن کی رات کی نماز۔ نماز آیات۔ نماز مغفرت والدین۔ اصول دین واجب نمازیں۔ ایمان کن چیزوں سے ثابت ہوتا ہے۔ بیمار کے حالات جاننا۔ بارہ برجوں کا بیان مردوں اور عورتوں پر اس کے اثرات۔ تعبیر نامہ حضرت یوسفؑ۔ قوس و قزح کے احکام۔ حجامت کرانے کے احکام محرم اور نوروز کے احکام۔ استخارہ امام رضاؑ۔ تسبیح کے ذریعہ سے استخارہ۔ دل کے مشورے سے استخارہ۔ رسالہ حضرت لقمان (طبی تیر بہدف نسخہ جات) عورتوں کے حمل اور اس کی حفاظت کا بیان۔ جنات کو حاضر کرنے اور دفع کرنے کے عملیات۔ دُعائے مرجانہ۔ دُعائے ابی دجانہ۔ یٰسین مغربی۔ دُعائے نادِ علی کبیر۔ دُعائے طلب فرزند اور دیگر اس قسم کے متعدد عملیات درج ہیں۔ علامہ موصوف نے اسکا آسان اُردو میں ترجمہ کر کے مذہبِ شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔ حجم ۲۲۰ صفحات۔ سائز ۱۸×۲۳/۸ کتابت عمدہ۔ آفسٹ چھپائی ہدیہ مناسب